اہل السنۃ والجماعۃ کی عبارات پر تین سو (۳۰۰) سے زائد اعتراضات کے جوابات پر مشتمل پہلا مکمل انسائیکلو پیڈیا

دفاع
اہل السنّۃ والجماعۃ

(جلد ثالث)

مؤلّف

مناظر اہل السنت استاد الحدیث

حضرت مولانا ساجد خان نقشبندی صاحب حفظہ اللہ

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

استاد الحدیث جامعہ دارالعلوم رحمانیہ کراچی / جامعہ مدنیہ نیو کراچی / استاد تخصص مدرسہ زید بن ثابت رضی اللہ تعالی عنہ تیسر ٹاؤن

امام وخطیب جامع مسجد علامہ شبلی نعمانیؒ

باھتمام



جمعیۃ اہل السنّۃ والجماعۃ

تفصیلات

نام کتاب : دفاع اہل السنۃ والجماعۃ (جلد ثالث)

مؤلف : مناظرِ اہل السنۃ حضرت مولانا ساجد خان نقشبندی حفظہ اللہ

نظر ثانی : مولوی محمد صاحب (متعلم درجہ دورہ حدیث)

باہتمام : حضرت مولانا سمیع الدین صاحب حفظہ اللہ

کمپیوٹر ورک : عبداللہ رحمانی، مہاراشٹر الہند

تعداد اشاعت : گیارہ سو (۱۱۰۰)

سنِ اشاعت : جمادی الاخریٰ ۱۴۴۰ھ، مطابق فروری ۲۰۱۹ء

صفحات :

شعبہ نشر و اشاعت : جمعیۃ اہل السنۃ والجماعۃ پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

میرا دردِ دل

اہل بدعت کا اہل سنت سے اختلاف بغض کی بنیاد پر ہے

چند شواھد

قارئین کرام! دیوبندی بریلوی اختلاف کو ایک صدی سے زائد عرصہ گزر چکا ہے۔اس اختلاف سے دلچسپی رکھنے والا ہر شخص یہ جاننا چاہتا ہے کہ آخر اس اختلاف کی بنیاد اور وجہ کیا ہے؟ جبکہ دونوں ایک دوسرے کو حنفی واہلسنت کہتے ہیں تو آخر یہ اختلاف ختم کیوں نہیں ہوتا؟

رضاخانی کہتے ہیں کہ ہمارا اختلاف دیوبندیوں سے ان کے اکابر کی معاذ اللہ کفریہ وگستاخانہ عبارات کی بنیاد پر ہے یہ لوگ اگر ان عبارات میں موجود واضح متعین متبین کفر مان لیں (معاذ اللہ) تو ہمارا ان سے اختلاف ختم ہوسکتا ہے۔جبکہ اہل حق کی طرف سے بارہا یہ وضاحت کی گئی کہ ہمارے اکابر کی عبارات میں کسی قسم کی کوئی گستاخی وکفر معاذ اللہ موجود نہیں جو الزامات رضاخانی ان پر لگاتے ہیں ان کا کفر ہونا وہ خود اپنی کتب میں مصرح کر چکے ہیں،خان صاحب نے محض مسلکی تعصب میں ان اکابر پر یہ الزامات لگائے ہیں۔حقیقت سے ان کا کوئی واسطہ نہیں اور یہی سچ ہے۔ہم نے اس حوالے سے دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد دوم میں بھی بڑی تفصیل سے اپنی گذارشات پیش کی تھیں کہ اگر بات کفر کے فتووں کی ہے اور گستاخی کی ہے تو یہ کفر کے فتوے اور گستاخی کے فتوے تو خود رضاخانی اکابر سے لیکر اصاغر تک پر لگے ہیں مگر وہاں یہ لوگ گونگے شیطان بنے ہوئے ہیں اور اپنے ان مشائخ واکابر کو اسلام سے خارج کرنے اور اسی طرح ان کے مقابل الگ فرقہ بنانے کو تیار نہیں جس طرح علمائے دیوبند کے متعلق ان کا رویہ ہے۔یہ دورنگی اس بات کی دلیل ہے کہ ان کا اختلاف محض بر بنا تعصب،ضد،ہٹ دھرمی،حسد کے ہے۔اسی سلسلہ میں ہم اس جلد میں مزید کچھ گذارشات پیش کرنا چاہتے ہیں۔ملاحظہ فرمائیں۔

نواب احمد رضاخان فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

”یہاں یہ نکتہ بھی یاد رہے کہ بعض محتمل لفظ جب کسی مقبول سے صادر ہوں بحکم قرآن انہیں معنی حسن پر محمول کریں گے“۔

(فتاوی رضویہ،ج۲۹ص۲۲۴)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

”اہلسنت سے بتقدیر الٰہی جو ایسی لغزش فاحش واقع ہو اس کا اخفا واجب ہے کہ معاذ اللہ لوگ ان سے بداعتقاد ہوں گے اور جو نفع ان کی تقریر وتحریر سے اسلام وسنت کو پہنچا تھا اس میں خلل واقع ہوگا۔اس کی اشاعت اشاعت فاحشہ ہے“۔

(فتاوی رضویہ،ج۲۹،ص ۵۹۴)

اب دیکھیں خان صاحب بریلوی خود تسلیم کر رہے ہیں کہ اگر اہل سنت سے اللہ کی تقدیر کے موافق کوئی فاحش غلطی ہو بھی جائے تو اسے چھپانا واجب ہے کہ عوام جو ان سے حسن ظن رکھتی ہے اور ان کی دینی خدمات سے فائدہ حاصل کر رہی ہے وہ بدظن ہو جائیں گے اس میں دین کا نقصان ہے۔ اب خود خان صاحب نے جن اکابر پر کفر کے فتوے لگائے ان کی دینی خدمات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہم نے دفاع اہل سنت جلد اول میں ان کی دینی خدمات کو خود رضاخانی اکابر و مشائخ سے ثبوت کے ساتھ پیش کیا ہے مزید تفصیل میں نے اپنی کتاب ''نواب احمد رضا خان فاضل بریلوی حیات، خدمات و کارنامے'' کے آخر میں کر دی ہے۔ البتہ مختصراً یہاں ایک دو حوالے نقل کر دیتے ہیں:

بریلوی قدوۃ السالکین قطب الاقطاب مولانا محمد اسمعیل شاہ بخاری صاحب کے بارے میں آتا ہے کہ ان کے چچا نے جو خود بھی بقول رضاخانیہ اپنے وقت کے شیخ المشائخ تھے تعلیم کیلئے سہارنپور مظاہر العلوم محدث کبیر حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیجا اور اس واقعہ کو ان کے سوانح نگاروں نے یوں بیان کیا:

''ابتدائی کتابیں پڑھ لینے کے بعد آپ تقریباً بیس سال کی عمر میں اعلیٰ دینی علوم کے حصول کی طرف متوجہ ہوئے سہارنپور میں مدرسہ مظاہر العلوم ان دنوں تشنگان علم دین کیلئے ایک چشمہ فیض تھا آپ نے وہیں کا قصد کیا۔ بوقت رخصت آپ کے شفیق چچا نے فرمایا ''برخوردار! وہ علم حاصل کر کے آنا جس سے مخلوق خدا کو نفع پہنچے نہ کہ وہ علم جو خشک ہو اور صرف قیل و قال تک محدود ہو''۔

چنانچہ ابتداء سے ہی آپ کے دل میں علم و عمل کی لگن پیدا ہوگئی۔ یہ بات آپ کے دلنشین ہو چکی تھی کہ علم وہی فائدہ مند ہے جس سے عمل صالح کی راہیں ہموار ہوں۔

مدرسہ مظاہر العلوم ان دنوں مولانا خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ صدر مدرس تھے۔ وہاں سے تکمیل علم کی سند حاصل کر کے آپ نے دہلی میں مدرسہ مولوی عبدالرب ؒ میں داخل ہو کر شیخ الحدیث مولانا عبد العلی صاحب قاسمی جیسے متبحر عالم سے دورہ حدیث ختم کیا''۔

(معدن کرم،ص ۹۵، پرانا غیر تحریف شدہ ایڈیشن)

اندازہ لگائیں دیوبندیوں کا مدرسہ مظاہر العلوم جس میں اس وقت حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ صدر مدرس تھے ان کے دم خم سے خود رضاخانیوں کو یہ اقرار ہے کہ علم کے پیاسوں کو سیراب کیا جا رہا تھا۔ یہاں ایک اور بھی دلچسپ بات ہے کہ شاہ صاحب کو ان کے چچا نے یہ وصیت کی کہ ایسا علم حاصل کرنا جس میں ''علم و عمل'' دونوں ہوں۔ اب سوال یہ ہے کہ ان مدارس سے پڑھ کر بخاری صاحب کیا بدعمل، گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، بے ایمان و بے ادب ہو کر نکلے؟ ان کے معتقدین یہی جواب دیں گے کہ ہرگز نہیں بلکہ خود رضاخانیوں کو اقرار ہے کہ وقت کے ولی کامل بنے۔ اگر معاذ اللہ سہارنپوری صاحب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہوتے، گستاخ ہوتے تو بخاری صاحب بھی یہی لیکر نکلتے۔ افسوس تو یہی ہے کہ یہ وہ علم و عمل کی بہار تھی جو خان صاحب کو کسی کروٹ چین نہ لینے دیتی اور انہوں نے ان علماء ربانیین کو بدنام کرنے کیلئے تکفیر کا گندا کھیل کھیلا مگر اس میں بری طرح ناکام ہو کر خسر الدنیا والاخرۃ کے پورے پورے مصداق ہوئے۔

رضاخانی اس کے جواب میں کہیں گے کہ شاہ صاحب کو علم نہ تھا اگرچہ اس بودی تاویل کا منہ توڑ جواب ہم دفاع جلد دوم کے مقدمہ میں دے چکے ہیں لیکن سر دست ہمیں اس سے سروکار نہیں کہ علم تھا یا نہیں ہمیں تو اس وقت یہ بتلانا ہے کہ علمائے دیوبند دین کے کیسے خادم تھے؟ اور اس کا اس حوالے میں کھلے بندوں اقرار موجود ہے۔ البتہ اسی ضمن میں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ بالفرض مان لیتے ہیں کہ شاہ صاحب کو علم نہ

تھا تو اس سے یہ تو معلوم ہوا کہ جتنے سال وہ مظاہر العلوم میں حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس رہے وہاں سے عشق و محبت کے خوان ہی چنتے رہے اس لئے کہ یہ کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ معاذ اللہ یہ لوگ کھلم کھلا نبی کریم ﷺ کی توہین کرتے پھریں اور شاہ صاحب پھر بھی ان سے تعلیم حاصل کرتے رہیں؟۔اس سے رضاخانیوں کے اس مکروہ پروپگینڈے کا جواب بھی ہو جاتا ہے کہ دیوبندی تو ہیں ہی گستاخ، یہ تو گستاخیوں کی تلاش میں رہتے ہیں، ان کا تو کام ہی حضور ﷺ کے فضائل کا انکار کرنا ہے، ان کے دل غیض وغضب سے بھرے ہوئے ہیں معاذ اللہ۔نہیں ہرگز نہیں بلکہ ان کا دامن علم وعمل سے بھرا ہوا ہے۔

امام حجۃ الاسلام کے علمی وعملی کارناموں پر حضرت مولانا فقیر محمد جہلمی مرحوم جنہیں رضاخانیوں نے اپنے اکابر میں شمار کیا وہ کیا کہتے ہیں:

''مولانا محمد قاسم بن شیخ اسد علی بن غلام بن محمد بخش بن علاء الدین بن محمد فتح بن محمد مفتی بن عبدالسمیع بن مولوی ہاشم نانوتوی ۱۲۴۸ھ میں پیدا ہوئے نام تاریخی آپ کا خورشید حسین ہے۔علامہ عصر، فہامہ دہر، فاضل متبحر، مناظر، مباحث، حسن التقریر، ذہین، معقولات کے گویا پتلے تھے۔آپ لڑکپن سے ہی ذہین، طباع، بلند ہمت، تیز و وسیع حوصلہ، جفاکش جری تھے۔مکتب میں اپنے ساتھیوں سے ہمیشہ اول رہتے تھے۔قرآن شریف بہت جلد ختم کر لیا۔خط اس وقت بھی سب لڑکوں سے اچھا تھا۔نظم کا شوق اور حوصلہ تھا اپنے کھیل اور بعض قصے نظم فرماتے اور لکھ لیتے تھے چھوٹے چھوٹے رسالے اکثر نقل کیے عربی آپ کو شیخ نہال احمد نے شروع کروائی، پھر آپ سہارنپور میں اپنے نانا کے پاس چلے گئے اور وہاں مولوی محمد نواز سے کچھ فارسی اور عربی کتابیں پڑھیں۔۱۲۶۰ میں مولوی مملوک علی کے پاس دہلی میں تحصیل علوم میں مشغول ہوئے اور حدیث کو شاہ عبدالغنی محدث سے پڑھا جب تحصیل سے فارغ ہوئے تو چندے مدرسہ عربی سرکاری واقع دہلی میں مدرس رہے پھر مطبع احمدی میں تصحیح کتب پر مقرر ہو گئے اور تحشیہ و تصحیح بخاری شریف کا کام انجام دیا۔آپ کا قول ہے کہ بایام طالب علمی میں خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میں خانہ کعبہ کی چھت پر کھڑا ہوں اور مجھ سے ہزاروں نہریں نکل کر جاری ہو رہی ہیں جناب والد صاحب سے ذکر کیا تو فرمایا کہ تم سے علم دین کا فیض بہ کثرت جاری ہوگا۔۱۲۷۷ھ میں حج کیا اور دیوبند کے عربی مدرسے کے سرپرست مقرر ہوئے۔۱۲۸۵ھ میں پھر حج کو چلے گئے اور مراجعت کے بعد دہلی میں واپس آ کر تدریس وتشہیر علوم میں مشغول ہوئے۔سب کتابیں بے تکلف پڑھاتے اور اس طرح کے مضامین بیان فرماتے کہ نہ کسی نے سنے نہ کسی نے سمجھے، اور عجائب وغرائب تحقیقات ہر فن میں کرتے جس سے تطبیق اختلاف اور تحقیق ہر مسئلہ کی بیخ و بن تک ہو جاتی تھی۔پادری تارا چند کو آپ نے مباحثہ میں ساکت کیا۔۱۲۹۳ھ میں چاندپور ضلع شاہجہانپور میں جو تحقیق مذہبی کا ایک میلہ قائم ہوا تھا اور ہر مذہب کے عالم وہاں جمع ہوئے تھے اس میں آپ نے ابطال تثلیث و شرک اور اثبات توحید کو ایسا بیان کیا کہ حاضرین جلسہ مخالف و موافق مان گئے۔۱۲۹۴ھ میں پھر اس میلہ میں پنڈت دیانند سرسوتی کے ساتھ گفتگو کی اور بحث وجود اور توحید کا ایسا بیان کیا کہ حاضرین کو سوائے سکوت اور استماع کے اور کچھ کام نہ تھا پھر عیسائیوں سے تحریف میں گفتگو ہوئی اور عیسائی ایسے بے سروپا بھاگے کہ ٹھکانہ نہ معلوم ہوا حتی کہ اپنی بعض کتابیں بھی بھول گئے۔ان مباحثوں کا حال آپ نے ایک رسالے میں مرتب کیا اور اس کا نام حجۃ الاسلام رکھا اسی سال آپ پھر حج کو تشریف لے گئے اور جب واپس آئے تو تپ میں مبتلا ہو کر کسی قدر عرصہ تک بیمار رہے۔اسی عرصہ میں دیانند سرسوتی نے پھر مسلمانوں کے مذہب استقبال قبلہ پر اعتراض کرنا شروع کیا جس کے جواب میں آپ نے ایک رسالہ قبلہ نما تصنیف کیا۔یوم پنجشنبہ ظہر کے وقت ۴ رجمادی الاولیٰ ۱۲۹۷ھ میں ذات الجنب اور تپ کے عارضہ سے وفات پائی اور قصبہ نانوتہ میں دفن کیے گئے۔مباحث روشن نفس آپ کی تاریخ وفات ہے۔آپ

سے مولوی محمد حسن دیوبندی اور مولوی فخر الحسن گنگوہی اور مولوی احمد حسن امروہی وغیرہ وغیرہ نے پڑھا''۔

(حدائق الحنفیہ: ص ۴۹۱ تا ۴۹۳ ،نولکشور پریس لکھنو ،ماہ اکتوبر ۱۹۰۶ء مطابق شعبان ۱۳۲۴ھ)

اس کتاب کے مقدمے میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ وجہ تالیف لکھتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''میں مفتقر الی الصمد فقیر محمد جہلمی بن حافظ محمد سفارش مرحوم مدت سے اس زمانہ کے اکثر غیر مقلدین کو جو اپنے آپ کو ہمچو دیگرے نیست سمجھتے ہیں اپنی جہالت سے علمائے کرام خصوصاً فقہاء عظام حنفیہ رحمہم اللہ کی تحقیر وتوہین کرتے دیکھتا اور ان کے حق میں طرح طرح کے طعن علمی کرتے سنتا تھا اور تعجب سے کہتا تھا کہ الٰہی ان لوگوں کی عقل وسمجھ پر کیا پتھر پڑ گئے ہیں کہ جن لوگوں نے اپنی عمدہ تصانیف و توالیف کے ذریعہ سے علم شریعت کو اطراف واکناف عالم میں پھیلایا اور محض جن کے طفیل سے علم رسالت پناہی ان تک پہنچا انہیں پھر یہ عقل کے پتلے اپنی سوء فہمی سے بے علمی وبے بضاعتی علوم قرآن وحدیث کا دھبہ لگاتے ہیں۔

اور چاہتا تھا کہ فقہاء عظام وعلمائے کرام حنفیہ کے تراجم وحالات میں ایک مفصل کتاب لکھوں اور ان کے مدح ومراتب علوم حدیث وفقہ وغیرہ کو جو اس وقت کے علماء وفضلاء کو ان کا عشر عشیر بھی حاصل نہیں ہو امع سلسلہ سند تلمذ وروایت وتاریخ ولادت ووفات وغیرہ حالات کے ایسی خوبی وخوش اسلوبی سے معرض تحریر میں لاؤں کہ جس کو دیکھ کر یہ بے ادب وگستاخ خود بخود منفعل وشرمسار ہو جائیں''۔

(حدائق الحنفیہ: ص ۲،۳ ،رقم المادہ: ۲۵۹۰۱۱ء)

مندرجہ بالا عبارت سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

(۱) مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اکابر علماء وفقہاء احناف میں ہوتا ہے۔

(۲) قرآن وحدیث میں علماء کی جتنی فضیلتیں آئیں ہیں مولانا ان سب کے حقدار ہیں۔

(۳) ان علماء کی تصانیف وتوالیف (جن میں مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحذیر الناس بھی شامل ہے) دنیا کے کونے کونے تک علم رسالت کو پہنچانے کا ذریعہ بن رہی ہے۔

(۴) ان پر اعتراض کرنے والے غیر مقلدین نظریہ رکھنے والے ہیں۔

(۵) موجودہ زمانے کے علماء (جن میں مولوی احمد رضا خان بھی شامل ہے) ان علماء کے عشر عشیر کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔

(۶) ان کی تصانیف پر اعتراض کرنے والے ان کو طعن وتشنیع کا نشانہ بنانے والے جاہل ہیں اور ان کی عقل وسمجھ پر پتھر پڑ چکے ہیں۔

(۷) آج بریلوی جن علوم رسالت کا دعویٰ کر رہے ہیں وہ بھی انہی اکابرین امت کے طفیل سے ان تک پہنچا۔

(۸) فقیر محمد جہلمی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کتاب اسی لیے لکھی کہ شاید ان اکابرین امت کے حالات پڑھ کر ان پر اعتراض کرنے والے خدا کا خوف کریں اور یہ بے ادب وگستاخ شرمسار ہوں۔

ایسی زبردست توثیق وتائید کے بعد خان صاحب بیچارے جل بھن کر کالا کوئلہ کیوں نہ بنیں؟ لہٰذا وہ علوم ودینی خدمات میں ان اکابر کا تو مقابلہ نہ کر سکے الٹا عوام کالانعام کو ان سے بدظن کرنے کیلئے ایسے ایسے الزامات ان اکابر اولیاء اللہ پر لگائے کہ شیطان بھی پسینے پسینے ہو گیا ہوگا۔ بلکہ مولانا نذیر احمد رامپوری صاحب نے تو یہاں تک لکھا کہ ہندوستان والوں کو علم کی راہ ہی حضرت مولانا نانوتوی نے دکھلائی۔

(ملخصاً البوارق اللامعہ ص ۱۴)

بریلوی شیخ الاسلام مولانا ابوالحسن زید فاروقی اپنے والد کے حوالے سے مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر ان کے اَثرات یوں نقل کیے:

''مرگ مولوی رشید احمد زخمے است کہ مرہم ندارد، عالم صالح دیندار دریں وقت حکم عنقا دارد انا للہ وانا الیہ راجعون مردن ایں چنیں یک شخص از مردن یک ہزار بر دیندار سخت تر است''۔

(بزم خیر از زید: ص ۹۴،۹۵/شاہ ابوالخیر اکاڈمی دہلی)

مولانا رشید احمد گنگوہی کی وفات ایسا زخم ہے جس کا مرہم نہیں ایسا عالم صالح دیندار اس وقت عنقا کے حکم میں ہے انا للہ وانا الیہ راجعون اس جیسا ایک آدمی ایک ہزار دینداروں پر بھاری ہے۔

آگے انہی مولانا ابوالحسن زید فاروقی صاحب کے متعلق امجدی صاحب کی گواہی آرہی ہے کہ فاروقی صاحب حجۃ الاسلام حضرت امام نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو اولیاء اللہ میں سے شمار کرتے تھے۔

اب خان صاحب کو چاہیئے تھا کہ اپنی اس بات پر قائم رہتے ایسے جلیل القدر شان والے علماء و اولیاء اللہ جن کی مثال اس زمانے میں عنقا (ناپید) تھی اور جن کی دینداری ہزاروں پر بھاری تھی ان سے حسن ظن رکھتا بالفرض کوئی بات ان کے دل میں کھٹک بھی رہی تھی تو اس کا اخفا کرتے یا اس کی مناسب توجیہ کرتے جیسے دیگر رضاخانی اکابر نے کی مگر چونکہ خان صاحب کا مقصد ہی عوام کو ان اکابر سے بدظن کرنا تھا اور اہل سنت کے مقابلے میں اپنا ایک مسلک و فرقہ و سیاسی جھتہ بنانا تھا اس لئے ان کو بلاوجہ خوب بدنام کرنے کی کوشش کی اور وہ وہ شیطانی الزامات ان پر دھرے جو ان اکابر کے وہم و خیال میں بھی نہ تھے۔

یہ حوالے ہم نے جلد دوم کے مقدمہ میں بھی نقل کئے ہیں رضاخانی کہتے ہیں کہ دفاع میں حوالہ جات کا تکرار ہے حالانکہ یہ ان کی جہالت ہے اگر تکرار ہے تو ہر دفعہ ایک نئے استدلال کیلئے ان کو نقل کیا گیا ہے اس قسم کے جاہل کل کو قرآن مجید پر بھی اعتراض کریں گے کہ اس میں بھی مضامین کا تکرار ہے۔

رضاخانی جب ان حوالوں کے جواب سے مکمل عاجز آجاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ تعریف عدم واقفیت پر کی گئی اس کا منہ توڑ جواب تو ہم دفاع جلد دوم کے مقدمہ میں دے چکے ہیں یہاں مزید دو حوالے ملاحظہ ہو اس مذہب کے اجمل العلماء مولوی اجمل سنبھلی لکھتا ہے:

''اب باقی رہا مصنف کا قول کہ علماء حرمین شریفین نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی شان میں جو الفاظ مدح لکھے وہ قبل از واقفیت لکھے تو اس عقل کے دشمن سے دریافت کرو کیا ناواقفیت میں کوئی کسی کے لیے ایسے الفاظ کہہ سکتا ہے؟۔ دنیا جانتی ہے کہ کسی کی تعریف واقفیت کے بعد ہی ہوا کرتی ہے لیکن مصنف نے جو لکھا وہ اس کی دلی عدواوت اور قلبی بخارات کی ترجمانی ہے''۔

(ردشہاب ثاقب ص ۳۹)

لہٰذا عدم واقفیت کی تاویل کرنے والے اس مولوی کے فتوے کی رو سے ''عقل کے دشمن'' ہیں ساتھ میں یہ بکواس ان کی قلبی بخارات اور دلی عداوت کی بھی ترجمانی ہے۔

ایک اور رضاخانی لکھتا ہے:

''سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مساعی جمیلہ کے ذریعہ صاحب بصیرت لوگ ان بھیڑنما بھیڑیوں کو پہچان چکے تھے''۔

(کشف القناع، ج ا ص ۲۰)

لہذا اگر انہوں نے یہ تعریف عدم واقفیت کی بنا پر کی تو اس کا مطلب ہے کہ یہ لوگ بیچارے "بصیرت" ہی سے محروم تھے؟ نیز میرا یہاں یہ سوال بھی ہے کہ جب علمائے دیوبند کی طرف منسوب حوالے جس میں خان صاحب کی مدح ہے اس کی باری آتی ہے تو وہ تعریف تو خان صاحب کی "کرامت" بن جاتی ہے مگر یہاں اس قسم کی لایعنی باتیں کرتے ہوئے حیاء نہیں آتی؟

قارئین کرام! آگے چلئے مفتی شریف الحق امجدی رضاخانی صاحب سے ایک سوال ہوا:

"خالد کہتا ہے کہ جو خوبی سارے نبیوں میں تھی وہ تمام خوبیاں غوث پاک میں تھیں۔ کیا اس کا کہنا صحیح ہے۔ اور اس طرح کہنے والے کا شریعت میں کیا حکم ہے؟

اس کے جواب میں موصوف لکھتے ہیں:

"یہ جملہ بادی النظر میں صحیح نہیں۔ خوبیوں میں نبوت بھی ہے اور خواص نبوت۔ سرکار غوث اعظم نہ نبی ہیں، نہ خواص نبوت سے متصف ہیں۔ لیکن جہاں تک ہوسکے مسلمان کے قول کو اچھے محمل پر حمل کرنا واجب ہے۔ بعض جگہ قرآئن عقلی کلام میں مخصص ہوتے ہیں۔ علما نے فرمایا انبت الربیع البقل سبزہ نے بہار اگایا۔ اگر مومن کہے تو اس میں مجاز عقلی ہے۔ مراد سبب کی مسبب کی طرف اسناد ہے۔ سبزہ اگانے والا حقیقۃ اللہ تعالی ہے۔ لہذا ربیع کو سبزہ اگانے والا کہنا کفر ہے۔ مومن کا ایمان باللہ اس پر قرینہ ہے کہ اس میں اسناد حقیقی نہیں، مجازی ہے۔ اسی طرح قول مذکور کا قائل مومن ہے۔ جس کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ اس کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ امتی ہیں قائل کا یہ عقیدہ اس پر قرینہ ہے کہ اس کی مراد وہ خوبیاں ہیں جو نبوت اور لوازم نبوت کے سوا ہیں۔ اس میں بھی مبالغہ ہے مگر قائل کافر نہ ہوگا نہ گمراہ۔ خاطی ہوگا"۔

(فتاوی شارح بخاری، ج ۲، ص ۱۲۸، ۱۲۹)

امجدی صاحب نے اولاً خود تسلیم کیا کہ قائل کے قول سے یہ لازم آتا ہے کہ غوث پاک کو نبوت بھی ملی اور خواص نبوت بھی جس میں امام الانبیاء ہونا بھی شامل ہے رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت بھی شامل ہے معاذ اللہ اور یہ دونوں باتیں ضروریات دین کا انکار ہے۔ امجدی صاحب کو عبارت میں بھی کوئی قرینہ نہ ملا جو اس قول کا رد کرتا اور کلام کا کوئی صحیح محمل متعین کرتا لہذا انہوں نے قرینہ اور مخصص "عقیدہ" کو قرار دے دیا کہ چونکہ قائل مسلمان ہے عقیدہ ختم نبوت کا قائل ہے اور غوث اعظم کو امتی سمجھتا ہے لہذا وہ ایسا نہیں کہہ سکتا۔ اللہ اکبر!!!۔

مگر یہ سارا حسن ظن خدا جانے علمائے دیوبند کی عبارات میں کہاں چلا جاتا ہے؟۔ اہل السنۃ والجماعۃ علمائے دیوبند تو اس عامی آدمی سے بڑھ کر حضور ﷺ کے فضل و کمال اور ختم نبوت کے قائل ہیں۔ دلچسپ بات یہ کہ یہاں قائل نے اپنی مراد و عقیدہ کی کوئی وضاحت نہیں کی اس کے باوجود امجدی صاحب نے اس کے "عقیدہ" کو معنی کیلئے مخصص قرار دیا جبکہ علمائے دیوبند نے تو اپنی عبارات کی وضاحت خود کی، معنی خود متعین کیا اور رضاخانیوں کے گھڑے ہوئے کفری معنی پر نہ صرف لعنت بھیجی بلکہ بانگ دہل اسے کفر بھی کہا۔ آخر اس سب کے باوجود وہاں صحیح معنی متعین کیوں نہ ہوا؟

حجۃ الاسلام حضرت امام نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں خود اس فرقہ کے غزالی زماں کہتے ہیں:

"ہمیں نانوتوی صاحب سے یہ شکوہ نہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے لئے تاخر زمانی تسلیم نہیں کی یا یہ کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے بعد مدعیان نبوت کی تکذیب و تکفیر نہیں کی انہوں نے یہ سب کچھ کیا مگر قرآن کے معنی منقول متواتر کو عوام کا خیال

قرار دے کر اپنے سب کئے کرائے پر پانی پھیر دیا"۔

(مقالات کاظمی، ج ۲،ص ۳۵۱)

حالانکہ یہ کاظمی صاحب کا صریح جھوٹ ہے اگر وہ ایک ادنی مسلمان کے برابر بھی حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ سے حسن ظن رکھتے تو انہیں تحذیر الناس ہی میں مل جاتا کہ وہ ختم زمانی کو عوام کا خیال معاذ اللہ نہیں قرار دے رہے ہیں بلکہ ختم نبوت کی علت کو صرف زمانہ قرار دینے کو عوام کا خیال کہہ رہے ہیں اور یہ ہرگز کفر نہیں مگر برا ہو تعصب کا۔

معروف بریلوی عالم غلام رسول سعیدی مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ ختم نبوت ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں۔

"حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت زمانی تو سب کے نزدیک مسلمہ ہے۔۔۔۔۔ہاں یہ مسلمہ ہے کہ خاتمیت زمانی اجماعی عقیدہ ہے"۔(تبیان القرآن: ج ۱۲ص ۹۵،فرید بک سٹال لاہور ۲۰۰۱)

آگے غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"شیخ نانوتوی نے اتنی صراحت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت زمانی کو تسلیم کیا ہے"۔(ص ۹۵۔۹۶)

اسی طرح پیر کرم شاہ ازہری صاحب نے بھی "تحذیر الناس میری نظر میں" میں بانگ دہل کہا کہ امام نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحذیر الناس میں عقیدہ ختم نبوت کا انکار نہیں کیا۔یہی بات مولانا عبد الباری فرنگی محلی مرحوم،مولانا خلیل خان برکاتی مرحوم،دعوت اسلامی کے شیخ الحدیث مولانا فضل رسول بریلوی نے کی مگر اس کے باوجود مسلمان سے حسن ظن کا قاعدہ کبھی بھی رضاخانی یہاں فٹ نہیں کریں گے کیونکہ یہ اختلاف خدا خوفی کی بنیاد پر نہیں بلکہ حسد و تعصب کی بنیاد پر ہے۔

مفتی شریف الحق امجدی اور خان صاحب کے اصول پر ذرا حفظ الایمان کی عبارت کی وضاحت خود ماہر رضویات پروفیسر مسعود صاحب کے قلم سے ملاحظہ ہو:

"مولانا خلیل احمد نے اپنے جواب میں ایک اچھا نکتہ نکالا ہے انہوں نے تحریر فرمایا ہے مولانا اشرف علی کی اس تحریر سے یہ مراد نہیں کہ وہ علم مصطفی کو جانوروں اور درندوں وغیرہ کے مساوی سمجھتے تھے بلکہ وہ تو یہ کہنا چاہتے تھے کہ ایسا علم جس میں پاگل و دیوانے بچے اور جانور و درندے شریک ہوں اس سے آپ کی ذات ارفع و اعلی ہے اس طرف تو خود مولانا اشرف علی کا بھی دھیان نہیں گیا۔بہرکیف ہر بات کی اچھی تاویل کرنی چاہئے"۔

(فاضل بریلوی علما حجاز کی نظر میں،ص ۱۹۷،۱۹۸،امام احمد رضا اکیڈمی صالح گنج بریلی شریف)

غور فرمائیں کہ پروفیسر صاحب کے بقول اس عبارت میں ایک بہترین نکتہ موجود ہے جس کی بنیاد پر بالکل بھی تکفیر نہیں کی جاسکتی اور ہر بات کی اچھی تاویل کرنی چاہئے مگر خان صاحب سے لیکر اذناب تک کسی کو یہ اچھی تاویل نہیں سوجھ رہی کیونکہ ضد و تعصب نے ان کو اندھا کر دیا۔بریلوی علامہ سید محمود احمد رضوی لکھتا ہے:

"چنانچہ فقہا کرام نے اس معاملے میں اس درجہ احتیاط کا حکم دیا ہے کہ اگر کسی شخص سے کوئی مشتبہ کلام سرزد ہو جائے جس میں سو احتمال میں سے ۹۹ احتمالات مضمون کفر ہونے کے ہوں اور ایک احتمال عبارت میں اس کا بھی ہو کہ اس کے کوئی صحیح و جائز معنی بن سکیں تو مفتی پر لازم ہے کہ ننانوے احتمالات کو چھوڑ کر اسی ایک احتمال کی طرف مائل ہو اور تکفیر نہ کرے لیکن یاد رہے کہ یہ احتیاط اسی صورت میں ہے جبکہ

واقعی اس عبارت کے ایک صحیح و جائز معنی بن سکیں۔ اور قائل بھی خود اپنے کسی قول و فعل سے اس کی تصریح نہ کردے کہ اس کی مراد وہی معنی ہیں جس سے کفر عائد ہوتا ہے۔ ورنہ اگر صحیح و جائز معنی نہ بن سکیں تو وہ کلمہ کفر قرار پائے گا اور اگر قائل خود ہی تصریح کردے میری مراد یہ معنی کفری ہیں تو پھر اس کی تکفیر کی جائے گی"۔

(بصیرت، ص ۳۸، فرید بک ڈپو دہلی)

اللہ اکبر! اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ اکابر دیوبند کی وہ عبارات جن پر خان صاحب نے کفر کا فتوی لگایا اس میں ایک فیصد صراحت تو دور شائبہ کفر وگستاخی بھی نہیں جس کی دلیل خود وہ بریلوی مشائخ ہیں جن کا ذکر ہم نے بار بار کیا کہ انہوں نے ان عبارات کو نہ صرف یہ کہ درست کہا بلکہ ان کے دفاع میں کتب لکھیں۔ لیکن بالفرض مان بھی لیں کہ معاذ اللہ بادی النظر میں ان میں کوئی گستاخی تھی تب بھی رضوی صاحب کے اصول پر کفر کا فتوی تب لگے گا جب قائل وہ کفری معنی متعین کردے کہ میری مراد یہی تھی ورنہ نہیں اور ہمارے اکابر معاذ اللہ وہ معنی متعین تو کیا کرتے الٹا اس معنی پر ببانگ دہل کفر کے فتوے لگائے۔

اس صراحت کے بعد جب ایک مسلمان سے حسن ظن کا اصول ہے تو یہ تو مسلمانوں کے پیشوا تھے ان سے حسن ظن کا معاملہ کرنا تو ایک عام مسلمان سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ اس اصول کی روشنی میں اگر بالفرض عبارات پر کوئی اشکال ہوتا تو بھی ان کی کوئی اچھی توجیہ و توضیح کی جاتی اگر بالفرض کوئی توجیہ سمجھ میں نہ بھی آرہی ہوتی تو ان اکابر نے جو خود توجیہ کی اسے ہی تسلیم کرلیا جاتا کیونکہ خود امجدی صاحب تحقیقات میں لکھ چکے ہیں کہ خان صاحب بریلوی کو شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی عبارات میں ایسا اسلامی پہلو نظر آیا جو علامہ فضل حق خیر آبادی کی نظروں سے اوجھل تھا۔ خود خان صاحب لکھتے ہیں کہ تصنیف را مصنف نیکو کنند بیان (کلیات مکاتیب رضا، حصہ اول ص ۱۸۱) تصنیف کو اس کا مصنف ہی بہتر بیان کرسکتا ہے اور اکابر دیوبند نے اسکو بیان کیا، اس پر مستزاد ان کا عقیدہ اور اہل علم ہونا باصول امجدی اس بات کا مخصص تھا کہ یہ کفری معنی ان کی مراد نہیں مگر ظاہر ہے کہ یہ سب باتیں تو اس وقت ملحوظ رکھی جاتیں کہ جب خان صاحب واذناب کا یہ اختلاف کسی اصول وخدا خوفی پر ہو جب اختلاف تھا ہی انگریز کے ایما پر اور ذاتی بغض وعناد اور علمائے دیوبند کے حسد وبغض میں تو وہاں بھلا مخالف کی سنتا کون ہے؟

رضا خانیوں نے اہل السنۃ والجماعۃ احناف دیوبند کے خلاف قریبا اپنی ہر کتاب میں یہ لکھا ہے کہ "گستاخی کا دارومدار عرف پر ہے، اس میں نہ کسی عقیدے کا دخل ہے نہ تاویل قابل مسموع ہے" یعنی اگر عرف میں وہ گستاخی ہوگا تو قائل کی مراد وعقیدہ خواہ کچھ ہو ہم اس پر کفر کا فتوی لگائیں گے۔ اسی طرح جب ایک لفظ اچھے اور برے دونوں معنوں کا محتمل ہوگا تو اچھے معنی کو نہیں دیکھا جائے گا بلکہ برے معنی کو ترجیح ہوگی جیسے "راعنا"۔

لیکن افسوس کہ یہ اصول انہوں نے صرف علمائے دیوبند کو معاذ اللہ کافر بنانے کیلئے عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کیلئے وضع کیا۔ جب ان کے اپنے بڑوں کا معاملہ آتا ہے تو پینترا کیسے بدلتے ہیں اس کی ایک مثال ملاحظہ ہو۔ مفتی شریف الحق امجدی صاحب "کملی" کے لفظ پر بحث کرتے ہیں:

"فرہنگ آصفیہ جلد دوم ص ۵۶۵ میں ہے "کملی، کمبل کی تصغیر ہے۔ ایک قسم کی ادنی پوتیں جو بکریوں اور بھیڑوں کی کھال سے تیار کی جاتی ہے اسے غریب درویش لوگ پہنا کرتے ہیں۔ فیروز اللغات ص ۱۶۶ میں ہے "کملی، کمبل کی تصغیر ہے۔ چھوٹا کمبل بنا علیہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لباس کو کملی کہنا ممنوع ہے۔ شامی میں ہے

مجرد ایھام المعنی المحال کاف للمنع کسی ناروا معنی کا ایہام منع کیلئے کافی ہے ۔اس کی نظیر راعنا ہے ۔۔۔۔اور یہاں کملی میں ایک ہی زبان میں تصغیر ہے ۔اگر چہ دوسرا معنی بھی ہے اس لئے یہ بدرجہ اولی ممنوع ہوگا اگر چہ بولنے والے کی نیت تصغیر کی نہ ہو دوسرا معنی ہو"۔

(فتاوی شارح بخاری ،ج ا ص ۵۳۵،۵۳۶)

"صیغہ تصغیر کا استعمال مطلقا ممنوع ہے ۔۔اس لئے ایسے الفاظ جن کے کچھ معنی درست ہوں کچھ خبیث اور شرع میں وارد نہ ہوں اس کا استعمال اللہ عزوجل اور رسول اللہ ﷺ کی شان میں ممنوع ہے"۔

(فتاوی شارح بخاری ،ج ا ص ۵۳۷)

"حضور اقدس ﷺ کو کملی والے یا اللہ کا دلبر کہنا جائز نہیں "کملی"، کمل کی تصغیر ہے ۔حضور اقدس ﷺ یا انبیائے کرام سے جس چیز کا تھوڑا سا بھی تعلق ہو اسے صیغہ تصغیر سے ذکر کرنا جائز نہیں ۔تصغیر کا مطلب ہوتا ہے کسی چیز کا چھوٹا پن اور اس کی تحقیر کیلئے کوئی صیغہ استعمال کیا جائے"۔

(فتاوی شارح بخاری ،ج ا ص ۵۳۸)

"مجدد اعظم اعلی حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے المعتمد المستند میں تصریح فرمائی ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے متعلقات کو بصیغہ تصغیر ذکر کرنا مطلقا ناجائز ہے علماء نے لکھا ہے جس نے حضور اقدس ﷺ کے موئے مبارک کو شعیر کہا وہ کافر ہو گیا اس پر فرمایا (ترجمہ) یعنی حضور اقدس ﷺ کے متعلقات میں تصغیر کا استعمال مطلقا ممنوع ہے اگر چہ محبت کے طور پر ہو بلکہ تصغیر کبھی تعظیم کیلئے آتی ہے اس کے باوجود صرف ایہام ممنوع اور حرام ہونے کیلئے کافی ہے ۔اس سے ظاہر ہو گیا کہ صیغہ تصغیر کسی بھی نیت سے شان نبوت میں استعمال کرنا ممنوع ہے خواہ بہ نیت محبت ہو خواہ بہ نیت تعظیم ہو خواہ بہ نیت اختصار وجہ اس کی یہ ہے کہ تصغیر کی اصل وضع تحقیر کیلئے ہے ۔۔۔جب تصغیر کا صیغہ بولا جائے گا تو ذہن اول وہلہ میں تحقیر ہی کی طرف منتقل ہو گا"۔

(فتاوی شارح بخاری ،ج ا ص ۵۳۹)

خلاصہ کلام کہ "کملی" چونکہ تصغیر ہے اور تصغیر اصل میں تحقیر کیلئے وضع ہے عرف میں جب تصغیر جیسے کملی کا لفظ بولا جاتا ہے تو تحقیر ہی کی طرف ذہن منتقل ہوتا ہے ۔خود امجدی صاحب کے بقول:

"تصغیر کا زیادہ تر استعمال تحقیر کیلئے ہوتا ہے"۔(فتاوی شارح بخاری ،ج ا ص ۵۱۷)

لہذا اس کا استعمال نبی کریم ﷺ کی شان میں کفر و گستاخی ہونا چاہیئے ۔پھر اگر اس تصغیر سے نیت تعظیم ہو تب بھی بقول امجدی صاحب کے ذومعنی لفظ ہے اچھے اور خبیث دونوں معنی کو لئے ہوئے ہے ایسے لفظ کے بارے میں رضاخانی مذہب کا اصول ہے:

(۱) پیر کرم شاہ صاحب ازہری لکھتے ہیں کہ:

"ہر ایسے لفظ کا استعمال بارگاہ رسالت میں ممنوع ہے جس میں تنقیص اور بے ادبی کا احتمال ہو"۔

(ضیاء القرآن: ج ا:ص ۸۳)

(۲) مفتی احمد یار صاحب نعیمی لکھتے ہیں کہ:

''اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ کی شان میں ایسے الفاظ بولنا حرام ہیں جن میں بے ادبی کا ادنی شائبہ بھی ہو''۔

(تفسیر نعیمی: ج ا:ص ۵۳۷)

(۳) پیر ابوالحسنات قادری لکھتے ہیں کہ:

''جس کلمہ میں ان کی شان میں ترک ادب کا وہم بھی ہو وہ زبان پر لانا ممنوع ہے''۔

(تفسیر الحسنات: ج ا:ص ۲۴۵)

(۴) بریلوی صدر الافاضل مولوی نعیم الدین مراد آبادی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''جس کلمہ میں ترک ادب کا شائبہ بھی ہو وہ زبان پر لانا ممنوع ہے''۔

(خزائن العرفان: ص ۲۹۔ مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور)

(۶) مولوی حسن علی رضوی میلسی لکھتا ہے کہ:

''جن الفاظ کا معنی صحیح اور ایک معنی غلط اور بے ادبی وگستاخی پر مبنی ہو ایسا ذو معنی الفاظ بھی سخت ممنوع ہے۔للکفرین میں واضح اشارہ ہے۔انبیاء علیہم السلام کی شان ارفع میں ادنی بے ادبی بھی کفر قطعی ہے''۔

(محاسبہ دیوبندیت: ج ۲ ص ۳۷۵)

ان حوالوں سے معلوم ہوا کہ رضاخانیوں کے نزدیک اگر چہ لفظ بظاہر صحیح ہو مگر اس کا دوسرا معنی گستاخی بے ادبی پر مشتمل ہو یا اس کا شائبہ تک ہو تو ایسا لفظ انبیاء علیہم السلام کی شان میں گستاخی ہو گا، اور گستاخی کرنا قطعی کفر ہے۔

اب لفظ ''کملی'' جس میں رضاخانیوں کے اصول کے مطابق کفریات وگستاخی کے تمام لوازم پائے جاتے ہیں مثلاً ''عرف میں اس کو تحقیر کیلئے ہی بولتے ہیں'' ''اس کی نظیر لفظ راعنا ہے'' ''یہ ذو معنی لفظ ہے خبیث معنی کو بھی شامل ہے'' اس اصول کی روشنی میں یہ لفظ کسی نے بھی بولا ہو اس پر ایسے ہی کفر کے فتوؤں کی بوچھاڑ کرنی چاہئے تھی جیسا یہ لوگ علمائے دیوبند کی عبارات پر کرتے ہیں، مگر ہم تو پہلے کہہ چکے ہیں کہ ان کا یہ اختلاف منافقت و دورنگی کی بدترین بنیادوں پر قائم ہے۔اب یہ لفظ چونکہ ان کے اپنے بڑوں نے بھی استعمال کیا تھا خاص کر ان کے ''صدر الشریعہ'' نے لہذا اپنے ہی ان اصولوں کا خون کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حضرت صدر الشریعہ یا بعض اکابر کے کلام میں اگر یہ لفظ آ گیا ہے یہ عدم توجہ کی بنا پر جیسے مدینہ طیبہ کو یثرب کہنا منع ہے۔حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللمعات میں نقل فرمایا ہے کہ بعض علما نے فرمایا کہ جو مدینہ طیبہ کو یثرب کہے اسے کوڑے مارے جائیں اور یہ بہت سے بزرگوں کے کلام میں موجود ہے۔حضرت شیخ سعدی قدس سرہ نے لکھا:

بلبیک حجاج بیت الحرام　　بہ مدفون یثرب علیہ السلام

حضرت جامی کا مشہور شعر ہے

کے بود یارب کہ رو دیثرب وبطحا کنم　　گہہ بمکہ منزل وگہہ درمدینہ جا کنم

ظاہر ہے کہ عدم توجہ کا ثمرہ ہے۔اسی طرح جن اکابر کے کلام میں لفظ کملی وارد ہے وہ اسی بنا پر ہے کہ اس جانب توجہ نہ ہوئی کہ یہ کلمہ تصغیر ہے ورنہ وہ ہرگز استعمال نہ کرتے''۔

(فتاوی شارح بخاری، ج۱،ص ۵۴۰)

''اور جو بعض اکابر کے کلام میں آ گیا ہے اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اکابر سے بھی بوجہ بے التفاتی اس قسم کی لغزش ہوتی چلی آئی ہے''۔

(فتاوی شارح بخاری، ج۱،ص ۵۴۷)

گویا بزرگ بے التفاتی میں نبی کریم ﷺ کی شان میں تحقیر آمیز الفاظ کہہ دیتے تھے مگر ان کی نیت توہین کی نہیں تو کفر کا فتوی بھی نہیں تو پھر ان تمام کتب کو آگ لگائی جائے جہاں ان رضاخانیوں نے علمائے دیوبند کی عبارات کے متعلق یہ کہا کہ عرف کی وجہ سے گستاخ ہے نیت خواہ کچھ بھی ہو۔

ہمارا مدعی یہ ہے کہ رضاخانیوں کا ہم سے اختلاف منافقت کی بنیاد و مسلکی تعصب کی بنیاد پر ہے ان کا فتوی ہمارے لئے کچھ اور اپنوں کیلئے کچھ اور ہے اسی پر رضاخانی شیخ الاسلام ہاشمی میاں کی شہادت ملاحظہ ہو کہ وہ اس کملی والے لفظ پر رضاخانیوں کی منافقت کو اس طرح واضح کرتے ہیں:

''لہٰذا مولانا اختر رضا خان ازہری، مفتی بدرالدین احمد قادری رضوی، مفتی شریف الحق امجدی اور مفتی شفیق احمد شریفی جیسے تمام مفتیوں، مولویوں، اور رضویوں کو چاہئے کہ وہ مفتی اعظم ہند کی مشہور حیثیت وشخصیت کی پرواکئے بغیر شریعت کا ہی خیال رکھیں اور حکم شرع نافذ کرتے وقت کسی کا رنگ وروپ نہ دیکھیں۔اس کے مریدوں کی تعداد، اس کی علمی حیثیت اور اس کی دولت وشہرت کی بھی پروانہ کریں۔ صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول جل وعلا و ﷺ کی رضاجوئی کیلئے حکم شرع نافذ کریں۔اور رضائے مولی کے حصول کیلئے صاف الفاظ میں فرمائیں کہ:

''مفتی اعظم ہند علامہ مصطفی رضا خان بریلوی نے اپنے کلام میں سرکار مخدوم صابر پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے گو سیاں سیاں، صورتیا، اٹریاں، پیاں، اور بیاں جیسے کلمات تصغیر استعمال کئے ہیں۔لہٰذا اگر مفتی اعظم ہند نے مذکورہ کلمات تصغیر سرکار صابر پاک کیلئے بطور تحقیر استعمال کئے ہیں تو مولانا مصطفی رضا خان کافر ہیں۔اور اگر بطور محبت استعمال کئے ہیں تو مولانا مصطفی رضا خان سخت ممنوع وحرام کے مرتکب ہوئے''۔

اب دیکھنا ہے کہ ازہری صاحب کے بازار میں جیت کس کی ہوتی ہے؟ طبعیت کی یا شریعت کی؟''۔

(لفظی کملی ،ص ۶۵،۶۶، دارالسلام ٹرسٹ درگاہ شریف کچھوچھا، مارچ ۱۹۹۳)

رضاخانی شیخ الاسلام ہاشمی میاں کا یہ اقتباس اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ رضاخانی مذہب میں فتوی ''شریعت'' پر نہیں بلکہ ''طبعیت'' پر لگتا ہے۔

رضاخانی اشرف العلماء مولوی اشرف سیالوی کہتا ہے:

''علامہ طیبی نے حدیث رسول ﷺ تمسك بسنة خير من احداث بدعة یعنی سنت نبوی کا لازم پکڑنا بدعت جاری کرنے سے بہتر ہے کے تحت یوں کہہ دیا سنة قذرة یعنی گھٹیا سنت علامہ ابن حجر مکی نے اس عبارت پر ردوقدح کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر اس شخص کا علم اور صاحب تحقیق ہونا اور نبی اکرم ﷺ سے عقیدت ومحبت سے سرشار ہونا ہمیں معلوم نہ ہوتا۔۔۔تو اس کلمہ کی وجہ سے اس پر

بہت بڑا سنگین فتویٰ اور کلمہ شرعی عائد کیا جاتا''۔

(مناظرہ جھنگ۔ص:۲۸۲)

اگر کسی شخص کا صاحب علم ہونا اور عشق رسالت ﷺ سے سرشار ہونا دلیل ہے کہ اس پر گستاخی کے باوجود ''سنگین فتویٰ'' نہیں لگ سکتا تو آخر یہی اصول علمائے دیوبند کیلئے کیوں نہیں؟

یہی علامہ اشرف سیالوی لکھتے ہیں:

''جھنگ کے مولوی حق نواز نے ایک نیا شوشہ چھوڑا کہ دراصل سنی بریلوی گستاخ ہیں ہم تو قطعاً گستاخ و بے ادب نہیں ہیں۔حالانکہ اہل سنت کا بنیادی جھگڑا ہی علمائے دیوبند سے یہی تھا اور ان پر حنفیت وسنیت کے دعویٰ کے باوجود غیظ وغضب اور ان سے نفرت وبیزاری صرف اور صرف گستاخانہ انداز تحریر کی وجہ سے ہی تھی تو یہ کیونکر ممکن تھا کہ خود علمائے اہل سنت اس امر قبیح اور فعل شنیع کا ارتکاب کرتے''۔

(مناظرہ جھنگ،ص ۳۶)

بہت خوب سیالوی صاحب! بہت خوب! یہی تو وہ نرالے اصول ہیں جو آپ کی منافقت و دوغلے پن کو واضح کرتے ہیں اگر رضاخانی اس وجہ سے گستاخی نہیں کرسکتے اور وہ ''گستاخی پروف'' ہیں کہ ان کا علمائے دیوبند سے جھگڑا ہی گستاخی کی بنیاد پر ہے تو علمائے دیوبند کا جھگڑا بھی تو مرزائیوں سے ختم نبوت کی بنیاد پر ہے اور اب تک جتنی خدمت اس عقیدے کی علمائے دیوبند نے کی اس کے نصف تک بھی رضاخانی علما نہیں پہنچ سکتے تو یہاں یہ حسن ظن کیوں نہیں رکھا گیا کہ جب خود علمائے دیوبند کا جھگڑا مرزائیوں سے ان سے نفرت کی بنیادی وجہ ہی انکار ختم نبوت ہے تو خود اس امر قبیح وفعل شنیع کا ارتکاب کیوں کرسکتے ہیں؟

مزید ملاحظہ فرمائیں مولانا عبدالستار خان نیازی لکھتے ہیں:

''ملت کے تمام طبقات کو یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ جو شخص حضور ﷺ کی ذات اقدس کے متعلق اشارۃً یا کنایۃً سوئے ادبی کرتا ہے اسے مسترد کردیا جائے چاہے کتنا ہی مقام ومرتبہ کا مالک کیوں نہ بنتا ہو جو کچھ میں نے کہا یہی نقطہ نظر علما دیوبند کے اکابر نے بھی اپنی کتب میں بیان کیا ہے''۔(اتحاد بین المسلمین،ص ۸۲)

منشاء تابش قصوری لکھتا ہے:

''اسی طرح علمائے دیوبند اس بات کے بھی قائل ہیں کہ شان نبوت میں معمولی سی بے ادبی کفر کا موجب ہے''۔

(دعوت فکر،ص ۱۵)

سیالوی صاحب! آپ کے اصول کے مطابق جب علمائے دیوبند حضور ﷺ کی شان میں معمولی گستاخی خواہ اشارۃً ہو یا کنایۃً کو برداشت نہیں کرسکتے اسے کفر کہتے ہیں تو خود اس امر قبیح وفعل شنیع کے مرتکب کیسے ہوسکتے ہیں؟ ہائے کاش کہ تعصب کی عینک اتار کر کم از کم اپنے ہی اصولوں کا پاس لحاظ رکھ لیا جائے۔

لطیفہ: یاد رہے کہ خود اشرف سیالوی صاحب کے کفر،گستاخی پر سات سے زائد کتب ان کے ہم مسلک مولویوں نے لکھی ہیں موصوف اپنے اس اصول کی سزا یقیناً اس وقت اپنی قبر میں ملاحظہ کررہے ہوں گے۔اللہ پاک بعد والوں کو ہدایت نصیب کرے۔آمین۔

غرض یہ ساری تفصیل اس بات کا بین ثبوت ہے کہ خود انہوں نے جو اصول وضع کئے،علمائے دیوبند کی عبارات کے متعلق ان کا خون

خود ہی کیا۔اور ان اصولوں کا بالکل بھی پاس ولحاظ نہیں رکھا۔ہمارے اس دعوے پر مزید دلائل بھی ملاحظہ فرمائیں۔

حسام الحرمین اور آل بدعت کی دورنگی

قارئین کرام! آج رضاخانیوں نے اپنی کتب وتقریروں میں یہی راگ الاپا ہوا ہے کہ معاذ اللہ اہل السنۃ والجماعۃ علمائے دیوبند نبی کریم ﷺ کے گستاخ ہیں ان کے چارا کابر نے معاذ اللہ چار کفریات بکے ہیں:

(۱) حضور ﷺ کی ختم نبوت کا انکار کیا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کے بارے میں ان کا عقیدہ ہے کہ وہ بالفعل جھوٹ بولتا ہے۔

(۳) شیطان کا علم نبی کریم ﷺ سے زیادہ مانتے ہیں۔

(۴) نبی کریم ﷺ کا علم جانوروں پاگلوں بچوں جیسا مانتے ہیں۔(نعوذ باللہ)

اعلیٰ حضرت نے حسام الحرمین میں ان ہی عقائد کی بنیاد پر علمائے دیوبند کے چار اکابر پر کفر کا فتویٰ لگایا لہٰذا جب تک یہ لوگ اپنے ان اکابر سے اعلان برات نہیں کریں گے اور ان عقائد سے اعلان برات نہیں کریں گے یہ کافر ہیں من شك فى كفره و عذابه فقد کفر جو ان کے کفر وعذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ہم ہر چیز قبول کر سکتے ہیں لیکن نبی کریم ﷺ کی ناموس پر سمجھوتا کسی صورت نہیں کر سکتے۔یہ تو دیوبندی تھے اگر ہمارے ماں باپ بھی ایسی گستاخیاں کرتے تو ہمارا فتویٰ ان کیلئے بھی یہی ہوتا۔نبی کریم ﷺ کی ناموس پر ہمارا سب کچھ قربان۔

قارئین کرام! اس حوالے سے ہم بہت کچھ دفاع اہل السنۃ والجماعۃ کی جلد اول و دوم اور خصوصاً جلد دوم کے مقدمہ میں لکھ چکے ہیں لہٰذا اس کی اعادہ کی ضرورت نہیں۔یہاں میں ایک اور طرز سے گفتگو کروں گا۔سوال یہ ہے کہ کیا حسام الحرمین کے کفر کا یہ فتویٰ صرف ان چار اکابر اور ان کے ماننے والے جمہور طبقہ اہل السنۃ والجماعۃ کیلئے ہے؟ اگر دیگر لوگ بقول جماعت رضاخانیہ ان اکابر سے بھی معاذ اللہ بڑے کفریات کے مرتکب ہوں تو آخر یہ فتویٰ ان پر لاگو کیوں نہیں ہوتا؟ ہمارا شروع دن سے یہ دعویٰ ہے کہ اہل بدعت کا عشق رسالت ﷺ کا یہ نعرہ محض منافقانہ نعرہ ہے۔اس نعرہ کی آڑ میں انہوں نے اپنا الگ فرقہ زندہ رکھنا ہے۔یہ نعرہ ان کے جداگانہ تشخص کیلئے آکسیجن کا درجہ رکھتا ہے لہٰذا وہ اس نعرے سے کبھی بھی پیچھے نہیں ہٹ سکتے۔اگر یہ نعرہ یہ فتویٰ کسی بغض کی بنیاد پر یا انگریزی سازش کے نتیجہ میں نہ ہوتا بلکہ اصول واخلاص پر ہوتا تو سب کیلئے ہوتا لیکن صبح شام دیوبندیوں کی گستاخیوں پر ہلکان ہونے والے رضاخانی مولویوں کے سامنے جب آپ ان کے بڑوں کی گستاخیاں رکھیں گے اور فتویٰ طلب کریں گے تو ان کو سانپ سونگھ جائے گا۔

ہم اس کی چند مثالیں مزید آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

بریلویت اور ختم نبوت کا انکار

کچھ عرصہ پہلے بریلوی مناظر مولوی سعید احمد اسد فیصل آبادی اور مولوی اشرف آصف جلالی کا سوشل میڈیا پر ایک تنازعہ کھڑا ہوا۔دونوں طرف سے ویڈیو بیانات کی صورت میں خوب لے دے ہوئی یہ تمام ویڈیو ریکارڈ ہمارے پاس بھی موجود ہے اور ان دونوں حضرات کے

پیجز اور یوٹیوب چینلز پر جا کر اس گفتگو کو دیکھا جاسکتا ہے۔ ہم اس حوالے سے جو خلاصہ پیش کرنے جا رہے ہیں اس کو غلط ثابت کرنے والے کو مبلغ ایک لاکھ روپے کا انعام دیا جائے گا۔ مولانا سعید اسد صاحب کا نظریہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کو چالیس سال کی عمر میں نبوت ملی اگر آپ کو عالم ارواح سے نبی مانا جائے تو اس سے حضور ﷺ کی ختم نبوت کے انکار کا دروازہ کھلتا ہے کیونکہ مرزائی کہیں گے کہ حضور ﷺ جب عالم ارواح میں نبی تھے اس کے بعد کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء آئے اس سے تو حضور ﷺ کی ختم نبوت پر کوئی فرق نہیں پڑا تو ایک مرزا کے آنے سے فرق کیوں پڑ رہا ہے؟ لوگ اس راستے سے مرزائی ہو رہے تھے میں نے اپنے استاد مولانا اشرف سیالوی کا نظریہ پیش کر کے لوگوں کو مرزائیت سے بچایا ہے۔

جبکہ دوسری طرف مولانا اشرف آصف جلالی کا نظریہ یہ تھا کہ اس صورت میں سعید اسد صاحب حضور ﷺ کی نبوت ہی کے منکر ہو گئے ہیں۔ اب دیکھیں ختم نبوت کا انکار بھی کفر ہے اور حضور ﷺ کی نبوت کا انکار بھی کفر ہے دونوں کا انکار ضروریات دین کا انکار ہے۔ حسام الحرمین کی روشنی میں دونوں اور ان کے متبعین کے کفر میں شک کرنے والے بھی کافر ہیں۔ مگر آپ مجموعی طور پر رضاخانی جماعت کا رویہ دیکھ لیں اس صریح کفر پر دونوں طرف سے مجرمانہ خاموشی ہے۔ کیوں؟ صرف اس لئے کہ دونوں ان کے اپنے ہم مسلک ہیں۔

سیالوی صاحب لکھتے ہیں:

''بعض حضرات یہ روایت بھی پیش کرتے ہیں کہ سرکار علیہ السلام نے فرمایا

انی عند اللہ لمکتوب خاتم النبیین و آدم لمنجدل فی طینتہ

اس کے بارے میں گزارش ہے کہ اس حدیث سے استدلال درست نہیں کیونکہ اگر سرکار علیہ السلام کو سب سے پہلے نبوت ملی ہے تو آپ خاتم النبیین کیونکر ہو سکتے ہیں۔ اگر سب سے پہلے سرکار علیہ السلام ختم نبوت سے متصف تھے تو پھر بعد میں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کیسے مبعوث ہوئے؟

اس طرح تو پھر نانوتوی کا کلام ٹھیک ہو جائے گا کہ اگر بعد از زمانہ نبوی کوئی اور بھی نبی آجائے تو ختم نبوت میں کچھ فرق نہیں آئے گا''۔

(التحقیقات، ص ۳۹۳، ۳۹۴)

گویا اس حدیث سے حضور ﷺ کے عالم ارواح میں استدلال کرنے سے اور اس حدیث کو درست مان لینے سے بقول آل بدعت حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ درست ہو جائے گا جو کہ رضاخانیوں کے ہاں بالاتفاق کفر ہے۔ اب ملاحظہ فرمائیں کہ رضاخانی مناظر عبد المجید سعیدی اپنی کتاب ''تنبیہات کے ص ۲۲۵، ۲۴۵، ۱۵۶، ۱۶۱'' پر اسی حدیث سے عالم ارواح میں نبی کریم ﷺ کی نبوت پر استدلال کرتا ہے گویا سعیدی اور اس کے ماننے والے سب حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عقیدہ ہو گئے۔ ص ۲۰۴، ۲۰۵ پر اپنے فقیہ ملت مفتی جلال الدین امجدی کی فتاوی فیض الرسول ج ۱ ص ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴ کے حوالے سے اسی حدیث کو تسلیم کیا گویا فقیہ ملت بھی حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہم عقیدہ۔ اپنے غزالی زماں کے حوالے سے لکھا:

''حضور علیہ السلام نے فرمایا بے شک میں اللہ تعالی کے نزدیک خاتم النبیین ہو چکا تھا اور آدم علیہ السلام ابھی اپنے خمیر میں تھے یعنی ان کا ابھی پتلا بھی نہ بنا تھا۔ ملاحظہ ہو مقالات کاظمی ج ۱ ص ۶۰۔ (تنبیہات، ص ۲۰۷)

مفتی شریف الحق امجدی نے فتاوی شارح بخاری ج ۱ ص ۵۷۸ پر اس حدیث کو صحیح مانتے ہوئے نبی کریم ﷺ کی نبوت کے دوام

پر استدلال کیا۔گویا کہ یہ سب بریلوی اکابر نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت کے منکر ہوئے وہی فرد جرم عائد ہوئی جو یہ لوگ حضرت امام نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ پر عائد کرتے رہے۔

اسی طرح رضاخانیوں نے بریلوی مایہ ناز عالم ومناظر اشرف سیالوی کے خلاف مندرجہ ذیل کتب لکھیں:

(۱) تنبیہات از عبدالمجید سعیدی

(۲) تصریحات از مولوی نذیر احمد سیالوی

(۳) نبوت مصطفیٰ ﷺ ہر آن ہر لحظہ

(۴) تجلیات علمی فی رد نظریات سلوی

(۵) نبوت مصطفیٰ ﷺ جمہور امت کے آئینہ میں

(۶) نبوت عند الشیخین

(۷) تحقیقات اپنے مندرجات کے آئینہ میں۔وغیرہ وغیرہ

ان سب میں یہ قدر مشترک ہے کہ اشرف سیالوی اور اس کے متبعین نبی کریم ﷺ کی نبوت کے منکر ہیں۔یہ بنیادی کتب ہیں ورنہ چھوٹے موٹے رسائل کا تو ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے۔مگر آج تک دونوں میں سے کسی ایک فریق نے بھی ایک دوسرے پر حسام الحرمین کا اصول کہ "من شك في كفره وعذابه فقد كفر" کا اطلاق نہیں کیا۔کیوں؟ یہ منافقت کیوں؟ یہ حسام الحرمین رضاخانیوں کے سر پر جب پڑتی ہے تو کند کیوں ہوجاتی ہے؟ یہ طرز عمل اس بات کی بین دلیل ہے کہ رضاخانیوں کا علمائے دیوبند سے اس بنیاد پر اختلاف محض مسلکی تعصب،ضد وعناد ہے۔

کیا مولانا سعید اسد صاحب نے رجوع کرلیا؟

ہوسکتا ہے کہ کوئی رضاخانی اپنے موروثی منافقت ودھوکا دہی کی صفت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہے کہ مولانا سعید اسد صاحب نے تو رجوع کرلیا تھا۔تو اس سلسلہ میں دو گذارشات ہیں۔آپ لوگوں کو ان پر دعویٰ "نبوت کے انکار" کا تھا۔یہ ضروریات دین کا انکار ہے اور اس سے توبہ ورجوع کی پانچ شرائط مولوی حشمت علی رضوی نے بتلائی ہیں جو ہم نے دفاع جلد دوم کے مقدمہ میں عرض کردی ہیں۔لہذا ان کا توبہ ورجوع اسی طریقہ پر ثابت کیا جائے۔ثانیاً مولوی اشرف سیالوی اور ان کا بیٹا اور ان کے سینکڑوں شاگرد تو بغیر توبہ اس دنیا سے چلے گئے ان کا کیا ہوگا؟ باقی رہا سعید اسد صاحب کا رجوع وہ خود رضاخانیوں کو بھی مسلم نہیں یہاں ہم اس رجوع کے خلاف دو رضاخانی مولویوں "مولوی نذیر سیالوی" اور "مولوی عبدالمجید سعیدی" کے مضامین پیش کررہے ہیں۔ملاحظہ ہو:

علامہ سعید احمد اسعد صاحب کے نظریہ کا منصفانہ تجزیہ

مسئلہ نبوت میں غلطی کرنے والوں کا رجوع ہمارا عین مقصود ہے اور ہمارے لیے نہایت ہی خوشی کا موجب ہے بشرطیکہ واقعی رجوع ہو۔

میرا نظریہ: کے عنوان سے علامہ احمد اسعد صاحب کی 14-11-2019ء کی ایک تحریر منظر عام پر آئی ہے جسے رجوع قرار دیکر ایک دوسرے کو مبارک باد دی جا رہی ہے۔

ازراہِ خیر خواہی اس کے بارے میں چند گزارشات

جس شدت سے حضور سید العالمین ﷺ کی عالم ارواح والی نبوت کا انکار کیا گیا، اسے عقیدہ ختم نبوت کے منافی قرار دیکر اس نبوت کا عقیدہ رکھنے والوں کو ختم نبوت کے منکرین ٹھہرایا گیا جو درحقیقت پوری امت مسلمہ کو خارج از اسلام قرار دینا ہے، حالانکہ حضور سید المرسلین ﷺ کا عالم اجسام میں مشرف بہ نبوت و رسالت ہونا (جو جمہور امت کے نزدیک دوسری نبوت ہے) اور خاتم النبیین و آخری نبی ہونا باجماع امت ضروریات دین سے ہے۔

نیز موصوف کی طرف سے اپنے عقیدہ کی تحریری وضاحت پہلے بھی متعدد بار کی گئی اور عقیدہ اہل سنت کے خلاف تبلیغ بھی اعلانیہ طور پر جاری رکھی اور اکابرین اہل سنت پر افتراء اور ان کی عبارات کی معنوی تحریف بھی بڑی فراخ دلی سے ہوتی رہی اور موصوف نے اس دورانیہ میں متعدد مرتبہ کہا ہے کہ میں حضور اکرم ﷺ کو عالم ارواح میں حقیقی نبی مانتا ہوں لیکن لغوی یعنی بلند مرتبہ اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ کی ایک عبارت کا مطلب بھی یہی بتایا (حالانکہ یہ ان پر افتراء ہے)

اور یہ بھی کہا کہ میں آپ ﷺ کو عالم ارواح میں بالفعل نبی مانتا ہوں، پھر اس کی وضاحت یوں کی کہ بالفعل کا معنی ہے: ''التحقق فی احد الازمنۃ الثلثۃ'' یعنی تینوں زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ میں ثابت اور محقق ہونا تو مستقبل بھی ایک زمانہ ہے اور میں غار حراء کی وحی کے ساتھ نبوت مانتا ہوں، لہذا یہ عالم ارواح میں بالفعل نبی ماننا ہے۔ (حالانکہ یہ بالفعل کے معنی کی تحریف ہے)

بلکہ موصوف مارچ 2013ء میں حضور نبی کریم ﷺ کے عالم ارواح میں بالفعل نبی ہونے کی تحریر بدست اپنے والد گرامی حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب قدس سرہ العزیزی پر دستخط کر چکے ہیں جس میں اس عقیدہ کے خلاف تحریراً یا تقریراً کبھی بحث نہ کرنے کا وعدہ ہے لیکن اس کے باوجود اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ پوشیدہ نہیں ہے۔

21-12-2017ء میں موصوف نے بدست خود اپنا عقیدہ تحریر کر کے دیا کہ: ''اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں ہی سید عالم ﷺ کی روح مقدس کو وصف نبوت سے متصف فرما دیا تھا (تا) اس نبوت میں کوئی انقطاع واقع نہ ہوا''۔ اور اس تحریر پر اپنے دستخط بھی ثبت کیے ہیں۔ لیکن اس کے بعد جو بولی بولتے رہے وہ سب کو معلوم ہے۔

اس پس منظر کے پیش نظر رجوع کی تحریر خوب واضح ہونا لازم اور ضروری ہے جبکہ 14-11-2019ء کی تحریر بوجوہ ناکافی ہے۔

نمبر ۱: اس میں لکھا ہے:

''اور نبی اکرم ﷺ (تا) عالم ارواح میں بالفعل نبی تھے جملہ لوازمات نبوت کیساتھ'' تا آخر

گزارش ہے کہ موصوف کے نزدیک عالم ارواح میں بالفعل نبی ہونے کا معنی ان کے اپنے بیان کے مطابق یہ ہے کہ عالم اجسام میں غارحراء کی وحی کے ساتھ نبی بنائے گئے لہذا عالم ارواح میں بالفعل نبی تھے۔

حالانکہ اہل علم پر ہرگز مخفی نہیں ہے کہ یہ درحقیقت عالم ارواح میں حضور سید المرسلین ﷺ کے حقیقتا اور بالفعل نبی ہونے کی نفی اور انکار ہے اس لئے کہ بالفعل نبی کے معنی کی وضاحت رجوع کی تحریر میں ہونا ضروری ہے تاکہ واضح ہو کہ بالفعل کا حقیقتا اصطلاحی معنی مراد ہے یا موصوف کا اختراعی معنی۔

نمبر ۲: لکھا ہے۔ عالم ارواح میں بالفعل نبی تھے جملہ لوازمات نبوت کے ساتھ

گزارش ہے و یہ بات تو ظاہر ہے کہ موصوف کے نزدیک عالم ارواح میں جملہ لوازمات نبوت کے بالفعل ہونے کا معنی وہی ہے جو عالم ارواح میں بالفعل نبی ہونے کا معنی ہے۔ جو درحقیقت عالم ارواح میں جملہ لوازمات نبوت کی نفی اور انکار ہے۔ نیز موصوف پہلے تکرار سے کہتے رہے ہیں کہ عالم ارواح میں نبوت اس لیے بھی نہیں ہے کیونکہ نبوت وحی کے بغیر نہیں ہے جبکہ عالم ارواح میں وحی نہیں ہے اور اس دورانیہ میں عالم ارواح میں حقیقی نبی بالفعل نبی ماننے کا دعوی بھی کرتے رہے ہیں

یعنی حقیقی نبی بمعنی لغوی نبی اور بالفعل نبی غارحراء والی وحی کی وجہ سے، اس سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ وصوف کے نزدیک عالم ارواح میں وحی بنوت سے مشرف ہوئے بغیر آپ ﷺ کو عالم ارواح میں حقیقی نبی اور بالفعل نبی قرار دینا درست ہے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

اس لیے گزارش ہے کہ جملہ لوازمات نبوت میں سے بالخصوص وحی سے عالم ارواح میں حقیقتا مشرف کیے جانے کی تصریح کرنا بھی ضروری ہے۔

نمبر ۳ موصوف نے نزول قرآن سے پہلے عرصہ میں حضور سید المرسلین ﷺ کے حقیقتا اور بالفعل شرعی نبی ہونے کا انکار بھی بڑی شدت کے ساتھ کیا ہے لہذا رجوع کی تحریر میں قبل از بعثت کے عرصہ میں آپ ﷺ کو حقیقتا اور بالفعل نبی تسلیم کرنے کی تصریح کرنا بھی نہایت ضروری ہے بایں طور کہ عالم ارواح میں حقیقتا منصب پر فائز ہونے سے عالم اجسام و بشریت میں بھی نزول قرآن کریم سے پہلے عرصہ میں آپ ﷺ حقیقتا اور بالفعل شرعی نبی (جسے اصطلاح شرع میں نبی کہا جاتا ہے یونی جس پر وحی نبوت کا نزول ہوا ہو) تھے کیونکہ اگر عالم ارواح میں حقیقتا اور بالفعل شرعی نبی ہی تسلیم کرلیں قبل از بعثت نہ مانے تو اس کی بھی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے اس لیے کہ یہ نظری منصب بنوت کے سلب وزوال کا نظریہ ہے جو شرعا وعقلا قطعی طور پر ناممکل ہے (جس کی تفصیل کتب عقائد اور نبوتِ مصطفی ﷺ میں ہے) جبکہ مذکورہ تحریر میں اس ست متعلق ایک لفظ بھی نہیں لکھا گیا، تو اسے رجوع کیسے قرار دیا جاسکتا ہے۔

نمبر ۴: لکھا ہے: ''جو شخص نبی کریم ﷺ کو عالم ارواح میں ارواح والا اول نبی مانے وہ ختم نبوت کا منکر نہیں ہے۔

گزارش ہے کہ موصوف نے جس شدت سے حضور سید العالمین کو عالم ارواح میں حقیقتا اور بالفعل منصبِ نبوت پر فائز تسلیم کرنے کے عقیدہ کو ختم نبوت کا انکار قرار دیا ہے جو درحقیقت تمام امت مسلمہ پر خارج از اسلام ہونے کا حکم لگایا ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک

اس سے رجوع کے لیے عبارت منقولہ کافی نہیں ہے۔

اس لیے کہ ماضی قریب میں موصوف کے بیانات کے مطابق موصوف کے نزدیک عالم ارواح میں وحی نبوت کے بغیر حضور سید المرسلین

ﷺ عالم ارواح میں بالفعل نبی اور حقیقی نبی تھے۔

حقیقی نبی بمعنی لغوی یعنی بلند مرتبہ اور بالفعل نبی غار حراء والی وحی کی وجہ سے، جو درحقیقت عالم ارواح میں نبی تسلیم کرنے کی نفی اور انکار ہے۔ موصوف کے نزدیک عالم ارواح والا نبی وحی نبوت کے بغیر نبی ہوتا ہے۔ اسی لیے تو خود عالم ارواح میں حقیقی نبی ماننے کا دعوی کرتے رہے اور دوسروں کو ختم نبوت کا منکر ٹھہراتے رہے۔

کیونکہ وہ خود اپنی اصطلاح میں عالم ارواح والا نبی مان رہے تھے جو درحقیقت نبی ہے ہی نہیں اور دوسرے اہل سنت حضور خیر الانام ﷺ کے حقیقتاً منصب بنوت پر فائز ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں اس لیے انہیں ختم نبوت کا منکر قرار دیدیا۔ نعوذ باللہ ذلک

اس لیے عبارت منقولہ میں ''عالم ارواح میں عالم ارواح والا اول نبی ماننے'' کی جگہ عالم ارواح میں حقیقتاً اور بالفعل منصب نبوت پر فائز ہونے والا اول نبی ماننے'' لکھا جائے تاکہ دھاندلی اور دھوکا دہی نہ بنے۔

نیز حضور نبی کریم ﷺ کی عالم ارواح والی نبوت بھی ابدی ہے لہذا آپ ﷺ اس منصب نبوت کیساتھ قبل از بعثت بھی بالفعل اور حقیقی یعنی شرعی نبی تھے اور ابد تک رہیں گے۔ البتہ عالم اجسام میں جماعت انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام میں آخر میں بھی نبوت و رسالت سے مشرف فرمائے گئے اور آپ کا یہ منصب نبوت و رسالت ابدی ہے اور ضروریات دین سے ہے۔

لہذا عالم ارواح والی نبوت کے اعتبار سے حضور سید العالمین ﷺ کو اول النبیین ماننا ختم نبعت کے خلاف ہرگز نہیں ہے۔ اگر یہ بیان بھی رجوع کی تحریر میں شامل کرلیا جائے تو تمام شکوک وشبہات کا ازالہ ہوجائے گا۔ وللہ الحمد فی الاولی والآخرۃ

نمبر ۵: لکھا ہے۔ ''میری تمام گزشتہ تقاریر اور تحریرات کو اسی پر محمول کیا جائے اور آج سے پہلے میری کوئی تقریر یا تحریر اس نظریہ کے متصادم پائی تو اسے کالعدم سمجھا جائے''

گزارش یہ ہے کہ جب اس رجوع (بعنوان میرا نظریہ) کی اپنی حقیقی صورتحال ہی یہ ہے جو بیان کی جاچکی ہے۔ تو رجوع کنندہ کا عقیدہ کیا سمجھیں؟ اور تمام گزشتہ تقاریر اور تحریرات کو کس پر محمول کریں؟ جس سے اہل سنت کی تشفی ہوجائے۔ اور کونسی تقریر و تحریر کو کالعدم سمجھیں؟

اور پھر بعض فضلاء کرام کا اس تحریر میں بیان کردہ نظریہ کے متعلق لکھنا کہ: ''امام اہل سنت اعلی حضرت عظیم البرکت رحمہ اللہ تعالی کا بھی یہی عقیدہ ونظریہ ہے''

باعث حیرت ہے اس لیے کہ اعلی حضرت قدس سرہ العزیز کا عقیدہ ونظریہ تو روز روشن کی طرح ہے ملاحظہ فرمائیں:

''حضور کی نبوت و رسالت زمانہ سیدنا ابو البشر علیہ الصلوۃ والسلام سے روز قیامت تک جمیع خلق اللہ کو شامل ہے اور حضور کا ارشاد کنت نبیا وآدم بین الروح والجسد ''اپنے معنی حقیقی پر ہے''۔ (فتاوی رضویہ 138/30)

اگر یہ واقعی رجوع ہے اور عقیدہ اہل سنت پر استقامت کا عزم مصمم کرلیا ہے تو عالم ارواح والی نبوت کے انکار کے دورانیہ میں جس قدر شبہات ومغالطات دلائل کا نام دیکر پیش کیے جاتے رہے ان کے بارے میں کم از کم اجمالی انداز میں اتنا تو ضبط تحریر ضرور لایا جائے کہ اللہ تعالی کے فضل و کرم سے میرے شبہات زائل ہوگئے ہیں اور میں شرح صدر سے حضور سید العالمین ﷺ کو عالم ارواح میں اور عالم اجسام میں قبل از بعثت کے عرصہ میں بھی حقیقتاً اور بالفعل شرعی نبی تسلیم کرتا ہوں۔

اس تصریح کے بعد اس رجوع کو تسلیم نہ کرنے کا شرعی جواز کسی کیلئے نہ ہوگا بشرطیکہ موصوف بھی اپنے رجوع پر قائم رہے۔

والحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ الکریم وعلی الہ واصحابہ اجمعین

نذیر احمد سیالوی عفی اللہ تعالی عنہ
جامعہ محمدیہ معینیہ فیصل آباد
20-11-2019ء

مسئلہ نبوت پر مولانا سعید اسد صاحب فیصل آبادی کی تازہ تحریر

''میرا نظریہ'' کارد بلیغ

البطش علی اللبس

المعروف بہ

مولانا سعید اسد صاحب کے حالیہ رجوع کی حقیقت

از قلم

جامع المعقول والمنقول، حاوی الفروع والاصول، مناظر اسلام، مفتی اسلام، محقق العصر حضرت علامہ مولانا

مفتی عبد المجید خان سعیدی رضوی

صدر شعبہ تدریس وافتاء ومناظرہ ومہتمم جامعہ غوث الاعظم جامعہ سعیدیہ
خطیب جامع مسجد نوری رحیم یار خان (پنجاب پاکستان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال:

مسئلہ نبوت کے حوالہ سے مولانا سعید اسعد صاحب فیصل آبادی کی چھ نکات پر مبنی معروف تحریر کے بعد اسی مسئلہ پر ان کی ایک تحریر آئی ہے جو حسب ذیل ہے:

''میرا نظریہ

سرور دو عالم ﷺ خاتم النبیین ہیں، عالم اجسام میں آپ ﷺ آخری نبی ہیں۔آپ علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد کسی بھی معنی میں کوئی نیا نبی نہیں بن سکتا اور نبی اکرم ﷺ اول الخلق اور اول النبیین ہیں اور عالم ارواح میں بالفعل نبی تھے۔جملہ لوازمات نبوت کے ساتھ جیسا کہ وہ لوازم اس عالم آپ ﷺ کے شایان شان ہیں جس کی کیفیات کا کما حقہ ہمیں علم نہیں۔

میری تمام گزشتہ تقاریر اور تحریرات کو اسی پر محمول کیا جائے اور آج سے پہلے میری کوئی تقریر یا تحریر اس نظریہ کے متصادم پائی تو اسے کالعدم سمجھا جائے۔

امام اہل سنت اعلی حضرت عظیم البرکت رحمۃ اللہ تعالی کا بھی یہی عقیدہ و نظریہ ہے۔جو شخص نبی کریم ﷺ کو عالم ارواح میں اول نبی مانے وہ ختم نبوت کا منکر نہیں ہے۔

سعید اسد غفرلہ الاحد

۱۴/ا نومبر ۲۰۱۹ء

جمعرات''.

کچھ لوگ اس پر ایک دوسرے کو مبارک بادیاں دے رہے اور جشن منا رہے ہیں کہ سعید اسد صاحب نے اپنے موقف سے رجوع کر کے اس سے توبہ کر لی ہے۔

انے موقف سے رجوع اور توبہ کر لینا کہا جا سکتا ہے؟ بینوا توجروا

منجانب: نثار احمد قادری (کراچی) محمد فرحان (حیدر آباد) خادم حسین چشتی گولڑوی (لودھراں) نیز بے شمار احباب اہل سنت از طول و عرض ملک۔

و باللہ التوفیق التسدید

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی من کان نبیا و آدم بین الماء والطین وعلی الہ وصحبہ وتبعۃ وعلینا معھم اجمعین الی یوم الدین

برتقدیر صدق سوال صاحب بیان پیش نظر تحریر کو مسؤل عنہ (سعید اسد صاحب) کا مسئلہ نبوت کے متعلق اپنے نظریہ جدیدہ سے رجوع سمجھنا سخت غلط فہمی اور شدید غلطی ہے اس طرح کے نام نہاد رجوع وہ ۲۰۱۳ء اور ۲۰۱۷ء میں بھی کئی بار کر چکے ہیں جو محض فریب دہی تھے۔بلکہ غور

سے دیکھا جائے تو ان کی یہ تحریر ان کے دو نمبر نظریہ کی واضح توثیق ہے جس کی بعض وجوہ حسب ذیل ہیں:

وجہ نمبر ا: پیش نظر پوری تحریر میں اول تا آخر کہیں بھی سعید اسد صاحب نے مسئلہ نبوت کے حوالہ سے نہ تو کسی طرح سے اپنی غلطی کا اعتراف کیا ہے اور نہ ہی اس میں ان کے اس سے توبہ کرنے کا کوئی ذکر ہے۔

وجہ نمبر ۲: نیز پیش نظر تحریر میں موصوف کا کہنا ہے کہ:''میری تمام گزشتہ تقاریر اور تحریرات کو اسی پر محمول کیا جائے''

اقول:

اس سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ موصوف نے اپنے نظریہ سے توبہ نہیں کی، توبہ کی ہوتی تو ''محمول کہا جائے'' کہنے کی بجائے یوں کہتے کہ ان کی اس سلسلہ کی تقاریر اور تحریرات کو غلط تصور کیا جائے۔

الغرض وہ اپنی ان تقریروں اور تحریروں کو غلط قرار دیتے ورنہ سابقہ تقاریر اور تحریرات کو اسی پر محمول کہنے کا کیا مطلب؟

وجہ نمبر ۳: آگے کہتے ہیں:''اور آج سے پہلے کی میری کوئی تقریر یا تحریر اس عقیدہ کے متصادم پایہ جائے تو اسے کالعدم سمجھا جائے''۔

اقول:

اس میں وہ یہی کہہ رہے ہیں کہ ان کی سابقہ تقریرات وتحریرات میں سے کوئی تقریر و تحریر ایسی نہیں جو ان کی اس پیش نظر تحریر کے متصادم ہو۔ بناء علیہ ان کی اس تحریر کو ان کے نظریہ ۲ سے رجوع یا توبہ سمجھنا غلط ہوا۔

وجہ نمبر ۴: نیز انہوں نے لکھا ہے کہ عالم اجسام میں آپ ﷺ آخری نبی ہیں۔ پھر انہوں نے عالم ارواح میں اول نبی لکھ کر چھوٹے الفاظ میں''عالم ارواح''کی قید لگائی ہے۔

اقول:

اس سے وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آپ ﷺ عالم اجسام یعنی دنیا میں چالیس سال کی عمر شریف تک معاذ اللہ نبی نہ تھے کیونکہ ان کے حساب بیان عالم ارواح والی مذکورہ نبوت اس دنیا کے کس حصے میں چالیس سال تک کچھ مؤثر نہ تھی۔

اس سے مصنف تحقیقات کے نظریہ کی آبیاری کر گئے ہیں۔ پھر لطف کی بات یہ کہ اس پر بھی موصوف کا اعتقاد نہیں ہے کیونکہ ان کے نزدیک اس عالم میں نبی محض اعلان ہونے اور بلند ہونے کے معنی میں تھا۔

وجہ نمبر ۵: مزید یہ کہ عالم ارواح والی نبوت کے متعلق انہوں نے لکھا ہے کہ اس کی کیفیات کا کما حقہا ہمیں علم نہیں''۔

اقول:

جب علم نہیں تو علم کے بغیر اعتقاد کیونکہ ممکن ہے جب کہ بحث قبل تخلیق آدم علیہ السلام نبی ہونے کے بارے میں نہیں ہے اور نہ ہی اس کی کیفیات کے متعلق ہے۔

یہ طرز انہوں نے مماتیوں سے سیکھا ہے جو مسئلہ حیات النبی ﷺ پر بحث کے وقت نفس حیات مقدسہ کے بجائے کیفیت حیات پر بحث چھیڑ دیتے ہیں جس سے مقصود ٹائم پاس کرنے کے سوا کچھ نہیں۔

وجہ نمبر ۶:

نیز انہوں نے اپنی تحریر کو ختم نبوت کے مسئلہ سے شروع کیا ہے حیث قال: سرکار دو عالم ﷺ خاتم النبیین ہیں''۔ جو عرصہ سے جاری سابقہ

بحث کا تسلسل ہے جو اس لیے آگے رکھتے ہیں کہ لوگوں کو یہ تاثر ملے کہ بحث مسئلہ ختم نبوت میں ہے حالانکہ اس پر بحث ہے ہی نہیں۔ اصل بحث تو یہ ہے کہ آپ قبل تخلیق آدم علیہ السلام نبی تھے یا (ان کے بقول) نہیں تھے۔ یہ بھی اس کی دلیل ہے کہ انہوں نے کوئی نئی بات نہیں کی بلکہ پنی وہی پرانی ہانکی ہے۔

وجہ نمبر ۷: مزید یہ کہ پیش نظر تحریر کو موصوف نے یہ عنوان دیا ہے: "میرا نظریہ"۔ اگر یہ ان کے نظریہ نمبر ۲ سے مختلف ہوتا تو اس میں اس کی طرف اشارہ کرنے والا کوئی لفظ رکھتے جیسے حالیہ یا جدیدہ یا موجودہ نظریہ وغیرہ۔ فاذ لیس فلیس۔

وجہ نمبر ۸: نیز موصوف نے اپنی اس تحریر کو بسم اللہ اور درود شریف وغیرہ کلمات متبرکہ سے شروع نہیں کیا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ دھوکہ پر مبنی ہے جو ناجائز جب کہ ناجائز کام کو بسم اللہ وغیرہ سے شروع کرنا کفر تک بھی ہو سکتا ہے۔

خلاصہ:

الغرض پیش نظر تحریر کو مسئلہ نبوت کے متعلق سعید اسد صاحب کا اپنے دو نمبر نظریہ سے رجوع یا اس سے توبہ سمجھنا قطعا درست نہیں۔ موصوف عوام اہل سنت کے ردعمل سے بچنے کے لیے آئے دن اس طرح کے اقدامات کرتے رہتے ہیں جسے کچھ ناواقف قسم کے لوگ رجوع سمجھ لیتے ہیں حالانکہ وہ فی الحقیقت کچھ الفاظ کی تبدیلی سے اپنے نمبر ۲ نظریہ کی توثیق کرتے ہیں بالفظ دیگر وہ "کوڈ ورڈز" استعمال کر کے (نہایت افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے) وہ لوگوں کو چکر دیتے ہیں۔ مقصد یہی ہوتا ہے کہ ماضی میں کی گئی ان کی تشریح کے مطابق عالم ارواح میں آپ ﷺ اول النبیین اور بالفعل نبی تھے یعنی محض اعلان اور بلند رتبہ ہونے کے معنی میں جس کے تسلسل کی نفی کے لیے وہ آپ ﷺ عالم اجسام میں نبی بنائے جانے کے لفظ لاتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ وہ فقیر سمیت ہر اس شخص سے اس مسئلہ پر بحث سے ہمیشہ گریز کرتے اور لطائف الحیل سے کنی کتراتے ہیں اور اس پر کبھی آمادہ نہیں ہوتے جو ان کی چالبازی اور چستی کو کماحقہ سمجھتے ہیں اور وہ اس پر کبھی بھی ہم سے گفتگو کر بھی نہیں سکتے۔ بے شک تجربہ کر کے دیکھ لیں۔

چنانچہ پچھلے دنوں جب مناظرہ کی فضاء بنی ہوئی تھی لاہور سے (اس فون نمبر 03334845785 سے) مجھے کچھ لوگوں نے کہا کہ سعید صاحب سے مناظرہ کے لیے تیار ہو جائیں ہم ان کو تیار کر لیتے ہیں۔ میں نے کہا میں تو ان کے چیلنج کو عرصہ کم و بیش چھ سال سے قبول کر چکا ہوں، وہ اس پر آتے ہی نہیں ہیں، اس لیے فقیر سے وہ کسی صورت میں بات کر ہی نہیں سکتے اور اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگر آپ لوگ ان سے آمادگی لکھوا دیں تو یہ آپ لوگوں کا بہت بڑا کارنامہ ہوگا۔ جس کا نتیجہ وہی نکلا جو میں نے انہیں کہہ دیا تھا۔

ہائے افسوس سعید اسد صاحب سیدھے سادے طریقہ سے اللہ و رسول (جل جلالہ، و ﷺ) سے معافی مانگنے کا اعلان کرنے کے بجائے محض اپنی جھوٹی انا کو بچانے کے لیے وقفہ وقفہ سے لوگوں کو چقمہ پہ چقمہ دے رہے ہیں جس سے ان کے وبال میں اضافہ ہو رہا ہے (والعیاذ باللہ العظیم)

بناءً علیہ اگر وہ واقعی اس میں مخلص ہیں تو اصولاً، شرعاً، اخلاقاً ہر حوالہ سے ان کا رجوع اور توبہ اس وقت متصور ہوں گے جب وہ صاف صاف اپنی غلطی کا اعتراف اور اپنے نمبر ۲ نظریہ کی نفی کرتے ہوئے تحریراً رقریراً ہوں اعلان کریں کہ آپ ﷺ امانہ قبل تخلیق سیدنا آدم علیہ السلام میں آپ کو صرف دنیا میں نبی بنائے جانے کے اعلان ہونے کے معنی میں نہیں اور نہ ہی بمعنی لغوی بلند عتبہ ہونے کے معنی میں نبی بنائے گئے

بلکہ حقیقۃ اور بالفعل نبوت سے متصف کر کے نبی بنائے گئے۔ نیز کہ آپ غار حراء تک بھی اسی (مذکورہ) تفصیل کے مطابق نبی تھے۔ اس کے نغیر توبہ یا نمبر ۲ نظریہ سے رجوع شمار اور متصور نہیں ہوسکتا۔

مبارک بادیوں کی صحیح پوزیشن:

لہٰذا انیٹ اور میڈیا پر اس سلسلہ میں جو مبارک بادیاں پیش کی جارہی ہیں کہ سعید اسد صاحب نے رجوع کر لیا ہے، تو جو قائلین نبوت ہیں وہ ہرگز اس پر خوش فہمی میں نہ رہیں کیونکہ کوئی رجوع وجوع نہیں ہوا البتہ مانعین (سعید اسد حضرات) ضرور دیں کیونکہ وہ کچھ دیر کے لیے عوام کو دھوکہ دینے میں سرخرو ہوئے ہیں۔

سواد اعظم اور اعلیٰ حضرت کا نظریہ:

اس سے بھی واضح ہوگیا کہ جب موصوف نے اپنے نمبر ۲ نظریہ سے توجہ وروع کچھ نہیں کیا تو ان کا اپنی تحریر کے مضمون کے متعلق یہ کہنا کہ سواد اعظم اور خصوصیت سے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ کا نظریہ بھی یہی ہے، ان کی ایک بار پھر سخت وشدید غلط بیانی ہے۔

نوٹ: سعید صاحب کی چھ نکاتی تحریر کے متعلق بھی فیصل آباد ہی سے موالنامہ موصول ہوا ہے جس کا جواب تیار ہے بھیجنا باقی ہے۔

ازالہ وہم:

رہے ان کے آپ ﷺ کے متعلق اول الخلق اول النبیین اور بالفعل نبی ہونے کے الفاظ؟

تو یہ علی الطلاق نہیں بلکہ یہ محض ان کے حسب نظریہ ہے یعنی دنیا میں نبی بنائے جانے کے اعلان بلند رتبہ ہونے کے طور پر بالفعل ماننا ہے جو ان کی سابقہ تحریرت وتقریرات سے متعین ہے کیونکہ انہوں نے خود اپنی اس پیش نظر تحریر میں اس امر کو اپنی سابقہ تقاریر وتحریرات سے مربوط کیا ہے (جیسا کہ شوع میں بھی گزرا ہے)۔

مفتی فاروق صاحب ۹۲ نیوز والوں کا کارنامہ

سعید صاحب کی تحریر کے منظر عام پر آنے سے پہلے مفتی فاروق صاحب ۹۲ نیوز والوں نے فقیر کو فون پہ بتایا کہ مسئلہ نبوت پر ہم نے ایک تحریر بنائی ہے اسے سن کر اس پر تبصرہ کریں، جب انہوں نے پڑھ کر سنائی تو میں نے اسی وقت فوراً کہہ دیا کہ یہ سعید اسد صاحب کا چکر لگتی ہے۔ انہوں نے کہا آپ بتادیں کس طرح ہو، میں نے کہا اس سے مقصد کیا ہے؟ تو جواباً ارشاد فرمایا کلاس میں بچوں کو مختصراً عقیدہ نبوت سمجھانے کے لیے ایک تحریر بنائی ہے۔ یہ زندگی مین ان کا مجھے پہلی مرتبہ فون تھا اور شائد آخری بھی ہو۔ میں نے حامی بھر لی، ساتھ ہی کہا کہ اپنی یہ تحریر وٹسپ کریں جو انہوں نے وٹسپ پر سینڈ کی جو ریکاڈ پر موجود اور محفوظ ہے۔

ان کے کہنے پر میں نے جو تحریر بنائی ان کو وٹسپ سے ارسال کی، وہ حسب ذیل ہے:

باسمہ تعالیٰ شانہ

''اللہ تعالیٰ نے ہمارے آقا و مولیٰ حضور سید عالم محمد ﷺ کو بہت سی شانیں ایسی عطا فرمائیں جو دوسرے انبیاء ومرسلین کرام علیہم السلام میں سے کسی کو نہیں دیں ایسی شانوں کو آپ کے ''خصائص'' اور آپ کی ''خصوصیات'' کہا جاتا ہے۔ ان میں سے آپ کی ایک خصوصی شان یہ ہے

کہ آپ اول النبیین بھی ہیں اور آخر النبیین بھی ہیں یعنی آپ حقیقت مقدسہ بالفاظ دیگر آپ کے نور پاک کو نیز آپ کی روح مبارک کو سب سے پہلے پیدا کیا گیا اور انہیں زمانہ تخلیق آدم علیہ السلام سے بھی پہلے بمعنی حقیقی نبوت سے متصف کر کے آپ کو بالفعل نبی بنایا گیا جب کہ دنیا میں آپ کو سب نبوں رسولوں کے بعد مبعوث کیا گیا اسی آخر میں مبعوث کیے جانے کو آپ کی ''ختم نبوت'' اور آپ کا ''خاتم النبیین'' ہونا کہا جاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ دنیا میں قائم کیے گئے سلسلہ نبوت کے آخری فرد عظیم ہیں۔اس لیے آپ کی بعثت کے بعد نہ تو سابقہ انبیاء علیہم السلام میں سے کسی کی بعثت ہو سکتی ہے اور نہ ہی کوئی نیا نبی آسکتا ہے۔یہ عقیدہ ضروریات دین سے یعنی اسلام کے ان بنیادی امور میں سے ہے کہ اس کو مانے بغیر کافر مسلمان قرار نہیں پاسکتا اور العیاذ باللہ مسلمان اس کا انکار کر دے تو وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج شمار ہوتا ہے''۔

اقول:

ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی جب مفتی فاروق کی ارسال کردہ بعینہ وہی تحریر،سعید صاحب کے دستخطوں کے ساتھ مع اضافہ جات نیٹ پر دیکھنے میں آئی کہ کہا تو یہ گیا تھا کہ کلاس کے بچوں کو ذہن نشین کرانے کے لیے ہے مگر نکلی وہ ہاتھی کے دانت کی مصداق۔

ناطقہ سر بہ گریباں ہے،اسے کیا کہیے؟

اقول شاید بچوں سے ان کی مراد سادہ لوح قسم کے لوگ اور کلاس لینے سے مقصود لفظوں کے چکر سے انہیں اندھیرے میں رکھنا ہو۔اگر یہ ہو تو پھر مفتی فاروق صاحب موصوف کا مذکورہ بیان صحیح اور مبنی بر صدق ہے جس پر حلف بھی دیا جا سکتا ہے۔مفتی فاروق صاحب سے بے شک پوچھ لیں ایسے ہے کہ نہیں۔ان کا فون نمبر (جس پر انہوں نے مجھ سے بات کی تھی اور وٹس اپ کیا تھا) یہ ہے:03236626046 فقط

کتبہ الفقیر عبد المجید سعیدی رضوی بقلمہ

صدر شعبہ تدریس افتاء

جامعہ غوث اعظم رحیم یار خان (پنجاب۔پاکستان)

(۲۰ ربیع الاول ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۸ نومبر ۲۰۱۹ء بروز ایمان افروز و باطل سوز پیر)

مولوی سعید اسد فیصل آبادی کی ایک اور منافقت

یہاں اس مولوی کی ایک اور منافقت اور ابن الوقتی بھی ملاحظہ ہو جب اس کے استاد مولوی اشرف سیالوی کا جھگڑا پیر نصیر الدین گولڑوی سے تھا تو یہ اس پیر گولڑوی کو ''وہابی'' اور ''شیعہ'' کہتا۔چنانچہ اس کا ایک بیان سات سال پرانا ۱۱ جون ۲۰۱۳ کو

Pir Naseer (R.A) marsay say PEhly Shai aour Wahabi ho gae thay by Molana Saeed Asad

نیٹ (یوٹیوب) پر اپلوڈ ہے۔جس میں یہ ایک عرس کے پروگرام میں کسی قاری صاحب پر ناراض ہوئے کہ ''انہیں پیر نصیر الدین گولڑوی صاحب کا کلام نہیں پڑھنا چاہئے تھا کیونکہ وہ آخری عمر میں ''وہابی'' بھی ہو گیا تھا ''شیعہ'' بھی ہو گیا تھا اس پر باقاعدہ کتابیں لکھیں''۔

اب وہابی بالاجماع فرقہ رضاخانیہ میں معاذ اللہ بدترین مرتدین و کافر ہیں۔اب ہوا کچھ یوں کہ جون ۲۰۲۰ کے مہینہ میں ڈاکٹر اشرف آصف جلالی کی حضرت بی بی سیدہ فاطمہؓ کی گستاخی کا مسئلہ رضاخانیت میں اٹھا۔دوسری طرف سعید اسد اشرف سیالوی کی حمایت کی وجہ سے

کافی رضاخانیوں میں معتوب تھا لہذا اس نے اپنے کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کرنے کیلئے جلالی کے خلاف محاذ کھولا اسے مناظرے کا چیلنج دیا اور اسی دوران مختلف گدیوں خصوصاً گولڑہ کی گدی سے رابطے شروع کئے کہ آپ مجھے اپنا نمائندہ باور کرائیں اسی دوران کسی نے سوشل میڈیا پر پیر گولڑوی صاحب کے متعلق یہ بیان چلا دیا تو ۲ جولائی ۲۰۲۰ کو اس کا ایک بیان سوشل میڈیا پر اپلوڈ ہوا جس میں یہ بڑا معصوم بنتے ہوئے کہتا ہے کہ ”ایک علمی اختلاف میں میں نے پیر صاحب کی ذات کے متعلق کچھ سخت الفاظ کہہ دئے تھے اس پر میں معذرت چاہتا ہوں یہ میری غلطی تھی۔ اور پیر صاحب بڑی اونچی نسبتوں والے انسان تھے ان کو تین تین نسبتیں حاصل تھیں۔ ”سید“ تھے حضور ﷺ کی اولاد میں سے تھے، پھر غوث پاک کی اولاد میں سے تھے اور ثالثاً پیر مہر علی شاہ صاحب کے پڑپوتے تھے“۔ (ملخصاً یہ بیان ہمارے پاس موجود ہے)

اب اس کی منافقت دیکھیں جب عروج تھا اور سیالوی کی حمایت کرنی تھی تو پیر صاحب معاذ اللہ مرتد وہابی شیعہ تھا۔ اور جب اب پیر صاحب کے گھرانے کی حمایت حاصل کرنی تھی تو یہی پیر صاحب سید ہو گئے اونچی نسبتوں والے ہو گئے۔ حالانکہ اس پر بھی رضاخانیت کا اجماع ہے کہ بدمذہب ”سید“ نہیں ہوسکتا، اور نسبتیں اس کے کسی کام کی نہیں۔ مگر ہم تو پہلے واضح کر چکے ہیں کہ اس منافق ٹولے کے ہاں فتوے ”شریعت“ پر نہیں ”طبعیت“ پر دئے جاتے ہیں۔

مولوی سعید اسد کے بھائیوں کی منافقت

ڈاکٹر اشرف آصف جلالی نے مولوی سعید اسد کے بھائی کی ایک آڈیو چلوائی جس میں وہ کہتا ہے کہ میرے بھائی کا عقیدہ جہنمیوں والا عقیدہ ہے۔ یاد رہے کہ سعید اسد کے بھائی اس کے رد میں ایک عدد رسالہ بھی لکھ چکے ہیں۔ بہر حال ۶ جولائی ۲۰۲۰ کو رات سوشل میڈیا پر سعید اسد صاحب نے اس کے جواب میں ایک ویڈیو ریکارڈ کروائی یہ ویڈیو ہمارے پاس موجود ہے جس میں موصوف کہتے ہیں کہ ٹھیک ہے میرے بھائیوں نے جو کہا وہ ان کا موقف ہے لیکن میری ماں کا جنازہ، خوشدامن کا جنازہ، اور باپ کا جنازہ ان تینوں کا جنازہ میں نے پڑھایا اور میرے ان بھائیوں نے میرے پیچھے نماز پڑھی۔

اب کیا یہ ان رضاخانیوں کی منافقت نہیں کہ علمائے دیوبند تو معاذ اللہ گستاخ ان سے سلام کلام حرام ان کے پیچھے نماز پڑھنا کفر لیکن اپنے بھائی کو منکر نبوت بھی کہو اور پھر اس کے پیچھے نمازیں بھی پڑھو!!!۔

نبی کریم ﷺ کے علم شریف کو جانوروں سے تشبیہ دینا معاذ اللہ

پچھلے سو سال سے حسام الحرمین کی آڑ میں یہی رونا آل بدعت نے ڈالا ہوا ہے کہ دیوبندیوں کے حکیم الامت نے معاذ اللہ حضور ﷺ کے علم کو جانوروں سے تشبیہ دی۔ بارہا اس الزام کی وضاحت کی گئی۔ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے لکھ کر دیا کہ میرے وہم وگمان میں بھی کوئی ایسی تشبیہ نہیں ایسے گمان کرنے والے کو بھی میں کافر سمجھتا ہوں۔ مگر مرغی کی وہی ایک ٹانگ۔ لیکن اب منافقت کی انتہاء ملاحظہ ہو کہ خود رضاخانیوں نے اقرار کیا کہ ہمارے گھر میں حفظ الایمان سے بھی بڑی گستاخی کی گئی ہے مگر مجال ہو جو آج تک کسی ایک نے بھی یہ فتوی جاری کیا ہو کہ من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر۔ ایک رضاخانی لکھتا ہے:

”لیکن افسوس صد افسوس کہ حضرت (اشرف سیالوی۔ساجد) نے یہاں اپنی تحقیق کے مطابق نبی کریم ﷺ کے کسی وصف کو نہیں بلکہ خود آپ ﷺ کی ذات بابرکات کو ایک بے عقل و بے شعور چیز کا عین ٹھرانے کو حدیث سے ثابت کر دیا ہے۔ (العیاذ باللہ) اب جب کہ حضرت

کی تحقیق کے مطابق رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس کو کسی بے عقل و بے شعور چیز کا عین قرار دینا حدیث سے ثابت ہے تو پھر آپ ﷺ کے کسی وصف کو کسی بے شعور و بے عقل شے کے وصف کا عین قرار دینا یا اس سے تشبیہ دینا بہ درجہ اولی ثابت ہو سکتا ہے۔(العیاذ باللہ) لہذا حضرت اس عبارت کے متعلق ذرا اظہارِ خیال فرمائیں''۔(اس کے بعد حفظ الایمان کی عبارت پیش کی۔ساجد)

(نبوت مصطفی ﷺ ہر آن ہر لحظہ، حصہ دوم،ص ۵۲،۵۳)

یعنی جب اشرف سیالوی آپ نے نبی کریم ﷺ کی ذات ہی کو ایک بے شعور و بے عقل بے جان چیز سے تشبیہ دے دی تو آپ ﷺ کے کسی وصف مثلاً علم کو کسی بے شعور بے عقل مثلاً گدھا گھوڑا اسے تشبیہ دینا تو بدرجہ اولی ثابت ہوگا اور صحیح ہوگا۔معاذ اللہ۔ ہے کسی رضاخانی میں غیرت کے یہاں کفر کا فتوی لگائے؟ اسی پر گرفت ایک اور انداز میں ملاحظہ ہو:

''مولوی صاحب! پھر آپ نے صرف اس بات پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس سے بھی مکروہ عبارت لکھی کہ ''اسی طرح نبی مکرم ﷺ الخ'' استغفر اللہ یعنی آپ نے بڑی دیدہ دلیری اور بے باکی سے سید المرسلین حضرت محمد ﷺ کے لئے عالم ارواح میں نبی ہونے اور بقول آپ کے عالم اجساد میں تقریبا چالیس سال تک نبی نہ ہونے کا موازنہ حکم خداوندی کے مطابق جانوروں سے بھی بدتر کفار بلکہ کفار کے سرداروں کے کفر سے کر دیا یعنی بقول آپ کے جس طرح عالم ارواح میں تو مومن تھے لیکن عالم اجساد میں آ کر کافر ہو گئے اسی طرح رسول اللہ ﷺ عالم ارواح میں نبی تھے لیکن عالم اجساد میں آ کر نبی نہ رہے۔۔۔مولوی صاحب! آپ نے یہ کیسی منحوس تشبیہ پیش کی ہے؟۔۔۔یہ جملہ لکھتے وقت آپ کے ہاتھوں میں مجبور و بے بس و بے زبان و بے جان قلم بھی یقینا تڑپ رہا ہوگا،اس کا کلیجہ بھی پھٹ رہا ہوگا وہ بھی زبان حال سے رو رو کے آپ سے التجا کر رہا ہوگا کہ یہ بھیانک جملہ نہ لکھیں جس سے اہل اسلام کے دل بری طرح گھائل ہو جائیں لیکن شاید خود ساختہ علمیت کے نامعقول نشہ میں مدہوش آپ عظمت مصطفی ﷺ کے خلاف ایک سنگین جارحیت کا ارتکاب کر گئے''۔

(نبوت مصطفی ﷺ ہر آن ہر لحظہ، حصہ اول،ص ۶۲،۶۳)

سوال یہ ہے کہ دیوبندیوں کو آج تک معافی نہیں کہ انہوں نے معاذ اللہ نبی کریم ﷺ کے علم کو جانوروں سے تشبیہ دی حالانکہ علمائے دیوبند بارہا اس کی وضاحت کر چکے ہیں مگر یہاں تمہارے اپنے مولوی کے بقول تمہارے اپنے مولوی نے نبی کریم ﷺ کی صفت نہیں بلکہ ذات ہی کو جانوروں سے بھی بدتر کافروں (ابولہب،ابوجہل،فرعون،ہامان) سے معاذ اللہ نقل کفر کفر نہ باشد تشبیہ دی مگر کیا رضاخانیت نے اجتماعی طور پر اس مولوی پر اور اس کے متبعین پر کوئی فتوی جاری کیا؟ فتوی خاک جاری کرتے وہ تو اس کے مرنے کے بعد اس کے کمالات پر خصوصی نمبر شائع کر رہے ہیں۔کیا یہ کھلی منافقت نہیں؟

حفظ الایمان کے حوالے سے کاظمی صاحب کے ایک مغالطہ کا جواب

ہم نے دفاع جلد اول میں حفظ الایمان کی عبارت کے دفاع میں شرح مواقف کی ایک عبارت پیش کی تھی مگر افسوس کہ اس پر کاظمی صاحب کے جوابی مغالطے کا رد غلطی سے درج ہونے سے رہ گیا۔موقع کی مناسبت سے یہاں جواب دیا جا رہا ہے کاظمی صاحب لکھتے ہیں:

''اللہ خالق کل شیئ یہ کہنا بالکل جائز ہے کہ اللہ تعالی ہر شے کا خالق ہے لیکن اللہ خالق القاذورات وغیرھا (اللہ تعالی گندگیوں اور دوسری چیزوں کو پیدا کرنے والا ہے) کہنا جائز نہیں کہ ذلیل اور رذیل اشیاء کی تفصیل ایہام کفر کی وجہ سے یقینا موجب توہین

ہے (ملخصا) ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے اس بیان کی روشنی میں ہمارے ناظرین کرام پر مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کی عبارت حفظ الایمان کا توہین آمیز ہونا بخوبی واضح ہوگیا ہوگا اور تھانوی صاحب نے اپنی عبارت کی تائید کیلئے شرح مواقف کی عبارت سے استدلال کیا ہے اس کا بے سود ہونا بھی اہل علم نے اچھی طرح سمجھ لیا ہوگا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ بعض علم غیب حیوانات بہائم پاگلوں کو ہوتا ہے تب بھی مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کی طرح یہ کہنا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بعض علم غیب مانا جائے تو ایسا علم غیب تو زید وعمر وبلکہ ہر صبی مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کیلئے بھی حاصل ہے یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں موجب توہین ہوگا کیونکہ اس عبارت میں بچوں، پاگلوں، بہائم کے الفاظ ایسے ہیں جن کی تصریح ہر اہل فہم کے نزدیک اس کلام میں ایسی صریح توہین پیدا کررہی ہے جس کا انکار بجز معاند متاسف کے کوئی شخص نہیں کرسکتا بخلاف عبارت شرح مواقف کے کہ اس میں بچوں پاگلوں جانوروں اور حیوانوں کی قطعاً کوئی تفصیل مذکور نہیں"۔ (الحق المبین ص ۲۰، ۲۱، مکتبۃ المدینہ)

کاظمی صاحب نے حفظ الایمان کی عبارت کا جو حلیہ بگاڑ کر پیش کیا اس طرف ہم فی الحال نہیں جاتے لیکن غور فرمائیں یہاں کاظمی صاحب نے تسلیم کیا ہے کہ دونوں عبارتیں ایک ہی جیسی ہیں۔ بس اجمال و تفصیل کا فرق ہے۔ اب کاظمی صاحب کا یہ کہنا کہ ایک چیز اجمال میں ہو تو درست تفصیل میں ہو تو گستاخی ہوتی ہے۔ اس لئے حفظ الایمان کی عبارت چونکہ تفصیل میں ہے وہ تو گستاخی پر مبنی ہے مگر شرح مواقف کی عبارت گستاخی پر مبنی نہیں کیونکہ اس میں اجمال ہے۔ یہ ہمیں علی الاطلاق تسلیم نہیں اس لئے کہ اگر اسی اجمال کو تعلیم کی غرض سے تفصیلاً بیان کیا جائے تو گستاخی نہیں ہوگا، ہاں تعلیم کی غرض نہ ہو ویسے ہی تفصیل بیان کی جائے تو پھر یقیناً یہ حرکت غیر مناسب ہوگی۔ چنانچہ امام بیجوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

واختلاف العلما فی جواز نسبة فعل الشرور والقبائح اليه تعالى ،والراجح جواز ذالك فی مقام التعليم لافی غيره . وهذا الخلاف جار ايضا فی نسبة الامور الحسية اليه تعالى والاصح الجواز فی مقام التعليم لا فی غيره فلا يجوز ان يقال الله خالق القردة والخنازير و سبحان من رزق الهدهد و من دبب الشوك ان لم يكن فی مقام التعليم

(حاشیۃ البیجوری علی جوہر التوحید ص ۱۲۴)

اگر ہماری اس عبارت کو موصوف تسلیم نہ کریں تو ہم انہی کی عبارت کی روشنی میں اس مدعی کو ثابت کردیتے ہیں موصوف لکھتے ہیں:

"الله خالق كل شيئ یہ کہنا بالکل جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر شے کا خالق ہے لیکن الله خالق القاذورات وغيرها (اللہ تعالیٰ گندگیوں اور دوسری چیزوں کو پیدا کرنے والا ہے) کہنا جائز نہیں کہ ذلیل اور رذیل اشیاء کی تفصیل ایہام کفر کی وجہ سے یقیناً موجب توہین ہے"

اب اگر الله خالق القاذورات وغيرها لکھنا موجب توہین ہے تو آپ نے لکھا تو ہے، تفصیل بیان تو کردی۔ لہذا آپ اس کفر و توہین کی زد میں تو آرہے ہیں!!! اگر جواب ہو کہ میں نے تو مقام تعلیم میں ذکر کیا ہے تو جناب حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہ تفصیل مقام تعلیم ہی میں ذکر کی ہے لہذا کوئی گستاخی نہیں۔

ہوسکتا ہے کہ کوئی کہے کہ شرح مواقف و حفظ الایمان دونوں کو ایک جیسا کاظمی صاحب نے "بالفرض" کے ساتھ کہا تو اس کا جواب یہ ہے کہ

حسن علی رضوی صاحب لکھتے ہیں:

''اگر فرض کرلیا جائے کہ حضور کے بعد بھی دوسرا نبی پیدا ہوسکتا ہے تو پھر حضور آخرالانبیاء کیسے قرار پائیں گے۔ حضور کے بعد بھی نئے نبی کو فرض کرنا کھلے طور پر بتارہا ہے کہ مولوی قاسم نانوتوی کے نزدیک خاتمیت محمدی کا معنیٰ ختم زمانی نہیں بلکہ ختم ذاتی ہے''۔

(محاسبہ، ج۲،ص۴۵۸)

تو اگر معاذ اللہ محض فرض کرنے سے آدمی ختم نبوت کا منکر ہوجاتا ہے اور وہ فرض حقیقت پر محمول ہوجاتا ہے تو کاظمی نے بھی ''اگر'' بالفرض'' کہہ دیا تو اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ باقی یہ کہنا:

''ہر اہل فہم کے نزدیک اس کلام میں ایسی صریح توہین پیدا کررہی ہے جس کا انکار بجز معاند متاسف کے کوئی شخص نہیں کرسکتا''

یہ بھی آنجناب کا ضد وتعصب ہے ورنہ یہی عبارت خان صاحب بریلوی نے اپنے دوست مولانا عبد الباری فرنگی محلی کو دکھائی ان کو سمجھائی مگر انہیں پھر بھی اس عبارت میں کوئی گستاخی وتوہین نظر نہیں آئی۔ اس کا مطلب ہے کہ اس عبارت میں سرے سے کوئی گستاخی ہی نہیں:

''مولوی اشرف علی تھانوی کی حفظ الایمان کی گستاخانہ عبارت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ نے جب اپنے دوست مولانا عبد الباری فرنگی محلی کو دکھائی تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے تو اس میں کفر نظر نہیں آتا۔ اعلیٰ حضرت نے ایک مثال دی پھر بھی انہوں نے نہ مانا۔ اعلیٰ حضرت خاموش ہوگئے اور دوستی ومحبت کو برقرار رکھا''۔ (سیرت انوار مظہریہ، ص ۲۹۲)

خلف وعید کے حوالے سے جعلی فتوی اور رضاخانیوں کی منافقت

نواب احمد رضا خان نے حضرت امام ربانی مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ایک جعلی فتوی حسام الحرمین میں پیش کیا۔ اس فتوے کی نہ صرف حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے تردید کی بلکہ آج تک اکابر واصاغر اس فتوے کو جعلی کہتے ہیں اور اب تو خود رضاخانی بھی میدان مناظرہ میں اس فتوے کو پیش نہیں کرتے۔ مگر آج تک اسی جعلی فتوے کی بنیاد پر علمائے دیوبند کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر ہے کا راگ الاپا جارہا ہے۔ حالانکہ الشہاب الثاقب میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ''سیف النقی'' کے حوالے سے مولانا نقی علی خان کی طرف منسوب کچھ عبارات پیش کی تو رضاخانیوں نے آسمان سر پر اٹھالیا غلیظ سے غلیظ گالیاں ان کی شان میں بکی گئیں کہ یہ حوالے جھوٹے ہیں اور دلیل یہ کہ خان صاحب بریلوی نے ابحاث اخیرہ میں ان حوالہ جات وکتب کی تردید کی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر خان صاحب ان حوالوں وکتب کی تردید کریں تو اب اس کو پیش کرنا بددیانتی، بے غیرتی، بے حیائی میں شمار ہو لیکن اکابر واصاغر حضرت مولانا گنگوہی کی طرف منسوب فتوے کو جعلی قرار دیں تو آخر اسے پیش کرنا اور اس کی بنیاد پر کفر جیسا سنگین فتوی لگانا آخر منافقت، بے غیرتی بے حیائی کیوں نہیں؟

ہم آگے منظور احمد فیضی کے ایک فتوے کا عکس پیش کررہے ہیں جس میں انہوں نے یزید کی حمایت کی ہے اور اکابر دیوبند کو مسلمان کہا ہے۔ رضاخانی اس فتوے کو جعلی کہتے ہیں سوال یہ ہے کہ اس فتوے کے جعلی ہونے کا معیار کیا ہے؟ جو بھی معیار پیش کرو آخر وہ معیار حضرت امام ربانی کی طرف منسوب جعلی فتوے کیلئے کارآمد کیوں نہیں؟

مولوی منظور فیضی کا فتویٰ

نواب احمد رضا خان نے حضرت شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ پر وہ سنگین الزامات لگائے ہیں جو اس ظالم نے علمائے دیوبند پر بھی نہیں لگائے مثلاً تمام ایمانیات کا انکار کر دیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی گندی گندی گالیاں دی ہیں جو کسی پادری پنڈت کو بھی دینے کی جرات نہیں، روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سب گالیوں و دشنام طرازیوں کی اطلاع ہوئی ہے۔ مگر خان صاحب نے شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ پر من شک فی کفرہ وعذابہ کا فتویٰ نہیں لگایا۔ حالانکہ فضل حق خیر آبادی ان پر یہ فتویٰ لگا چکے تھے کیوں؟ صرف اس لئے کہ بقول رضاخانیوں کے ان کی توبہ مشہور ہوگئی تھی۔ اب توبہ مشہور ہونے کی دلیل کیا ہے؟ کوئی دلیل نہیں سوائے اس کے کہ فتاویٰ رشیدیہ میں ایک سوال ہوا کہ سنا ہے شاہ اسمعیل نے توبہ کرلی تھی۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر اتنے سخت قسم کے کفریہ عقائد کے حامل شخص کی تکفیر بھی اتنے کمزور احتمال کی وجہ سے کی جاسکتی ہے تو آخر حضرت امام ربانی پر کفر کے فتوے سے کف لسان کیوں نہیں کیا گیا؟ جبکہ وہاں تو خود ان کی اپنی تالیفات تحریرات ان کے خلفاء شاگردوں کی تحریرات وفتاویٰ میں اس عقیدے پر کفر کا فتویٰ لگایا گیا ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ کے ایک مجہول سوال کو تو توبہ کے مشہور ہونے کے قصہ کیلئے تسلیم کیا جاسکتا ہے حالانکہ اس سوال کی تردید اسی جگہ مذکور ہے تو اسی فتاویٰ رشیدیہ میں اللہ تعالیٰ کو بالفعل کاذب بولنے والے پر جو کفر کا فتویٰ موجود ہے اسے حسام الحرمین میں موجود اس جعلی فتوے کی جعلسازی کیلئے دلیل کیوں نہیں بنایا جاسکتا؟

راقم الحروف نے جلد اول میں خان صاحب بریلوی کی مدح میں علمائے دیوبند کی طرف منسوب جعلی حوالوں کی قلعی کھولی اور یہ بھی وضاحت کی کہ کئی بریلوی علماء ان جعلی حوالوں کو نقل درنقل کرتے چلے جارہے ہیں۔ مرتا کیا نہ کرتا رضاخانیوں کو چار ناچار تسلیم کرنا پڑا کہ یہ حوالے جعلی ہیں۔ چنانچہ ایک رضاخانی اس کے جواب میں لکھتا ہے:

''دیوبندی موصوف نے اس کے بعد بھی ''سفید و سیاہ'' کے چند حوالوں کی نشاندہی کر کے کوئی بہت بڑا تیر نہیں مارا، اور نہ ہی تحقیق کے کسی نئے باب کا آغاز کیا ہے بلکہ یہ پرانی کہانی ہے جس کے متعلق سب سے پہلے خود علمائے اہل سنت نے نشاندہی فرمائی کہ جس ذرائع سے یہ حوالے مذکورہ مولفین تک پہنچے ان کی تصدیق نہ ہوسکی''۔

(کشف القناع، ج ا،ص ۲۳۳)

وہ حوالے تمہارے مستند علماء ومشائخ نے اپنی کتب میں نقل کئے جسے رضاخانی نے اپنے فطری دجل سے صرف ''ذرائع'' سے تعبیر کیا۔ بہرحال سوال یہ ہے کہ جب کئی حوالے تمہارے مستند علماء ومشائخ اپنی کتب میں نقل کریں اس کے باوجود بھی وہ حوالے جھوٹے ہوسکتے ہیں ان ''ذرائع'' کی تصدیق نہ ہوسکی تو آخر امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ پر جس جعلی فتوے کی بنیاد پر کفر کا فتویٰ لگایا گیا اور آج تک وہ فتویٰ ایسا ہی برقرار ہے کہ اس فتوے میں شک کرنے والا بھی کافر آخر اس کا قطعی یقینی ہونا ''کس قطعی یقینی ذرائع'' سے تمہیں معلوم ہوا؟ اور اس کی تصدیق کس قطعی طریقے سے تمہیں ہوئی؟

کیا یہ کھلی منافقت دورنگی نہیں کہ وہ حوالے جو تمہارے مستند مولویوں کی کتب میں منقول ہوں وہ تو جعلی ہوجائیں لیکن حضرت گنگوہی کی طرف منسوب حوالہ جو نہ ان کی نہ کسی دیوبندی کی کتاب میں آج تک منقول ہو جو اصل فتویٰ خود احمد رضاخان سے لیکر آج تک کے ادنی خان تک کو دیکھنے کی توفیق نہ ہوئی ہو وہ اب تک ایسا قطعی یقینی ذریعہ سے ثابت ہے کہ اس کے ثبوت میں شک کرنے والا بھی کافر؟

اس منافقت کی ایک اور مثال ملاحظہ ہو کہ علمائے دیوبند ''ڈھول کی آواز'' نامی کتاب سے خواجہ قمر الدین سیالوی صاحب کا نظریہ امام نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں پیش کرتے ہیں کہ وہ ان کی تکفیر نہیں کرتے۔ اب اس کے جواب میں رضاخانیوں نے کہا کہ نہیں سیالوی

صاحب کی تکفیر کا فتوی موجود ہے اور حوالہ اپنے گھر کی کتاب ''دعوت انصاف'' کا دیتے ہیں۔ اسی طرح غلام نصیر الدین سیالوی نے دو آدمی مولانا بشیر احمد سیالوی اور مولانا اللہ بخش سیال کی روایتیں پیش کی کہ سیالوی صاحب تو یہ کہتے ہیں۔

(ملاحظہ ہو عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ، ج ۲ ص ۷)

اب سوال یہ ہے کہ ''ڈھول کی آوز'' کا حوالہ جھوٹ پر مبنی ہے کیونکہ آپ کی کتابوں اور آپ کے دو مولویوں نے اس کے برخلاف قول نقل کیا۔ تو حسام الحرمین میں حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب فتوی جعلی کیوں نہیں جس کی تردید خود حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے بروایت حضرت مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ اور پورے مسلک دیوبند نے کی نہ صرف اس فتوے کو جعلی کہا بلکہ اس فتوے کے کفریہ ہونے پر خود فتاوی رشیدیہ میں ایک عدد کفر کا فتوی موجود ہے۔ ہمیں تو طعنے کے جھوٹ بولتے ہو، ہماری وضاحت تسلیم نہیں کرتے اور خود اتنا بڑا جھوٹ صبح شام ل بول رہے اور اتنی مضبوط وضاحتیں تسلیم نہیں کر رہے۔ یہ منافقت کیوں؟

براہین قاطعہ کے متعلق ایک لاجواب سوال

رضاخانی براہین قاطعہ کے متعلق یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اس میں معاذ اللہ شیطان کے علم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم سے زیادہ کہا گیا ہے یہ کفر وگستاخی ہے۔ اب اس پر رضاخانیوں سے ایک سوال ہے کہ آپ کے نزدیک علم غیب، حاضر ناظر وغیرہ عقائد کا منکر کافر نہیں۔ چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں:

''ہم حضور سید دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے علم غیب ثابت کرتے ہیں یہ ہمارا قول مختار ہے اور نہ ضروریات دین سے ہے اور نہ ضروریات مذہب سے بلکہ باب فضائل سے ہے۔ اور جو لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بغض وعناد کی بنا پر اس تفصیل سے حضور کیلئے علم ماکان ومایکون کا اثبات نہیں کرتے ہم ان کو کافر وگمراہ تو درکنار فاسق بھی نہیں کہتے''۔

(بصیرت، حصہ اول ص ۲۶۶، مکتبہ رضوان لاہور، از محمود احمد رضوی)

رضاخانی شیخ الحدیث غلام رسول قاسمی لکھتا ہے:

''ظنیات محتملہ: یہ نظریات ایسے ظنی دلیل سے ثابت ہوتے ہیں جو محض راجح ہو اور جانب خلاف کیلئے گنجائش بھی موجود ہو۔ مثلاً محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عالم ماکان ومایکون سمجھنا مختار کل سمجھنا۔ الخ''۔

(القواعد فی العقائد ص ۴)

فیض احمد اویسی لکھتا ہے:

''ہم اہلسنت پر یہ دوسرا جھوٹ ہے ہم اہلسنت نے ان غریبوں کو حاضر وناظر وعلم غیب کلی، نور وبشر وغیرہ کی وجہ سے نہیں بلکہ ان کے اکابر نے ان عبارات کفریہ پر لگایا ہے جسے آج وہ خود بھی مانتے ہیں''۔

(دل کا چین، ص ۱۸)

نام نہاد رضاخانی مناظر عبد المجید سعیدی نے علم غیب وغیرہ کو فروعی مسئلہ بتلایا۔ (ملاحظہ ہو مصباح السنت، ج ۱ ص ۱۷۱)

قصہ مختصر ان رضاخانیوں کے نزدیک علم غیب کفر بھی نہیں اگرچہ کوئی ضد وعناد کی بنیاد ہی پر اس کا انکار کیوں نہ کرے بلکہ فسق بھی نہیں۔

دوسری طرف یہ لوگ نبی کریم ﷺ کے ''علم'' کو ''علم غیب'' سے تعبیر کرتے ہیں گویا ان کے نزدیک نبی کریم ﷺ کے علم غیب کو ہی علم اور علم کو ہی علم غیب کہتے ہیں۔ بطور شاہد صرف امجدی صاحب کے چند حوالے پیش کئے جارہے ہیں۔ شریف الحق امجدی صاحب حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت:

''پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب۔۔۔الخ''

کو نقل کرنے کے بعد جس میں صاف علم غیب کا لفظ ہے اس کے متعلق لکھتے ہیں:

''اس عبارت سے مولوی اشرف علی تھانوی نے حضور اقدس ﷺ کے علم پاک کو۔۔الخ''۔

(فتاوی شارح بخاری، ج ۲،ص ۳۸۷)

ملاحظہ فرمائیں علم غیب پر علم پاک ﷺ کا اطلاق کر رہے ہیں گویا دونوں ایک ہی ہیں۔ اسی طرح فتاوی شارح بخاری ج ۱ ص ۴۵۴، ۴۵۵ پر بھی علم غیب کو ''علم'' سے تعبیر کیا۔ اسی طرح موصوف لکھتے ہیں:

''جو شخص رسول کے علم غیب کا انکار کرتا ہے وہ رسول کے علم کو گھٹاتا ہے''۔

(فتاوی شارح بخاری، ج ۱،ص ۱۷۵)

یہاں واضح طور پر رسول کے علم غیب کو ہی علم کہا۔ اب ہمارا سوال اور استدلال ملاحظہ فرمائیں کہ ماقبل میں حضور ﷺ کے علم غیب یعنی علم کے منکر کو رضاخانیوں نے کافر نہیں کہا بلکہ کافر تو درکنار فاسق بھی نہیں کہتے گویا حضور ﷺ کے تمام علم غیب یعنی تمام علم کا بھی کوئی منکر ہو تو یہ رضاخانی اسے کافر نہیں کہتے تو آخر براہین قاطعہ کے متعلق تمہارا جو یہ جھوٹا دعوی ہے کہ اس میں نبی کے علم کو معاذ اللہ شیطان کے علم سے کم مانا اس لئے صاحب براہین قاطعہ کافر ہے وہ کیسے کافر ہے؟ جب کلی علم کا منکر بھی آپ کے نزدیک کافر نہیں تو براہین قاطعہ میں بعض علم تو مانا ہے بقول آپ کے شیطان سے کم مانا ہے لیکن کچھ نہ کچھ علم تو مانا ہے جب کلی علم کا منکر کافر نہیں تو جو کچھ نہ کچھ علم مان رہا ہو وہ کیسے کافر؟ ہے کسی رضاخانی کے پاس اس کا جواب؟

دیگر چند مسائل

حضرت شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تکفیر کے متعلق منافقانہ رویہ

قارئین کرام اس حوالے سے ہم بہت تفصیل کے ساتھ دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد اول میں لکھ چکے ہیں۔ یہاں ایک نیا حوالہ پیش کرنا مقصود ہے۔ مفتی شریف الحق امجدی لکھتا ہے:

''مولوی اسمعیل دہلوی کے کلمات کفریہ استاذ الاساتذہ علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے معاصر علمائے کرام کی خدمت میں پیش ہوئے ہوسکتا ہے کہ باآں جلالت شان و ذکاوت و فطانت ان حضرات کو ان کلمات میں کوئی تاویل سمجھ میں نہیں آئی نہ قریب نہ بعید، ان حضرات کی نظر میں اس کے کلمات کفریہ صریح متعین نظر آئے جن کی بنا پر ان حضرات نے اسمعیل دہلوی کی قطعی تکفیر فرمائی۔

لیکن جب وہ کلمات مجدد اعظم اعلی حضرت قدس سرہ کے علم میں آئے تو بہ مصداق فوق کل ذی علم علیم ان میں اعلی حضرت

قدس سرہ کو اسلام کا پہلو سمجھ میں آ گیا اگرچہ وہ بعید ہو، ضعیف ہو اس لئے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کف لسان فرمایا۔ ایسا بہت ہوتا ہے کہ بعض دفعہ بڑوں بڑوں کا ذہن ایک طرف منتقل نہیں ہوتا مگر ان سے کم درجے کے دوسرے فرد کا ذہن اس طرف منتقل ہو جاتا ہے اس کی صدہا مثالیں موجود ہیں''۔

(فتاویٰ شارح بخاری، ج۳،ص۴۱۸)

مزید لکھتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی تحقیق یہ ہے کہ اسماعیل دہلوی کے جتنے اقوال کفریہ ہیں سب میں کوئی نہ کوئی پہلو ایسا ہے جو کفر سے خالی ہے''۔

(فتاویٰ شارح بخاری، ج۳،ص۳۹۷)

پوری رضاخانیت کو چیلنج!!!

ہم پوری رضاخانیت کو چیلنج کرتے ہیں کہ حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے معاذ اللہ ان کلمات کفریہ میں وہ اسلامی پہلو و اسلامی معنی ہمیں بتاؤ جو خان صاحب کو نظر آئے؟ تمہارا شاہ صاحب کے متعلق دعویٰ ہے کہ معاذ اللہ ان کا عقیدہ ہے کہ:

نماز میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آجانا گدھے کتے سور کے خیال سے بدتر ہے اور یہ شرک ہے۔ العیاذ باللہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سمیت تمام انبیاء و اولیاء ذلیل چمار ہیں استغفر اللہ نقل کفر کفر نہ باشد

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت بس صرف بڑے بھائی جتنی کرو۔

اللہ کے سوا کسی کو نہ مانو نہ نبی کو نہ فرشتوں کو نہ جنت نہ جہنم نہ قیامت۔

قارئین کرام! یہ کلمات کفریہ خبیثہ لکھتے ہوئے ہمارے ہاتھ پر کپکپی طاری ہے کاش کہ یہ خبیث فرقہ ہمارے سامنے نہ ہوتا تو ہم اس کی جرات نقل کفر کفر نہ باشد کے اصول کے تحت بھی نہ کرتے۔ اب رضاخانی ہمیں بتائیں کہ خان صاحب بریلوی کو ان کلمات خبیثہ میں کونسا اسلامی معنیٰ نظر آیا؟ کونسا اسلام نظر آیا؟ ہمیں بتایا جائے کہ اس میں وہ کونسا پہلو ہے جو معاذ اللہ کفر سے خالی ہے؟

اگر یہ کلمات بھی خان صاحب کے نزدیک اسلام ہیں معاذ اللہ اور اس میں اسلامی معنیٰ ہو سکتے ہیں تو ہم ایسے خبیث پر لعنت بھیجتے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قسم کی گالیوں میں بھی اسلام کا پہلو تلاش کرتا ہے۔

مگر دوسری طرف اسی شریف الحق امجدی کی منافقت کو دیکھیں کہ اس قسم کے خبیث کلمات کے بارے میں تو کہتا ہے کہ ''اس میں اسلام کا پہلو موجود ہے مگر علمائے دیوبند کی عبارات میں کوئی اسلام کا پہلو نہیں''۔ یہ شریعت ان کے باپ کی ہے کہ جس کو چاہو کافر بنا دو جس کو چاہو مسلمان بنا دو؟ کوئی غیرت مند رضاخانی اس دھرتی پر اگر موجود ہے تو میرے سامنے سامنے بیٹھے اور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ان خبیث کلمات میں اسلام کا پہلو اور علمائے دیوبند کی عبارات میں سو فیصد کفر کا پہلو ثابت کر کے دکھائے۔

جب علمائے دیوبند کو حسد کی آگ میں جل کر کافر بنانا ہو تو ان کی صحیح عبارات بھی ایسا کفر بن جائے کہ نہ ماننے والے بھی کافر اور جب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تکفیر نہ کرنی ہو تو اس کی طرف منسوب ننگی گالیاں، کھلی کھلی گستاخیاں بھی اسلام بن جائے؟ کیا یہ کھلی منافقت نہیں؟

قارئین کرام! مجھے آپ جب بولیں علمائے دیوبند کی تحذیر الناس، براہین قاطعہ، حفظ الایمان کی عبارتیں لکھ کر دینے کو تیار ہوں، پڑھ کر دینے کو تیار ہوں، اسے قرآن وحدیث واسلاف کی عبارات کی روشنی میں ثابت کرنے کو تیار ہوں، مجھے ان عبارات کو پڑھنے سمجھانے میں کبھی جھجھک نہ ہوگی بلکہ خوشی ہوگی اور ایسا کرتا بھی ہوں میرے دروس نیٹ پر موجود ہیں۔

مگر شاہ صاحب کی طرف جو کفریات اس نابنجار قوم نے منسوب کئے ہیں اس کو لکھتے ہوئے بھی ہاتھوں پر کپکپی طاری ہوجاتی ہے۔ میں کھلم کھلا کہتا ہوں کہ ان کفریات کو بلاضرورت شدیدہ حضور ﷺ کی طرف منسوب کرنے والے کا بھی ایمان جانے کا خطرہ، مگر بریلوی کے اس مجدد کو ان کفریات میں اسلام نظر آتا ہے اور علمائے دیوبند کی عبارات میں کفر!!!! یاللعجب !!!

شریف الحق امجدی کہتا ہے کہ دراصل علمائے دیوبند نے خود اپنی عبارات کے کفری معنی متعین کردئے (معاذ اللہ) اس لئے کوئی تاویل بھی فائدہ نہیں دے سکتی۔ (ملاحظہ ہو فتاوی شارح بخاری، ج ۳ ص ۴۱۲ تا ۴۱۵) اس کذب بیانی سے فی الوقت صرف نظر کرتے ہوئے میں کہتا ہوں کہ جو اصول نقل کیا گیا اس پر تو شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تکفیر بھی فرض تھی کیونکہ خود ہی اس نے لکھا:

''تیسری وجہ جو ان دونوں سے ظاہر تر اور اقرب الی الفہم ہے کہ علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ اسمٰعیل دہلوی کے معاصر تھے۔ ان کی اسمٰعیل دہلوی سے اس کی کفریات پر تھوڑی بہت گفتگو بھی ہوئی اس سے یا اس کے داماد مولوی عبدالحیٔ سے علامہ کو اس بات کا یقینی علم ہوگیا کہ اس کی مراد کفری معنی ہی ہے اور ذو احتمالات کلام میں جب معلوم ہوجائے کہ قائل کی مراد معنی کفری ہے تو وہ یقینی طور پر کافر ہے''۔

(فتاوی شارح بخاری، ج ۳ ص ۳۹۹)

جب شاہ صاحب نے معاذ اللہ خود ہی اپنی مراد کفری واضح کردی اور بقول آپ کے اب اس کا کافر ہونا یقینی ہے تو خان صاحب کون ہوتا ہے کہ اس یقینی قطعی کافر کے کفر میں اسلام تلاش کرے؟

کیا منافقت ہے کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ معاذ اللہ اپنی مراد کفری خود واضح کر کے کفر متبین و متعین کا ارتکاب کردیں تب بھی وہ کافر نہیں اور علمائے دیوبند خان صاحب بریلوی کی طرف سے منسوب کردہ کفری باتوں پر لعنت بھیجیں اسے خود کافر کہیں پھر بھی وہ کافر اور انہیں مسلمان سمجھنے والا بھی کافر؟؟؟!!!! یہ ہے وہ آدمی جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ کفر کے فتوے دینے میں بڑے محتاط تھے!!!۔

شریف الحق امجدی کی اس عبارت واصول کی روشنی میں خان صاحب بریلوی حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تکفیر نہ کرنے پر ایسے کافر ومرتد ہوئے کہ جو بریلوی میری ان سطور کو پڑھنے کے بعد بھی ان کو مسلمان سمجھے وہ خود کافر ہے، اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔ کوئی مائی کا لال رضاخانی اس دنیا میں زندہ موجود ہے تو خان صاحب کا نمک حلال کرتے ہوئے اس موضوع پر میرے سامنے بیٹھے اور خان صاحب کو جہنم کا ایندھن ہونے سے بچائے، لیکن میں رب کعبہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں رضاخانی مر کر دوبارہ زندہ ہوسکتا، زہر کا ڈرم پی سکتا ہے لیکن اس موضوع پر ہمارے سامنے بیٹھ کر بات نہیں کرسکتا۔ فھل من مبارز۔

اگر کسی رضاخانی کو یہ سطور لکھنے کے بعد غیرت آگئی تو وڈیو اور تحریر کی صورت میں ڈینگ مارنے کے بجائے میرا نمبر تمہارے پاس موجود ہے مجھ سے رابطہ کرو اور اس نشست کی ترتیب بناؤ۔

خدارا کوئی تو خان صاحب کے ایمان کو بچائے

مفتی شریف الحق امجدی صاحب لکھتے ہیں کہ معاذ اللہ علمائے دیوبند کی عبارات معنی کفری میں ''صریح متبین متعین'' ہیں یہی بات مفتی مصطفی رضا خان صاحب نے ''الموت الاحمر'' میں لکھی ۔اس کا آسان لفظوں میں مطلب یہ ہے کہ معاذ اللہ علمائیے دیوبند کی عبارات میں کسی قسم کی توجیہ تاویل نہیں ہوسکتی وہ ہر اعتبار سے کفر میں بالکل واضح ہیں اور اکابر دیوبند نے بھی ان سے یہی کفری معنی مراد لیا تھا لہٰذا اب ان کی تکفیر نہ کرنا خود کفر ہے۔

آگے رضاخانیوں کا حوالہ آرہا ہے کہ علمائے دیوبند کی یہ عبارات معاذ اللہ اتنی صریح کفریہ ہیں کہ دنیا کی کسی زبان میں ان کا ترجمہ کرا کر عام آدمی کے سامنے بھی پیش کر دی جائیں تو وہ بھی اسے کفر ہی تسلیم کرے گا۔

لیکن اب دوسری طرف مفتی انس رضا عطاری رضاخانی لکھتا ہے:

''دیوبندیوں کی کفریات کی ابتدا ۱۲۹۰ھ سے ہوئی جبکہ امام احمد رضا خان ۔۔۔نے المعتمد المستند کے اندر ۱۳۲۰ھ میں ان حضرات کی تکفیر کا شرعی فریضہ ادا کیا۔ ۳۰ سال آپ انہیں خوف خدا یاد کرواتے رہے، خط لکھتے رہے، مناظرے کی دعوت دیتے رہے''۔

(حسام الحرمین اور مخالفین ،ص ۲۵)

جب یہ عبارات معاذ اللہ کفری معنی میں بالکل صریح ہیں ان میں کسی قسم کی کوئی تاویل نہیں ہوسکتی تو اس کا مطلب ہے کہ ۳۰ سال تک خان صاحب بریلوی ان کی تکفیر نہ کر کے خود اپنے فتوے ''من شك فی كفره و عذابه فقد كفر '' کے مرتکب ہو گئے ایسے کافر کے اب یہ سطور پڑھنے کے بعد بھی جو رضاخانی انہیں مسلمان سمجھے وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

باقی یہ محض ڈرامہ ہے کہ ان کو ۳۰ سال تک خط لکھتے رہے اس کی حقیقت تو ہماری کتاب ''نواب احمد رضا خان بریلوی حیات، خدمات و کارنامے'' میں ملاحظہ ہو۔رہی بات خوف خدا کی تو آگے حوالہ آرہا ہے کہ خان صاحب کے نزدیک وہابی کو توبہ کی توفیق ہی نہیں وہ وہابیت سے واپس نہیں لوٹ سکتا تو خوف خدا کس چیز کا؟

آخر میں ہمیں یہ بھی بتایا جائے کہ جب ان عبارات میں کسی قسم کی کوئی تاویل اصلاً سرے سے ہو ہی نہیں سکتی تو آخر خان صاحب تیس سال تک تکفیر سے کیوں رکے رہے؟ اور خان صاحب تیس سال تک تکفیر سے رکے رہنے کے بعد بھی ہٹے کٹے مسلمان تو آج کا مسلمان ان کو کافر نہ کہہ کر کیسے کافر ہو گیا؟

حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی توبہ کا مسئلہ اور منافقت

علامہ فضل حق خیر آبادی صاحب نے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فتوی دیا کہ من شك فی كفره و عذابه فقد كفر جو ان کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے (معاذ اللہ) بقول فرقہ رضاخانیہ علمائے حرمین سے اس پر فتوے لئے گئے۔مگر خان صاحب کفر میں شک تو دور وہ تو ان کو مسلمان مانتے ہیں کافر ہونے کے منکر بلکہ اسے خلاف احتیاط کہتے ہیں، اور یوں علامہ خیر آبادی کے فتوے کی رو سے خود جہنم کے سب سے آخری گڑھے میں جا گرے۔تفصیل میری کتاب دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد اول میں ملاحظہ ہو۔اب خان صاحب کو بچانے کیلئے یہ تاویل رضاخانیوں نے نکالی کہ دراصل خان صاحب نے تکفیر اس لئے نہیں کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی توبہ مشہور ہو گئی تھی

اور جب ثبوت مانگا گیا تو فتاوی رشیدیہ کا ایک سوال نکال کر لے آئے جس کی تردید فتاوی رشیدیہ میں ہی موجود ہے۔

اب جب خان صاحب کو کفر کے فتوے سے بچانا تھا تو توبہ کا ڈھکوسلا بنا کسی ثبوت شرعی کے گڑھ لیا لیکن جب اسی توبہ کی بات مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کسی نے کی تو کیا جواب دیا گیا ملاحظہ ہو: مفتی شریف الحق امجدی کا ایک اور حوالہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ ہمارے یہاں (بان پور) میں کئی ماہ سے یہ مسئلہ الجھا ہوا ہے کہ (مولوی) رشید احمد گنگوہی کی جو کفری عبارتیں ہیں ان سے انہوں نے رجوع کر لیا ہے یا نہیں؟ رشید احمد گنگوہی کے متبعین حضرات کا کہنا ہے کہ وہ اپنی تمام کفری عبارتوں سے رجوع کرنے کے سلسلے میں بصورت توبہ نامہ ایک کتاب لکھ رہے تھے۔ ابھی وہ کتاب مکمل نہ ہو پائی تھی کہ ان کا انتقال ہوگیا۔ بایں وجہ وہ کتاب منظر عام پر نہ آسکی۔ کیا ان متبعین حضرات کا یہ کہنا صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح نہیں ہے تو ان کے متبعین پر از روئے شرع کیا حکم نافذ ہوتا ہے؟ اور ان کے ساتھ دینی و دنیاوی تعلقات کو برقرار رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: یہ بالکل بے سروپا افسانہ ہے کہ گنگوہی نے اپنی کفری عبارت سے توبہ کر لیا ہے۔ بان پور کے اس زمانہ کے دیوبندیوں سے زیادہ واقف کار گنگوہی کے مریدین اور خلفاء تھے۔ گنگوہی کے سب سے بڑے خلیفہ خلیل احمد انبیٹھی اور محمود الحسن دیوبندی تھے ان لوگوں نے کبھی اس کا اظہار نہیں کیا کہ گنگوہی نے اپنی کفری عبارتوں سے توبہ کی ہے، اگر ایسا ہوتا تو یہ سب اس کو ظاہر کرتے اس کے برخلاف ان لوگوں نے تسلیم کیا کہ یہ عبارت گنگوہی کی ہے۔ مولوی حسین احمد ٹانڈوی بھی گنگوہی کے مرید و خلیفہ ہیں۔ انہوں نے اپنے گالی نامہ الشہاب الثاقب میں براہین قاطعہ کی عبارت کو گنگوہی کی عبارت تسلیم کیا ہے۔ اس کی بے جا تاویل کی ہے۔ مگر یہ کبھی نہیں لکھا کہ انہوں نے اس سے توبہ کر لیا ہے۔ اگر گنگوہی نے توبہ کی ہوتی تو بے جا تاویل کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ صاف لفظوں میں لکھ دیتے کہ انہوں نے توبہ کر لی ہے۔ غرضے کہ یہ بالکل غلط ہے کہ گنگوہی نے اپنی کفری عبارت سے توبہ کر لی ہے۔ جو لوگ یہ جھوٹی افواہ اڑا کر گنگوہی کو کفر سے بچانا چاہتے ہیں وہ گنگوہی کو قطعاً مفید نہیں۔ نہ اس سے گنگوہی کفر سے بچے گا''۔

(فتاوی شارح بخاری، ج ۳ ص ۱۹۹، ۲۰۰)

اب سوال یہ ہے کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی توبہ کے ثبوت اور اس ''افواہ'' کو رد کرنے کیلئے جو شرائط و قیود اور گفتگو اس مفتی نے یہاں کی کیا کوئی مائی کا لعل رضاخانی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی توبہ میں ان سب باتوں کو ثابت کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ مگر بات وہی کہ اختلاف چونکہ منافقت کی بنیاد پر ہے لہٰذا علمائے دیوبند کے متعلق یہ لوگ اپنے ہی اصولوں کا خون کرتے ہوئے ذرا نہیں شرماتے۔

بات چونکہ شہیدین کریمین کی تکفیر کے حوالے سے نکل پڑی تو یہاں ایک نیا حوالہ ملاحظہ ہو یہ فتوی رضاخانیوں کے مستند دارالافتاء دارالعلوم لطیفیہ کے مشائخ و اکابر کا ہے:

''جب سے فقیر نے صراط مستقیم مطبوعہ ۱۲۳۹ھ کا مطالعہ کیا ہے مولوی اسمعیل صاحب کے سب وشتم اور تکفیر کرنے والوں سے متفق نہیں ہے، جس طرح خلفاء ثلاثہ کی تکفیر کرنے والے یعنی روافض کا اور خلیفہ رابع حضرت علیؓ کی تکفیر کرنے والے یعنی خوارج کا اہل سنت والجماعت ساتھ نہیں دیتے اور روافض و خوارج اس وجہ سے اہلسنت سے ناراض رہتے ہیں اور ان پر افتراء اور اہتمام رکھتے ہیں، اسی طرح فقیر جو مولوی اسمعیل صاحب کی تکفیر کرنے والوں کے ساتھ شریک نہیں ہے تو وہ لوگ مجھ سے ناخوش ہیں اور مجھ پر افترا و بہتان رکھتے ہیں۔

سراج الامت امام اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان، یزید پلید کی عدم تکفیر اور عدم سب وشتم کی وجہ سے اور احتیاط پر عمل کرنے کے باعث

مطعون نہیں ہیں۔تو یہ فقیر جو مولویا سمعیل صاحب کی تکفیر نہیں کرتا اور احتیاط پر عمل کرتا ہے تو اس پر کیوں طعن وتشنیع کی جاتی ہے۔قرآن مجید، احادیث شریف اور بزرگان دین کے اقوال سب فرعون کے کفر پر دلالت کرتے ہیں اور صاحب مسیح الاز ہر نے فرعون کو تمام اگلوں اور پچھلوں میں سب سے زیادہ شقی اور بد بخت لکھا ہے۔لیکن اس کے باوجود شیخ ابن عربی نے فرعون کے ایمان کو تاویلات سے ثابت کیا ہے اور اس کی تکفیر سے اجتناب کیا ہے اور یہ عدم تکفیر شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ العزیز کی قطبیت میں کچھ بھی خلل انداز نہ ہوں اور کسی نے شیخ کو فرعون یا کافر نہیں بنایا بلکہ ملا جلال الدین دوانی نے شیخ ابن عربی کی وسعت نظری اور مخلوق پر شفقت کو دیکھ کر مدح وتحسین کی ہے تو اگر فقیر نے احتیاط کا پہلو اختیار کرتے ہوئے مولوی اسماعیل کی تکفیر نہیں کی تو فقیر کے ایمان میں کیا فرق پیدا ہوگا۔اور کس طرح اس مسکین کو اسمعیلی کہا جاسکتا ہے۔یہ مسکین اہل سنت والجماعت سے ہے اور حنفی المذہب ہے لیکن اگر صرف مولوی اسمعیل صاحب کی عدم تکفیر کی وجہ سے کوئی مجھے اسمعیلی کہتا ہے، تو فقیر اسمعیلی ہے، جیسا کہ امام شافعی صاحب فرماتے ہیں، کہ اگر آل رسول ﷺ کی محبت موجب رفض ہے، تو میں رافضی ہوں اس لئے کہ آل رسول کی محبت سے بڑھ کر اور کیا شئی ہوگی۔اگر اس وجہ سے کوئی مجھے رافضی سمجھتا ہے تو سمجھا کرے۔اس کے اس لعن طعن سے میں آل رسول ﷺ کی محبت کو ترک نہیں کرسکتا۔شاید یہ حقیقت لوگوں کی نظروں سے پوشید ہے کہ اپنے مذہب سے خارج کرنا اور ایسی باتوں میں مشغول ہونا، جن سے ملت اسلام کو نقصان پہنچے احمقوں اور نادانوں کا کام ہے۔انصاری باوجود عیسیٰ پرستی کے لاکھوں لوگوں کو اپنے مذہب میں داخل کرتے ہیں اور اپنی جماعت کو بڑھاتے ہیں۔وہ روز بروز اسکی کوشش کرتے ہیں۔عیسائی باوجود عیسیٰ پرستی کے لاکھوں لوگوں کو اپنے مذہب میں داخل کرتے ہیں اور اپنی جماعت کو بڑھاتے ہیں۔وہ روز بروز اس کی کوشش کرتے ہیں۔خدا معلوم کہ مسلمانوں کو باوجود خدا پرست ہونے کے مولوی اسمعیل صاحب کی تکفیر کرنے اور ان کو زمرہ مومنین سے خارج کرنے اور مسلمانوں کے اندر تفریق وانتشار پیدا کرنے پر اس قدر اصرار واہتمام کیوں ہے۔یہ بھی واقعہ ہے کہ جو نص شہرت رکھتا ہو اور مطعون نہ ہو، یہ عنقا کے حکم میں ہے کیونکہ مثل مشہور ہے الشہرۃ آفت''۔

(فتاوی لطیفیہ ص ۲۸۹،۲۹۰، مطبوعہ دارالعلوم لطیفیہ)

ملاحظہ فرمائیں کہ صراط مستقیم کا مطالعہ کرنے کے بعد بھی کس دوٹوک فتوے کے ساتھ شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی حمایت میں کھڑے ہو گئے اور ان کی تکفیر کرنے والوں کو احمق، نادان اور امت مسلمہ میں انتشار وافتراق کو عام کرنے والا بتلایا یہی ہم کہنا چاہتے ہیں کہ یہ سب سے تکفیری مشن انگریز کے حکم پر رچایا گیا تا کہ اہل سنت کے اتحاد کو پارہ پارہ کرکے مسلکی تعصب میں انگریز کی حکومت کو دوام بخشا جاسکے۔

مسئلہ مغفرت ذنب

اہل السنۃ والجماعۃ مترجمین نے اسلاف کے تراجم کی روشنی میں سورۃ فتح کی آیت لیغفر لك الله ما تقدم من ذنبك و ما تاخر میں ذنب کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف برقرار رکھی اور تفسیری حواشی وتفاسیر میں اس کی وضاحت بمطابق نظریہ اہلسنت کردی۔مگر آل بدعت کی طرف سے اس پر ایک طوفان بدتمیزی کھڑا کر دیا گیا کہ دیوبندیوں نے نبی کریم ﷺ کی طرف ذنب وخطاء کی نسبت کرکے گستاخی رسول ﷺ کا ارتکاب کیا ہے معاذ اللہ اگر اس طرح ترجمہ غیر مسلم پڑھیں گے تو ایمان کیسے لائیں گے؟ وغیرہ وغیرہ۔اس کے علاوہ دیگر تراجم پر بھی گستاخی کے فتوے لگائے۔الحمد للہ بندہ عاجز اور مناظر اسلام حضرت مولانا ابوایوب قادری صاحب نے ''نور سنت کنزالایمان نمبر'' میں

اس کا بھرپور دفاع کیا اور ثابت کیا کہ جن جن تراجم پر آپ نے گستاخی کے فتوے لگائے ہیں یہ نہ صرف اسلاف سے ثابت ہیں بلکہ خود آپ کے گھر سے بھی ثابت ہیں۔اس مضبوط علمی گرفت پر رضاخانی مبہوت رہ گئے۔اب ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ عشق رسالت ﷺ کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے اکابر پر بھی وہی فتوے لگاتے جو اکابر اہلسنت پر لگائے مگر منافقت تعصب دورنگی کی بدترین مثال ملاحظہ ہو کہ اپنے اکابر کو ان کفر کے فتووں سے بچانے کیلئے یہ اصول گھڑا:

''حقیقت یہ ہے کہ بعض آیات کے لفظی تراجم کی وجہ سے کسی صحیح العقیدہ سنی پر فتوی نہیں لگایا گیا بعض آیات کے لفظی تراجم کی بنا پر جو فتوی لگایا گیا ہے اس سے مراد وہابی دیوبندی مترجمین ہیں ان کو گستاخ قرار دینے کی اصل وجہ ان کا کریمینل (مجرمانہ) ریکارڈ ہے (جس کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان پر فتوی لگایا گیا ہے) کیونکہ وہابیہ دیابنہ اللہ و رسول جلالہ وﷺ کے گستاخ ہیں اس لئے یقیناً ان آیات کے لفظی تراجم سے بھی ان کا مقصد شان رسالت کا انکار کرنا ہی ہے''۔

(کنزالایمان اور مخالفین،غیر تحریف شدہ ہندوستانی ایڈیشن،ص ۲۷)

اہل السنۃ والجماعۃ کا گستاخ رسول ﷺ ہونا معاذ اللہ کوئی مائی کا لعل صبح قیامت تک ثابت نہیں کر سکتا لیکن تمہارا گستاخ رسول ﷺ ہونا خود تمہارے مولویوں کی کتب سے میں دفاع جلد دوم کے مقدمہ اور اب یہاں ثابت کر چکا ہوں لہذا یہ ''کریمینل ریکارڈ'' تمہارا ہے ہمارا نہیں۔اس لئے اس اصول سے یہ فتوے بہرصورت تمہارے گلے کے ہار بنے ہوئے ہیں جسے تم کسی صورت خود سے جدا نہیں کر سکتے۔باقی بندہ اس منافقانہ اصول کا منہ توڑ جواب اپنی کتاب ''سنی تراجم پر اعتراضات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ'' میں دے چکا ہے۔لیکن یہاں ایک ایسا سوال اسی اصول کے متعلق کروں گا جس کے جواب سے ان شاءاللہ تا قیامت یہ رضاخانی عاجز رہیں گے۔وہ یہ کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو گالی دینا کفر و ارتداد ہے تو آج اگر کوئی رضاخانی جس کا بقول تمہارے سابقہ کوئی ''کریمینل ریکارڈ'' نہیں نبی کریم ﷺ کو کوئی صریح گالی دے تو کیا اس کو صرف اس وجہ سے اس اصول کے تحت معاف کر دیا جائے گا کہ اس کا چونکہ سابقہ کوئی کریمینل ریکارڈ نہیں لہذا اس کا یہ گالی دینا کوئی کفر و ارتداد نہیں یقیناً اس گالی سے اس نے کوئی اچھا معنی ہی مراد لیا ہوگا؟۔

مسئلہ امکان کذب

اہل السنۃ والجماعۃ احناف دیوبند کا سادات اشاعرہ کی پیروی میں یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالی مشرکین کی مغفرت پر قادر ہے وہ چاہے تو اہل جنت کو جہنم اور اہل جہنم کو جنت میں بھیج دے اسے اس کی قدرت ہے اسے خلف وعید سے یاد کیا جاتا ہے۔اسی طرح اللہ تعالی اپنی بات کے خلاف پر بھی قادر ہے جسے امکان کذب کے عنوان سے یاد کیا جاتا ہے۔مگر ایسا کبھی کرے گا نہیں بات صرف قدرت کی ہے۔جو یہ کہے کہ اللہ تعالی اپنی بات کے خلاف کرے گا یا کر دیا ہے وہ پکا کافر ہے۔دفاع جلد اول میں میں نے اس پر تفصیلی کلام کیا ہے۔

اہل بدعت نے اس پر ایک طوفان بدتمیزی کھڑا کر دیا۔علمائے دیوبند کے خلاف لکھی جانے والی شاید ہی کوئی ایسی کتاب ہو جس میں اس عقیدے کی بنیاد پر انہیں کافر نہ کہا گیا ہو۔نواب احمد رضاخان بریلوی نے اس کے خلاف ایک بدنام زمانہ کتاب ''سبحان السبوح'' لکھی جس میں علمائے دیوبند کے خلاف وہ گندی اور غلیظ زبان استعمال کی گئی کہ کوئی شریف مسلمان تو دور مزارات پر دھمال ڈالنے والے بریلوی بھی وہ عبارات اپنی ماں بہن کے سامنے نہیں پڑھ سکتے۔

دلچسپ بات یہ کہ جو عقیدہ اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند کا تھا وہی عقیدہ علامہ فضل حق خیر آبادی کا بھی تھا چنانچہ وہ لکھتے ہیں :

’’اللہ تعالی کی خبر میں کذب ممتنع بالغیر ہے اور ممتنع بالغیر ہونا امکان ذاتی کے منافی نہیں ہے‘‘ ۔

(شفاعت مصطفی ﷺ ۲۵۶)

یعنی اللہ کی خبر میں جھوٹ کا ہونا فی نفسہ ممکن ہے ہاں غیر کی وجہ سے اس کا صدور ممتنع ہے ۔ اب ہونا یہ چاہئے تھا کہ رضاخانی اپنے اس امام پر بھی کفر کے فتوے صادر کرتے مگر منافقت کی ادنی جھلک ملاحظہ ہو ۔ مولانا عبدالحکیم شرف قادری اس عبارت پر حاشیہ لکھتے ہیں :

’’یہ صحیح نہیں ہے تفصیل کیلئے دیکھئے سبحان السبوح از امام احمد رضا‘‘ ۔ (شفاعت مصطفی ﷺ ص ۲۵۶)

اول بات تو یہ معلوم ہوئی کہ فضل حق خیر آبادی کا یہ عقیدہ بعینہ علمائے دیوبند کا عقیدہ ہے کیونکہ اس عقیدے کے غلط ہونے کی تفصیل کیلئے وہ ’’سبحن السبوح‘‘ پڑھنے کی تلقین کر رہے ہیں اور ظاہری بات ہے کہ ’’سبحن السبوح‘‘ علمائے دیوبند کے خلاف ہی لکھی گئی ہے ۔ گویا اس امکان کذب کے عقیدے پر علمائے دیوبند اور علامہ فضل حق خیر آبادی ’’ہم عقیدہ‘‘ ہیں مگر منافقت کی انتہاء دیکھیں کہ اسی مسئلہ پر صبح شام علمائے دیوبند کے خلاف صفحات کے صفحات سیاہ کرنے والے اپنے اس عالم کے اس عقیدے کے رد میں صرف اتنا لکھ سکے ’’یہ صحیح نہیں ہے‘‘

افسوس اس منافقت پر!!! کہاں ہے اب وہ تقدیس رب العالمین کے نعرے؟

رضاخانی مناظر مولوی مطیع الرحمن رضوی لکھتا ہے :

’’یوں ہی اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ خدائے پاک و بے عیب کے حق میں جھوٹ بولنا محال بالذات ہے ۔ اس پر ملا عبدالحکیم سیالکوٹی نے لکھا کہ ہم محال بالذات نہیں مانتے ، کیوں کہ اگر محال بالذات ہوتا تو کسی سے جھوٹ بولنے کا وجود نہیں ہوتا ۔ لہذا یہ محال بالغیر ہے تو ممکن بالذات ہوا‘‘ ۔ (انبیائے کرام کے بعد افضل کون ، ص ۶۷)

یہ وہی عقیدہ ہے کہ جس کی بنا پر علمائے دیوبند کو کافر کہا جاتا ہے ۔ اگرچہ رضوی صاحب نے اس سے جان چھڑاتے ہوئے یہ کہا کہ دراصل سیالکوٹی صاحب فلاسفہ کا نظریہ ذکر کر رہے ہیں حالانکہ یہ صریح کذب بیانی ہے ۔ کیونکہ وہ اس عبارت سے معتزلہ کا رد کر رہے ہیں جو کہہ رہے تھے کہ اللہ پر ثواب وعقاب واجب ہے وہ اگر اس کے خلاف کرے گا تو کذب لازم آئے گا اور کذب نقص ومحال ذاتی ہے لہذا اللہ تعالی اس پر قادر نہیں ۔ تو اس کے جواب میں معتزلہ پر رد کرتے ہوئے علامہ سیالکوٹی نے یہ لکھا ۔

(ملاحظہ ہو تفصیل حاشیہ سیالکوٹی علی العقائد العضدیہ ، ص ۱۷۵ ، ۱۷۶ ، طبعہ اولی ۱۳۲۲ھ)

پھر خان صاحب نے علامہ سیالکوٹی کو اس مسئلہ میں سبحان السبوح میں ’’خطا‘‘ پر کہا اگر وہ بدمذہبوں کا عقیدہ نقل کر رہے ہیں تو پھر تو درست کر رہے ہیں خطا پر تب ہی ہیں جب اپنا عقیدہ بیان کر رہے ہوں ۔

ایک آن میں کروڑوں نبی پیدا کر دے

حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ کی قدرت تامہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھ دیا کہ اس بادشاہ کی یہ شان ہے کہ چاہے تو ایک آن میں کروڑوں نبی پیدا کر دے (مفہوم) اب کیا تھا کیا چھوٹا کیا بڑا رضاخانی سب کے نزدیک اس پر وہ فتوے وہ گالیاں کہ شریف انسان کا سر شرم سے جھک جائے ۔ ایک رضاخانی اس پر لکھتا ہے :

''یہاں سے مرزا مردود غلام قادیانی کو سہارا ملا کہ کروڑوں نبی پیدا ہوسکتے ہیں اور کروڑوں محمد ﷺ کے برابر پیدا کئے جاسکتے ہیں تو تو نبوت کا دعوی اور اپنی نام نہاد رسالت کا اعلان کر دے تو اس کذاب نے ڈنکے کی چوٹ نبوت کا دعوی کر دیا''۔

(محاسبہ دیوبندیت، ج ۲ ص ۳۱۱)

گویا جب یہ کہا گیا کہ اللہ تعالی کروڑوں نبی پیدا کرنے پر قادر ہے تو یہیں سے مرزا غلام احمد قادیانی کو شہہ ملی اور اس نے نبوت کا دعوی کر دیا۔ اب آئے ہم دکھاتے ہیں کہ مرزا قادیانی کیلئے یہ راستہ اس اصول کی بنیاد پر کس نے ہموار کیا؟۔ بریلوی شمس العارفین نور الحسن لکھتے ہیں:

''اس میں کلام نہیں کہ اس خلاق العلیم نے جیسا یہ سلسلہ انبیاء و مرسلین ابتدا سے انتہا تک اور دنیا و مافیھا بلکہ تمام موجودات کو پیدا کیا ہے، ایسی مخلوقات یعنی اس کی مثل لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں پیدا کر سکتے ہیں''۔

(الانسان فی القرآن، ص ۳۱۷ طبع سوم تحریف شدہ ایڈیشن)

بریلوی فقیہ ملت لکھتا ہے:

''بے شک سرکار اقدس آخر الانبیاء ﷺ کے بعد کسی نبی کا پیدا ہونا شرعاً محال اور عقلاً ممکن بالذات ہے (یعنی پیدا ہوسکتا ہے) اما الاول فلورود النص ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین واما الثانی فلان خلق النبی بعد نبینا علیہ التحیۃ والثناء من المقدورات الالھیۃ وکل مقدور الھی ممکن لیکن سرکار اقدس خاتم النبیین ﷺ کے بعد دوسرا خاتم الانبیاء پیدا ہونا محال بالذات ہے لان ختم النبوۃ وصف لا یقبل الاشتراک عقلا ولا یکون موصوفہ الا واحدا وھو نبینا رحمۃ للعالمین ﷺ اسی لئے وصف ختم نبوت میں سرکار اقدس ﷺ کا نظیر و مثل محال بالذات ہے......اس آیت کریمہ کے نزول سے قبل سرکار مصطفی ﷺ کے بعد کسی نبی کا پیدا ہونا دو طرح ممکن تھا ایک بطور امکان وقوعی دوسرا بطور امکان ذاتی ورود آیت کریمہ نے صرف امکان وقوعی ختم کیا امکان ذاتی ختم نہیں ہوا''۔

(فتاوی فیض الرسول، ج ۱ ص ۹، ۱۰)

میں نے ان حوالہ جات سمیت دیگر حوالے بھی دفاع جلد اول میں دئے مگر حرام ہو جو اب تک کسی رضاخانیت کی طرف سے اپنے ان علماء پر کفر کا فتوی صادر کیا گیا ہو اور نہ ایسا کبھی کریں گے کیونکہ ہم پہلے واضح کر چکے ہیں کہ ان کا اختلاف ناموس رسالت ﷺ کی بنیاد پر نہیں علمائے اہل السنۃ سے بغض کی بنیاد پر ہے۔

تحذیر الناس کے حوالے سے ایک اور منافقت

اہل السنۃ والجماعۃ نے جب دلائل قاہرہ سے ثابت کیا کہ حضرت امام نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحذیر الناس میں کہیں بھی ختم نبوت زمانی کا انکار نہیں اور اس کو خود آپ کے علماء نے بھی تسلیم کیا تو اب نیا پینترا یہ بدلا کہ:

''ہمیں نانوتوی صاحب سے یہ شکوہ نہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے لئے تاخر زمانی تسلیم نہیں کی یا یہ کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے بعد مدعیان نبوت کی تکذیب و تکفیر نہیں کی انہوں نے یہ سب کچھ کیا مگر قرآن کے معنی منقول متواتر کو عوام کا خیال قرار دے کر اپنے

سب کئے کرائے پر پانی پھیر دیا''۔

(مقالات کاظمی، ج ۲، ص ۳۵۱)

یہ کاظمی صاحب کا سیاہ جھوٹ ہے کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے آیت ختم نبوت میں ختم نبوت زمانی کو عوام کا خیال بتلایا ہے اور خواص اس سے کچھ اور مراد لیتے ہیں معاذ اللہ۔ بلکہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا ہے کہ اس آیت سے ختم نبوت زمانی یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا تو ہر کوئی مراد لیتا ہے خواہ خواص ہوں یا عوام لیکن عوام کے نزدیک تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ختم نبوت کا اعزاز اس لئے ملا کہ آپ زمانہ کے اعتبار سے سب سے آخری نبی ہیں، لیکن خواص کے نزدیک آپ کی ختم نبوت زمانی کی علت ختم رتبی و ذاتی ہے یعنی تمام رتبے تمام کمالات آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئے اور چونکہ یہ عام قاعدہ ہے کہ جو سب سے افضل سب سے اعلیٰ ہو اور جس پر تمام کمالات آکر ختم ہوں اسے آخر میں بھیجا جاتا ہے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخر میں بھیجا گیا۔ کتنا زبردست معنی و مفہوم اس آیت کا بیان کیا مگر ان بدبختوں کو اس میں گستاخی و ختم نبوت کا انکار نظر آتا ہے معاذ اللہ۔ بہر حال اب کاظمی صاحب کے اس مغالطہ کے جواب میں ہم نے محدث حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول پیش کیا جو لکھتے ہیں:

فَاِنَّ الَّذِیْ عَمِیَ عَنْ خَبَرِ ھٰذَا، یَظُنُّ اَنَّ خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ تَاْوِیْلُہٗ اَنَّہٗ اٰخِرُھُمْ مَبْعَثاً فَاَیُّ مَنْقَبَۃٍ فِیْ ھٰذَا؟ وَاَیُّ عِلْمٍ فِیْ ھٰذَا؟ تَاْوِیْلُ الْبُلْہِ وَالْجَھَلَۃِ

(ختم الاولیاء، ص ۳۱، دار الکتب العلمیہ بیروت)

بہر حال وہ شخص جو اس خبر کی حقیقت سے اندھا ہے وہ یہ گمان کرتا ہے کہ خاتم النبیین کی تاویل اور معنی یہ ہے کہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم بعثت کے اعتبار سے آخری نبی ہیں (یعنی صرف زمانے کے اعتبار سے آخری نبی ہیں تو) اس میں بھلا آپ کی کونسی منقبت (تعریف ہے) اور اس میں کونسی علم کی بات ہے؟ یہ ایسی تاویل اور ایسا معنی کرنا ہے جس میں جہالت اور پاگل پنا ہے۔

یہاں محدث ترمذی واضح طور پر کہہ رہے ہیں کہ خاتم النبیین کا معنی صرف بعثت کے اعتبار سے یعنی تاخر زمانی جس کو کاظمی صاحب معنی منقول متواتر سمجھ رہے ہیں سمجھنا اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی فضیلت نہیں یہ تو بے وقوفوں اور جاہلوں والا معنی ہے۔

اب بقول تمہارے امام نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اس معنی کو صرف ''عوام'' کا معنی بتلا کر ''اپنے سارے کئے کرائے'' پر پانی پھیر دیا تو حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ تو اسے ''جاہلوں و بے وقوفوں'' والا معنی کہہ رہے ہیں انہوں نے اپنے کئے کرائے پر کس طرح پانی پھیرا ہوگا اس کا اندازہ کرنا مشکل نہیں۔ مگر اس عبارت کے جواب میں رضاخانیوں کو سانپ سونگھ گیا۔ اور اب تک کسی رضاخانی دار الافتاء سے اجماعی طور پر حکیم ترمذی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کفر کا فتویٰ جاری نہیں ہوا۔ کیا یہ کھلی منافقت نہیں؟ ہم یہی ثابت کرنا چاہ رہے ہیں کہ ان کا اختلاف علمائے دیوبند کے ساتھ ضد و تعصب پر ہے ورنہ کیا وجہ ہے کہ امام نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کیلئے تو کوئی معافی نہیں اور حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اس سے بڑے گناہ میں ملوث اور وہ اب بھی اکابر میں سے؟ ایک رضاخانی لکھتا ہے:

''مولانا کوثر نیازی صاحب کا یہ بیان آغا شورش کاشمیری کے ہفت روزہ چٹان لاہور ۲۳ اپریل ۱۹۶۲ء میں شائع ہوا اور شائع ہونے کے بعد اکابر و اصاغر کے ہاتھوں تک پہنچا مگر عمائدین دیوبند میں سے کسی نے بھی اس واقعہ کی تردید نہیں کی حالانکہ اس وقت تھانوی صاحب کے کافی خلفاء و تلامذہ اور متوسلین و معتقدین زندہ موجود تھے، اور نہ ہی کسی نے کوثر نیازی صاحب کی دیوبندیت پر انگشت اعتراض اٹھایا، کافی عرصہ خاموش رہنے کے بعد خالد محمود صاحب اپنے اندازے، رائے اور قیاس سے اس کو جھوٹا قرار دے رہے ہیں، حالانکہ اس

حوالے کو جھوٹا ثابت کرنا ہوتا تو اس وقت کے اخبار و رسائل میں تردید کی جاتی مگر ایسا نہ ہوا“۔

(کشف القناع ص ۲۱۳)

اب اس اصول کی روشنی میں حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول کئی صدیوں سے چلا آ رہا ہے اور اب تک لاکھوں سینکڑوں علماء و عوام کے ہاتھوں میں پہنچا مگر کسی نے بھی اس کی تردید نہیں کی کسی نے بھی اسے ختم نبوت کا انکار قرار نہیں دیا۔ آج بھی دار الکتب العلمیہ بیروت سے چھپ کر لاکھوں لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچ چکا ہے میں نے اپنی دفاع جلد اول میں بھی اس کو پیش کیا اور وہ کتاب بھی کئی رضاخانیوں کے ہاتھوں میں پہنچ چکی ہے مگر اب تک کسی دار الافتاء سے حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے کفر کا فتوی جاری نہیں ہوا۔ معلوم ہوا کہ رضاخانیوں کا یہ فتوی ہی غلط ہے۔

ہم نے کچھ عرصہ پہلے چند ساتھیوں کے ذریعہ اس حوالے کو انٹرنیٹ پر لگوایا تو بعض چنڈو خان رضاخانیوں نے اس کا ایک ناکام جواب دینے کی کوشش کی جس کا جواب الجواب یہاں نقل کیا جا رہا ہے۔

حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی اس کتاب کی توثیق

شعلہ بن کر پھونک دے خاشاک غیر اللہ کو
خوف باطل کیا کہ جب غارت گر باطل بھی ہو

جناب رضاخانی نے کہا: ”ان حکیم صاحب پر اسی کتاب کی بنا کفر کا فتوی دیا گیا شہر بدر کیا گیا“

رضاخانی صاحب کی اس عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اس کتاب میں مذکورہ عبارت لکھنے کی وجہ سے ایسا کافر و مرتد ہے جیسے بانی دار العلوم کافر اور مرتد ہے معاذ اللہ اور جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر و مرتد ہے۔ اب ہم ناظرین کو دکھاتے ہیں کہ اس فتوی سے کون کون کافر ہوتا ہے؟ سب سے قبل ہم بانی رضاخانیت کے حوالے پیش کرتے ہیں۔

بانی رضاخانیت لکھتے ہیں حکیم ترمذی کے متعلق:

”اس حدیث کی شرح امام اجل حکیم ترمذی سے منقول ہوگی“

(فتوی رضویہ/ جلد/ ۹، ص ۷۱۵)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

”امام ترمذی حکیم قدس سرہ الکریم“

(فتاوی رضویہ جلد/ ۵، ص ۶۶۰)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

”امام حکیم ترمذی نے اس کا افادہ فرمایا ہے اور اس سے امام رازی نے کبیر میں نقل کیا ہے“

(فتاوی رضویہ ج/ ۳۰، ص ۱۴۶)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

”امام اجل حکیم ترمذی و بیہقی و ابن عساکر ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں“۔

(فتاوی رضویہ، جلد/ ۳۰،ص ۱۹۲)

اب سوال یہ ہے کہ ایک کافر و مرتد شخص سے روایات کو کیوں لیا جا رہا ہے؟ صرف روایت لینے پر ہی اکتفاء نہیں کیا بلکہ ایسے شخص کو (امام اجل، قدس سرہ الشریف، عارف باللہ) جیسے القابات سے خان صاحب نے نوازا ہے۔ کیا رضاخانیت میں ''آیت خاتم النبیین'' کے منکر کو ایسے القابات سے نوازا جاتا ہے؟ حدیث کی تشریح میں ایسی شخصیت کو معتبر مانتے ہیں جو آیت خاتم النبیین کا (بقول بریلویت کے) منکر ہو؟

اب ہم اسلاف سے ان کے متعلق اقوال پیش کرتے ہیں۔ جن کو یہ رضاخانی بانی دارالعلوم دیوبند کی طرح کافر اور مرتد سمجھتے ہیں۔ معاذ اللہ

(۱) قال القشیری فی الرسالۃ القشیریہ: کان من کبار الشیوخ ولہ تصنیف فی علوم القوم.

(نوادر الاصول/ص/ ۴۶، الامثال من الکتاب والسنۃ/ص/ ۷)

(۲) لقی الحکیم الترمزی الأئمۃ الکبار و أخذ عنہم و فی شیوخہ کثرۃ

(لسان المیزان/ ۵ / ۳۰۸ بحوالہ کتاب الاحتیاطات/ص/ ۱۲)

حکیم ترمذی نے بڑے ائمہ سے ملاقاتیں کی اور ان سے (روایات) کو لیا اور ان کے شیوخ بہت ہیں.

(۳) قال ابن النجار فی ذیل تاریخ بغداد.

کان اماماً من ائمۃ المسلمین لہ المصنفات الکبار........رواہ عنہ جماعۃ خراسان

(نوادر الاصول/ص/ ۴۶)

ابن نجار کہتے ہیں آئمۃ المسلمین کا امام ہے.

اصول

سب سے قبل تو یہ اصول پیش نظر ہونا چاہیے یہ کہ محض کسی کو کافر کہنے سے یا کسی پر تنقید کرنے سے یا کسی کو جلاوطن کرنے سے اس شخص کو تنقید کا نشانہ نہیں بنایا جاسکتا. (کیونکہ امکان ہے کہ یہ سب کچھ غلط فہمی کی بنا پر ہو جب تک کفر متحقق نہ ہو جائے) اگر رضاخانیت میں ایسے شخص کو تنقید کا نشانہ بنایا جاسکتا ہے تو ہم ''الیواقیت والجواھر'' کے مقدمہ سے کچھ باتیں آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں تا کہ معلوم ہو سکے کہ آپ کی تکفیر گن سے سلف صالحین کی گردنیں بھی محفوظ نہیں.

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس زمانے میں بھی کوئی بڑا پایا گیا کمینوں سے اس کا دشمن ضرور سامنے آیا کیونکہ اشرف ہمیشہ آزمائے جاتے رہے.......(۱) سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالی عنہ کو کوفہ کے جاہلوں میں بعض جاہل ستایا کرتے تھے باوجود یہ کے آپ کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کی گواہی دے۔ انہوں نے حضرت عمر بن خطاب سے آپ کی شکایت کی کہ یہ اچھی طرح نماز نہیں پڑھتے.......(۲) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالی عنہ کو نماز کے بارے میں ریا اور نفع کی طرف منسوب کیا گیا......(۳) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو جو سختیاں جھیلنا پڑیں کہ 25 سال تک چھپے رہے جمعہ اور جماعت کے لیے باہر نہیں آتے تھے تھے (۴) اور اسی طرح اہل عراق اور اہل مصر کی طرف سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو جن حالات کا سامنا کرنا پڑا کسی پر مخفی نہیں......(۵) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر جو گزری جب آپ کو بخارا سے نکالا گیا یہ بات بھی ڈھکی چھپی (۶) کئی عمائدین کو جلاوطن کیا گیا یا جن میں سے شیخ ابو عبدالرحمن سلمی احمد بن خلکان اور شیخ

عبد الغفار القوسی وغیرہم (امام اجل حکیم ترمذی ناقل) ہیں. (۷) بسطام کے علماء کی ایک جماعت کے واسطے سے ابو یزید البسطامی کو بسطام سے سات مرتبہ جلاوطن کیا گیا (۸) ذولنون مصری کو مصر سے بغداد تک بیڑیوں اور طوق ڈال کر گھمایا گیا.......(۹) سہل بن عبد اللہ التستری کو ان کے شہر سے بصرہ کی طرف نکالا گیا اور آپ کی امامت اور بزرگی کے باوجود آپ کو بری حرکت کی طرف منسوب کیا گیا اور کافر تک کہا گیا.....(۱۰) حضرت جنید (بغدادی) پر کئی بار کفر کی گواہی دی گئی جب کہ آپ مجمع عام میں علم توحید میں گفتگو فرماتے تھے.

وضاحت

یہاں ہم نے بطور مثال کے صرف دس علماء کو پیش کیا ہے جن پر کفر اور اس کے علاوہ سنگین قسم کے فتوے لگائے گئے ورنہ ایسے بیسیوں حوالے پیش کئے جاسکتے ہیں. اب ہمارا سوال بریلویت سے یہ ہے کہ کیا آپ بھی ان علماء پر دوسری جماعت کی اقتداء کرتے ہوئے کفر کا فتوی لگائیں گے؟ اگر ہاں تو پھر کس منہ سے حنفیت کا دعوی کرتے ہو؟ اگر نہیں تو حکیم ترمذی پر فتوی کفر کیوں؟

ماقبل میں ہم یہ ثابت کر آئے ہیں کہ حکیم ترمذی معتمد علیہ شخصیات میں سے ہیں. جس کے معتبر ہونے کی گواہی خود بانی بریلویت نے دی ہے اور دیگر علماء. اب ہم آگے یہ ثابت کریں گے کہ کئی علماء نے ان کی اس کتاب "ختم الاولیاء" سے استفادہ کیا ہے. تو کیا رضاخانی اور ان کے متبعین کے نزدیک وہ سب کافر ہوں گے؟ جنہوں نے "ختم الاولیاء" کو معتبر جانا ہے اور اس سے استفادہ کیا ہے.؟

ناظرین کو ہم یہ بھی دکھائیں گے کہ حکیم ترمذی کی *محل استشہاد* عبارت جو ہم نے فریق مخالف کو پیش کی ہے اس کو کسی نے بھی کفریہ نہیں کہا ہے بلکہ اختلاف کی جو وجہ ہے وہ ہم آئندہ ذکر کریں گے.

"ختم الاولیاء" کتاب کی تائید اکابر امت سے

(۱) علامہ نورالدین عبد الرحمان جامی. *امام اجل حکیم ترمذی* اور ان کی کتاب کے متعلق لکھتے ہیں:

''از طبقہ ثانیہ است. کنیت وی ابو عبد اللہ است. از کبار مشائخ است......را تصانیف بسیار است، و کرامات ظاہر اندر بیان ہر کتاب، چون ختم الولایہ و کتاب النہج و نوادر الاصول''۔

(نفحات الانس/ص/۸۹)

دوسرے طبقہ میں سے ہیں. کنیت ابو عبد اللہ ہے. کبار مشائخ میں سے ہیں، بہت ساری تصانیف کی ہیں. کرامات ظاہر ہیں ان کی ہر تصنیف سے، جیسے ختم الولایہ و کتاب النہج و نوادر الاصول۔

ناظرین غور سے دیکھیں جس کتاب کے متعلق رضاخانی نے کہا اس کے اندر کفر ہے اسی کتاب کے متعلق نورالدین عبد الرحمن نے کہا اس کتاب میں کرامت ہے۔

(۲) حضرت سید علی بن عثمان ہجویری المعروف حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب میں *حکیم ترمذی* کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے یوں لکھتے ہیں:

''انہیں میں سے شیخ باخطر، فانی از صفات بشر ابو عبد اللہ حضرت محمد بن علی الترمذی رضی اللہ تعالی عنہ ہیں، علوم فنون میں امام کامل اور محققین مشائخ سے گزرے ہیں. (لیکن خان صاحب کے متبعین کے نزدیک پکے کافر ہیں جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے

ناقل) آپ کی بہت سی تصانیف ہے اور کرامتیں بھی مشہور ہیں اور آپ کی تصانیف سے آپ کی کرامت شان ظاہر ہے. جیسے ختم الولایۃ، کتاب الحج، نوادر الاصول، وغیرہ"۔

(کشف المحجوب/ص/ ۲۸۳)

اس میں بھی تقریباً ما قبل سے ملتا جلتا مضمون ہے. کشف المحجوب میں بھی ان کی کتاب "ختم الاولیا" کی تعریف کی گئی ہے۔

جیسا کہ ہم نے پیچھے بتایا کہ ائمۃ المسلمین میں سے بعض بہت بڑے بڑے اکابر کی کچھ ناعاقبت و معنی سے ناواقف اور غلط فہمی کی بنیاد پر لوگوں نے تکفیر بھی کی. انہی مکفَّرین (اسم مفعول) میں سے ایک حکیم ترمذی بھی ہیں.

کرامت ختم الاولیاء از حکیم ترمذی

جب ان کی طرف "ختم الاولیاء، کتاب کی وجہ سے کفر کے تیر برسائے گے کچھ ناواقف لوگوں کی وجہ سے (جس کا رد خود اس وقت کہ علماء نے کیا) تو حکیم ترمذی نے اپنی کتب جمع کر کے دریا میں ڈال دیں تو ایک مچھلی نے کئی سال تک انہیں نگلے رکھا - پھر انہیں باہر ڈال دیا اور لوگوں نے ان سے نفع حاصل کیا۔ اسی واقعہ کو امام شعرانی نے الطبقات الکبری کہ مقدمہ میں ان الفاظ سے نقل کیا ہے:

فجمع كتبه كلها و القاها في البحر ف ابتلعتها سمكة سنين ثم لفظتها، وانتفع الناس.

(الطبقات الکبری/ مقدمہ/ص/ ۳۲)

یہ تھی وہ شخصیت جس کی کتاب کی گواہی سمندر کی مچھلیاں تک دے رہی لیکن فاضل بریلوی کے متبعین کو اس میں بھی کفر کلامی نظر آتا ہے.

لطف پر لطف

مزے کی بات یہ ہے کہ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر ان لوگوں میں کیا ہے جن کو تکفیر کا صدمہ سہنا پڑا۔ بڑے بڑے اکابر کا ذکر کیا ہے کہ ان کو تکفیر کا صدمہ سہنا پڑا ان میں سے ایک حکیم ترمذی کا ذکر بھی کیا ہے۔

نقطہ اختلاف

حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی جو بعض لوگوں نے تکفیر کی وہ ہماری پیش کردہ عبارت کی بنیاد پر نہیں کی بلکہ اس تکفیر کی بنیاد یہ ہے کہ لوگوں کے درمیان اختلاف ہوا کہ منصب نبوت میں ولایت نبوت افضل ہے یا رسالت نبوت افضل ہے؟ جس میں بعض علماء کی راے یہ تھی کہ ولایت نبوت رسالت نبوت سے افضل ہے جس کی بنیاد پر بعض لوگوں نے نے مطلب کو نہ سمجھتے ہوئے یہ الزام عائد کر دیا کہ ان حضرات کا یہ کہنا ہے کہ ولی نبی سے افضل ہوتا ہے۔ (جیسے کہ حکیم ترمذی پر یہی الزام ہے) حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔ چنانچہ یہی معاملہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھی ہوا چنانچہ ایک گروہ نے یہی الزام لگایا اسی مسئلہ پر کہ ابن عربی ولی کو نبی سے افضل جانتے ہیں معاذ اللہ جب انہوں نے اس کی وضاحت کی تو علماء نے ان کے مذہب کی موافقت کی جیسا کے حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی موافقت کی۔ چنانچہ "الیواقیت و الجواہر" کے مقدمہ میں ابن عربی کے متعلق اسی بات کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

(۱) ذالك دعوى المنكر ان الشيخ يقول الولى افضل من الرسول، والجواب لم يقل ذالك وانما قال

اختلف الناس فی رسالۃ النبی وولایتہ ایھما افضل؟ والذی اقول بہ ان ولایتہ افضل......بخلاف الرسالۃ........ووافقہ علی ذالك الشیخ عز الدین من عبد السلام۔

(الیواقیت والجواہر/مقدمہ/ ۳۴)

(۲) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کو جب بھی اپنی اس کتاب ختم الولایہ کی وجہ سے جلاوطن کیا گیا یا تو بلخ کی طرف ہجرت کی جہاں کے اہل دولت نے ان کا اکرام کیا اوران کے مذہب کی موافقت کی یعنی ان کی رائے کی۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

انہ ھجر بترمذ فی آخر عمرہ بسبب تصنیفہ کتاب "ختم الولایہ".....فحمل ایہ بلخ فاکرموہ لموفقتہ لھم فی المذھب یعنی الرأی۔

(لسان المیزان/ ۷ /۳۷۸)

(۳) خیر الدین الزرکلی اسی الزام پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

کہ جب بعض لوگوں نے تکفیر کی اس وجہ سے کہ انہوں نے ولایت کو نبوت سے افضل کہا ہے (اور یہ نتیجہ نکالا ہے کہ غیر نبی نبی سے افضل ہے) اس تہمت کا بعض علماء نے رد کیا ہے اور اہل بلخ نے حکیم ترمذی کہ مذھب کو قبول کیا ہے۔چنانچہ لکھتے ہیں:

قیل فضّل الولایۃ علی النبوۃ ورد بعض العلماء ھذہ التھمۃ عنہ.....قال السبکی فجاء الی بلخ ای بعد اخراجہ من ترمذ فقبلوہ لموافقتہ ایاھم علی المذھب۔

(الاعلام/ ۶ /ص/ ۲۷۶)

(۴) رضاخانی شیخ الحدیث مولانا عبد الرزاق بھترالوی لکھتا ہے:

''ولی عارف کا مرتبہ رسول کے مرتبہ سے اوپر ہے'' تو کفر کا فتوی لگا کر اپنی جہالت اور حماقت کا ثبوت پیش نہ کرو بلکہ یہ سمجھو کہ کیا عارفانہ کلام ہے کہ نبی کا منصب ولایت منصب نبوت اور رسالت سے بھی بلند ہے''۔

(ارفع الدرجات/ ۱۱۲)

تقریبا اسی مسئلہ پر یہ کتاب ہے ولایت نبوت اور رسالت نبوت پر تو کچھ لوگوں نے اس کا غلط مطلب نکال کر اس پر کفر کے فتوے دیئے جس کے متعلق رضاخانی مصنف عبد الرزاق بھترالوی کہتا ہے کہ:''اس عبارت پر تکفیر کرنے والا اپنی جہالت اور حماقت کا ثبوت پیش کرتا ہے''۔گویا حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی جس نے تکفیر کی ہے وہ بقول عبد الرزاق بھترالوی کہ جاہل بھی ہے اور اپنے آپ کو حماقت میں بھی ڈالا رکھا ہے۔گویا رضاخانی جاہل ثابت ہوئے حکیم ترمذی کی اس عبارت پر فتوی لگا کر۔

(۵) منصب نبوت پر فائض شخص کی ولایت افضل ہے یا نبوت سے؟ یا نبوت افضل ہے ولایت سے۔؟ اس میں اختلاف ہوا ہے جیسے ہم نے پیچھے ذکر کیا آخر میں ہم اسی پر بانی رضاخانیت کہ ایک سوال اور جواب کو پیش کرتے ہیں۔تاکہ معلوم ہو سکے کہ اس میں اہل علم کا اختلاف رہا ہے۔چنانچہ خان صاحب لکھتے ہیں:

''مسئلہ ۸۸: از شہر محلہ قلعہ متصل جامع مسجد مرسلہ حامد حسین خان صاحب ۷ ربیع الاخر شریف ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ آیا ولایت مطلقہ افضل ہے نبوت خاص سے یا نبوت خاص افضل ہے ولایت سے؟ اور صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ سے کون صحابی دارائے ولایت تھے؟ اور تمام صحابہ کرام مرتبہ ولایت پر فائز تھے یا بعض اُن میں سے مفصل اور مشرح ارشاد ہو۔

الجواب: نبوت مطلقاً ہر ولی غیر نبی کی ولایت سے ہزاروں درجے افضل ہے کیسے ہی اعظم مرتبہ کا ولی ہو، ہاں اس میں اختلاف ہے کہ نبی کی نبوت خود اس کی اپنی ولایت سے افضل ہے یا اس کی اپنی ولایت اس کی نبوت سے، اور اس اختلاف میں خوض کی کوئی حاجت نہیں، پہلی بات ضروریات دین سے ہے اس کا اعتقاد مدار ایمان ہے جو کسی ولی غیر نبی حتی کہ صدیق کو کسی نبی سے افضل یا ہمسر ہی کہے کافر ہے"۔

(فتوی رضویہ، ج ۲۹ ص ۲۳۲، ۲۳۳)

ہم نے یہاں بہت ہی اختصار سے کام لیا ہے۔ ورنہ اس پر ایک طویل کتاب لکھی جا سکتی ہے۔ غرض حکیم ترمذی کی اس عبارپر جو ہم نے پیش کی کسی نے بھی کفر کا فتویٰ نہیں لگایا جس بنیاد پر لگایا وہ مسئلہ کچھ اور تھا لیکن محققین علما نے اس فتوے کو بھی رد کیا۔ تقریباً اسماء الرجال کی ہر کتاب میں حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کو "ثقہ" لکھا گیا ہے۔ اور ساتھ ہی حکیم صاحب کی اس کتاب کو کفریہ نہیں کہا ہے حالانکہ کتاب کا تذکرہ بھی ساتھ کیا ہے۔ تذکرۃ الحفاظ میں بھی لکھا ہے:

فجاء الی بلخ فاکرموہ لموافقتہ ایاھم علی المذھب.

(تذکرۃ الحفاظ جلد/ ۱/ ص/ ۱۷۹)

تابوت میں آخری کیل

اتنا کچھ لکھنے کے بعد دل تو نہیں کرتا کہ رضاخانی صاحب کے بھیجے ہوئے سکین (سیر اعلام النبلاء) پر کچھ کلام کیا جائے لیکن رضاخانی کی جہالت کو آشکار کرنا کیلئے چند سطو لکھ رہا ہوں۔

رضاخانی صاحب کو یا تو عربی نہیں آتی یا تجاہل عارفانہ سے کام لیا ہے یا خان صاحب کی سنت پر عمل کرتے ہوئے صرف آدھی بات نقل کی ہے مکمل نقل نہیں کی۔ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے تکفیر نقل تو کی ہے جیسا کہ دیگر نے نقل کیا لیکن ساتھ ہی اس کی تردید بھی موجود ہے۔ جو رضاخانی صاحب کو نظر نہیں آئی اور پھر اس میں تکفیر کی وجہ بھی بیان کی گئی ہے کہ *یفضل الولایۃ علی النبوۃ* جس کی تصریح ہم نے ماقبل میں ذکر کی ہے یعنی اگر تکفیر کی بھی تو ہماری پیش کردہ عبارت کی بنیاد پر نہیں کی۔ اور ساتھ ہی آگے اہل بلخ کا ذکر بھی کیا ہے کہ انہوں نے ان کے مذہب کو قبول کیا اور ان کی موافقت بھی کی ہے۔

رضاخانی اگر آگے کی عبارت پڑھ لیتے بشرطیکہ اگر پڑھنا آتا ہو تو پھر کبھی بھی اپنی جہالت کا ثبوت نہ دیتے۔ جس جہالت وحماقت کا ذکر ہم نے عبدالرزاق بھترالوی سے پیش کیا۔

ضروری وضاحت

ہم نے جو حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت پیش کی اس پر اکابر میں سے کسی نے بھی کلام نہیں کیا گویا کہ وہ سب حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت سے متفق ہیں (رضاخانی اصول کے مطابق) اور ان کا عقیدہ تھا کہ* خاتم النبیین * کا معنی صرف آخری کرنے والوں کو جاھل اور بے

وقوف ہیں۔اب ہم رضاخانی صاحب سے کہتے ہیں کہ ہمارا وہ شعر اسی طرح برقرار ہے

اے چشم اشک بار ذرا دیکھنے تو دے
ہوتا ہے جو خراب وہ میرا ہی گھر نہ ہو
(منقول)

حضرت بی بی فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی گستاخی اور رضاخانی منافقت

ابھی جون ۲۰۲۰ء کے مہینہ میں رضاخانی کنز العلماء ڈاکٹر اشرف آصف جلالی کا ایک بیان سوشل میڈیا پر آیا جس میں موصوف نے حضرت بی بی فاطمہؓ کو باغ فدک کے مطالبہ پر "خطاء پر تھیں" کہا۔اس پر رضاخانیوں کی طرف سے شور ہوا کہ یہ تو حضرت بی بی فاطمہ کی گستاخی ہے۔ مفتی حنیف قریشی رضاخانی کا اس پر بیان سامنے آیا۔ ۱۹ جون ۲۰۲۰ء کو رضاخانی امام المناظرین مولانا سعید اسد صاحب کے آفیشل پیج پر ان کا ایک ویڈیو کلپ آیا کہ "بی بی فاطمہ کی بارگاہ بہت بڑی ہے۔اس پر "توبہ" کرنی چاہیئے۔توبہ کس طرح ہوگی کہ مجھ سے بیان کرتے ہوئے غلطی ہوئی میں نے یہ کہہ دیا کہ جب حضرت فاطمہ زہراء نے مطالبہ کیا تھا تو خطاء پر تھیں یہ میرا کہنا خطاء تھا غلطی تھا میں اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اللہ میری غلطی معاف فرمادے"۔

بریلوی علامہ سید ارشد سعید کاظمی اپنے خط میں جلالی صاحب کے اس بیان کو بے ادبی پر محمول کیا اور توبہ کا مطالبہ کیا یہی مطالبہ خان صاحب بریلوی کے پیر و مرشد گھرانے کے سید نجیب حیدر نوری نے بھی کیا۔اسی طرح جامعہ رضویہ ضیاء العلوم نے بھی جلالی کی اس گستاخی پر اعلان برات کیا۔تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان کے صوبہ خیبر پختونخواہ کی قیادت نے جلالی کی اس بات کو گستاخی پر محمول کرتے ہوئے اپنے لیٹر پیڈ پر اعلان جاری کیا۔اسی طرح جامعہ نعیمیہ کا چار صفحات پر فتوی جاری ہوا جس میں جلالی سے توبہ کا مطالبہ کیا گیا۔

(سب حضرات کی تحاریر کا عکس کتاب کے آخر میں ملاحظہ ہو)

سید ارشد سعید کاظمی کی تحریر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

محترم حضرت علّامہ مولانا ڈاکٹر محمد اشرف جلالی صاحب زید مجدہ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ مزاج بخیر؟

امید ہے بعافیت ہوں گے،صورتِ احوال یہ ہے کہ گزشتہ سے پیوستہ شب میرے علم میں یہ بات آئی کہ آپ نے باغِ فدک کے مسئلہ پر حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دفاع اور اہلِ سنّت کے عقیدۂ معصومیت کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت اعلیٰ گولڑوی سیدنا مہر علی شاہؒ کی ایک عبارت پیش کی اور اس کی تشریح کرتے ہوئے مخدومۂ کائنات ،جگر گوشۂ رسول ،خاتونِ جنت حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء علیہا السلام کے بارے میں یہ کہنے کی جسارت کر دی کہ معاذ اللہ وہ باغِ فدک کے مطالبہ کرنے میں "خطا پر تھیں" حالانکہ حضرت اعلیٰ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں دور تک ان الفاظ کا کوئی وجود ہی نہیں ،جبکہ امکانِ خطا اور بات ہے وجودِ خطا اور۔مزید یہ کہ بلا دلیل کسی عام مسلمان کو خطا کار قرار دینا بھی اسلام میں کسی صورت درست نہیں ہے چہ جائے کہ حبیبِ کبریا سید الانبیاء ہمارے آقا و مولا تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

اس عظیم اور محبوب شہزادی کے بارے میں "خطا پر تھیں" کا جملہ بولنا کہ جنھیں آقائے نامدار ﷺ نے تمام جنتی عورتوں کی سردار قرار دیا ہو اور وہ ذات کہ جس کے ساتھ آقائے دو عالم ﷺ کے بعد سب سے زیادہ امت کا احترام، ادب اور حیاء کا تعلق ہے اور اُن کے ساتھ تقدس ومودّت کا ایک ایسا ملکوتی احساس وابستہ ہے جو بیان سے باہر ہے ان کے بارے میں یہ جملہ بولنا ایک بہت بڑی جسارت اور انتہائی نامناسب ہے اور حضرت سیدہ کائنات کے متعلق آج تک علمائے اہلسنت میں سے کسی نے اس قسم کا جملہ نہیں لکھا۔

اصل بات یہ ہے کہ اس عبارت کی تشریح کرتے وقت آپ کو مغالطہ ہوا اور آپ نے حضرت اعلیٰ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف وہ بات منسوب کردی جو انھوں نے ارشاد نہیں فرمائی اور اس سے بڑھ کر یہ کہ آپ نے اس عبارت سے جو نتیجہ اخذ کیا وہ بھی حضرت علیہ الرحمۃ کی عبارت سے کسی صورت مستنبط نہیں ہوتا۔

حضرت اعلیٰ گولڑوی علیہ الرحمۃ کی عبارت کا یہ جملہ کہ "آیتِ تطہیر کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ یہ پاک گروہ معصوم ہیں اور ان سے کسی بھی قسم کی خطا کا سرزد ہونا ناممکن ہے" اپنے بیان میں واضح ہے کہ حضرت اعلیٰ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ انھیں طبقۂ معصومین میں نہیں مان رہے ہیں، جبکہ اگلا جملہ "اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر بمقتضائے بشریت ان سے کوئی خطا سرزد بھی ہو تو وہ عفو وتطہیر میں داخل ہوگی" اس میں حضرت اعلیٰ گولڑوی علیہ الرحمۃ نے اس مبارک اور مقدس گروہ کے لیے ایک مفروضہ قائم کیا اور پھر انھیں محفوظین میں شامل فرمایا اور ان جملوں میں وہی فرق ہے جو کہ معصوم اور محفوظ میں ہوتا ہے، جو کہ عین مسلکِ اہل سنت ہے اور آپ نے بھی اپنے بیان کی ابتداء میں اس بات کو ذکر کیا ہے، جبکہ بات وہاں تک رہتی تو درست تھی اور حضرت اعلیٰ گولڑوی علیہ الرحمۃ کا فرمان "اور اپنے والد ماجد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح ان کی عالی اور پاک شان بھی ملکیت کے دھبہ اور خدائی فیصلہ پر ناراضگی کے نقص سے منزہ اور پاک ہے" بتلا رہا ہے کہ آپ علیہ الرحمۃ سیدۂ کائنات کی محفوظین میں شامل مان رہے ہیں، کیونکہ سیدہ کائنات کا معصومین میں شامل ہونے کی نفی آپ پہلی عبارت میں فرما چکے ہیں۔

جناب والا! اگر آپ کا یہ استدلال تسلیم کرلیا جائے تو اس طرح تو ہر شخص جس مطالبہ کما حقہ تسلیم نہیں کیا گیا وہ خطا کار قرار پائے گا، مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کا "رب ارنی" کے الفاظ میں دعا میں کرنا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب میں "لن ترانی" فرمانا اسی طرح حضرت سیدہ کائنات علیہا السلام اور حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہٗ کا غلام کے مطالبہ پر غلام کی بجائے آپ ﷺ کی طرف سے تسبیحاتِ فاطمہ تعلیم فرمانا۔ اگر یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا تو پھر ایک لامتناہی فہرست بن جائے گی، جس سے حضراتِ انبیائے کرام علیہم السلام کی عصمت و دیگر محفوظین کے بارے میں اہلسنت کیا عقیدہ تار تار ہو جائے گا۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حضرت اعلیٰ گولڑوی علیہ الرحمۃ کی عبارت سے تو صرف یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ آیتِ تطہیر کو حضراتِ اہلِ بیت اطہار کی معصومیت کی دلیل قرار نہیں دیا جاسکتا۔ پس حضرت علیہ الرحمۃ کی عبارت سے یہ بات کہ سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا "خطا پر تھیں" صراحۃً، اشارۃً، کنایۃً کہیں ثابت نہیں۔ یہ مفہوم آں جناب کا خود ساختہ ہے، فقیر کی نگاہ سے آج تک کہیں نہیں گذرا کہ اہلِ سنّت میں سے کسی ایک فرد نے بھی سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا کے خطا پر ہونے کا قول کیا ہو۔

لہٰذا حضرت اعلیٰ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت سے آپ نے جو نتیجہ نکالا اور بیان کیا وہ کسی صورت درست اور قابلِ قبول نہیں۔

چونکہ آپ سے فقیر کا اخلاص پر مبنی ایک تعلق ہے، لہٰذا احقاقِ حق کی خاطر فقیر اپنی دینی اور اخلاقی ذمہ داری پوری کرتے ہوئے آپ سے گزارش کرتا ہے کہ برائے مہربانی کسی نئی بحث وتمحیص میں پڑنے کی بجائے کہ اس سے اہل سنت کے لیے کسی نئے فتنے کا دروازہ کھلے

بہتر ہے اپنی سبقتِ لسانی کا اعتراف کرتے ہوئے فوری طور پر علی الاعلان ان الفاظ سے رجوع فرمائیں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ، رسول اللہ ﷺ اور سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا کو راضی کریں کہ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو برسرِ منبر ایک عورت ٹوکے اور آپ وہیں پر فرمائیں ''امرأۃ أصابت ورجل أخطأ'' کہ عورت حق پر ہے اور (مجھ) مرد سے خطا ہوئی ہے تو ہمیں بھی علی الاعلان رجوع پر کیونکر مضائقہ ہونا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی خطاؤں کو معاف فرمائے، آمین۔

تاریخ: ۱۶؍ جون ۲۰۲۰ء والسلام مع الاکرام

دعاگو و دعاجو

(دستخط)

سید ارشد سعید کاظمی

خادم الحدیث جامعہ اسلامیہ انوار العلوم ملتان

خان صاحب کے پیر و مرشد آستانے کا اعلان

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اس وقت فقیر برکاتی نے مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب زید مجدہ کا ویڈیو کلپ دیکھا جس میں انھوں نے خاتون جنت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو باغ فدک کے معاملے میں " خطا" پر تھیں جیسے الفاظ احتیاط جملے سے یاد کیا اس ویڈیو کلپ کے ساتھ ساتھ مولانا کوکب نورانی صاحب مدظلہ العالی کی ایک مختصر تحریر پڑھیں اس نے مولانا موصوف نے مولانا جلالی صاحب کو یہ نیک مشورہ دیا ہے کہ وہ " خطا پر تھیں" والے جملے سے رجوع فرمالیں۔ اس کے علاوہ اس احقر العباد نے حضرت مولانا سید ارشد سعید کاظمی صاحب زید مجدہ کی ایک نسبت طویل تحریر بھی پڑھی جو مجھے بہت مدلل اور متوازن نظر آئیں انھوں نے بہت اخلاص للّٰہیت کے ساتھ مولانا جلالی صاحب زید مجدہ سے گزارش کی ہے کہ وہ سبقت زبان کے سبب ادا ہونے والے جملے سے رجوع فرمالیں۔

میں ان دونوں بزرگ علمائے کرام کی تائید کرتا ہوں اور عرض گزار ہوں کہ ہمارے علمائے اہلسنت اپنے علم تجربے طاقت لسانی عقل و دانش کا استعمال مثبت کاموں میں کریں کہ اس وقت ملت کو اسی کی ضرورت ہے میں نے اس ویڈیو کلپ کو بار بار دیکھا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ ڈاکٹر اشرف آصف جلالی زید مجدہ اپنی تقریر کے دوران دراصل پیر سید مہر علی شاہ علیہ الرحمہ والرضوان کی کتاب پڑھنے میں ایسے مستغرق تھے کہ انہیں اس وقت دو باتوں کا اندازہ نہیں ہو پایا

اولاً تو یہ کہ پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت سے وضاحتا اشارتا کنایتا کسی بھی طرح یہ نہی ثابت ہوتا کہ وہ بی بی خاتون جنت رضی اللہ عنہا کو خطا پر بتا رہے ہیں

دوم یہ کہ مولانا جلالی مدظلہ العالی کو اس کا بھی غالبا اندازہ نہیں ہو پایا کہ ان کی زبان سے اس بارگاہ میں جسارت ہو رہی ہے جو محبوب خدا ﷺ کو دنیا میں سب سے زیادہ محبوب تھیں اور جن کی تشریف لانے پر پیغمبر ﷺ کھڑے ہو کر استقبال کیا کرتے۔

خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جس وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے باغ فدک کی مانگ کی تھی اس وقت ان کے

علم میں نہیں تھا کہ نبی کریم ﷺ کی حدیث کی رو سے نبیوں کی میراث نہیں ہوا کرتی جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے انہیں اس حدیث کے بارے میں بتایا تب انکے علم میں یہ بات آئی۔ اس حدیث کی ایک راوی خود بی بی فاطمہ خاتون جنت رضی اللہ تعالی عنہا ہیں اس حدیث کے راوی ہونے سے ہی یہ بات ثابت ہے کہ خاتون جنت اس بات سے راضی تھیں جب تک یہ حدیث پاک ان کے علم میں نہیں لائی گئی تب تک وہ باغ فدک کو اپنی میراث سمجھنے میں حق بجانب تھی کیونکہ میراث کا قانون تو قرآنی کا فیصلہ ہے یوں ہم دیکھتے ہیں کہ خالص واقعاتی نقطہ نظر سے بھی بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا خطا پر نہیں تھیں

میں مولانا ڈاکٹر اشرف آصف جلالی صاحب مدظلہ سے التماس کرتا ہوں کہ وہ اپنے اس جملے سے رجوع فرما کر اللہ تعالی جل جلالہ، آقائے نامدار پیارے محمد مصطفی ﷺ اور انکی محبوب ترین ہستی خاتون جنت عابدہ طاہرہ زاہدہ بی بی فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالی عنہا کو راضی کرے۔

والسلام سید نجیب حیدر قادری برکاتی سجادہ نشین خانقاہ و برکاتیہ مارہرہ مطہرہ

23jun2020

تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان

جناب ڈاکٹر اشرف آصف جلالی صاحب امید ہے مزاج گرامی بخیر ہونگے

آپکی تقریر سوشل میڈیا پر سنی جس میں مسئلہ معصومیت کی ضمن میں آپ نے اہل بیت اطہار کا ذکر کیا اور سیدۃ النساء اہل الجنۃ سلام اللہ علی ابیہا وعلیہا نے فدک کے سلسلے میں جو بات سید نا صدیق اکبر سے فرمائی اس کو آپ بنیاد بنا کر جگر پارہ رسول زوجہ مرتضی ام حسنین کو خاطیہ کہہ ڈالا ۔۔۔۔۔العیاذ باللہ

دل خون کے آنسو رو رہا ہے کہ اہل سنت ادب سے مشہور تھے اس ایک جملے نے ادب کی ساری مشہور عمارت منہدم کر دی وہ سیدہ جن عمارت کر دی جن کے استقبال کے لیے کے اللہ تعالی کے محبوب کھڑے ہوتے ان کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر محبت کا اظہار فرماتے جن کی تکلیف کو رسول پاک نے اپنی تکلیف جن کی پریشانی کو رسول اللہ اپنی پریشانی فرمایا اتنی بڑی نسبتوں کی طرف" خاطیہ" کی اتنی بڑی نسبت کرنا آپ کو اتنا آسان لگا آپ اپنے ہی الفاظ پر غور فرمائیں:" خطا کا امکان تھا اور خطا پر تھیں جب مانگتی رہی تھی خطا پر تھیں لیکن جب آگے سے حدیث آئی تو ان کی یہ شان ہے کہ جن کے جگر کا ٹکڑا ہے ان کی حدیث سن کر سر تسلیم خم کرلیا"

ڈاکٹر صاحب!

جب حدیث سن کر سر تسلیم کرلیا تو صواب پر تھیں یا خطا پر تھیں؟ اگر صواب پر تھیں تو آپ اپنی بات پر غور کریں اور جس بارگاہ میں آپ نے اس قول کی جس طرح جسارت کی ہے اسی طرح علی الاعلان صدق دل سے رجوع کریں اور معافی مانگی آپ سے وقتا فوقتا ملاقات رہتی ہے اور ایک تعلق ہے امید ہے آپ میری بات کو خیر پر محمول کرینگے اور آپ کی بات سے عوام اہل سنت خصوصا اولاد رسول کی دل آزاری ہوئی ہے اس کا ازالہ کریں۔

خادم العلما ڈاکٹر عبد الناصر لطیف صدر تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان

خود جلالی نے ۲۳ جون ۲۰۲۰ کو اپنے آفیشل پیج پر ایک بیان اپلوڈ کروایا جس کا عنوان تھا:

Gustakhi ka ilzam Lagane se pehle Quran ki Tafseer Parho

اس ویڈیو کے Caption میں کوکب نورانی اور قریشی کی تصویر دی گئی گویا گستاخی کا فتوی ان حضرات کی طرف سے لگایا گیا ہے۔

ملاحظہ ہو:

اسی طرح رضاخانی علامہ کوکب نورانی کا بیان سامنے آیا جس میں وہ صحابی رسول ﷺ حضرت حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معاذ اللہ" ظالم" کہتے ہیں۔

یہ تمام ریکارڈ نیٹ پر بھی موجود ہے اور ہمارے پاس بھی محفوظ ہے۔اسی طرح ہم نے رضاخانی مولوی مظفر حسین شاہ آف کراچی کے آفیشل پیج پر دیے گئے نمبر 03212123476 پر ایک ساتھی کے ذریعہ رابطہ کیا کہ جلالی صاحب نے جو بی بی فاطمہؓ کے بارے میں کہا اس سے متعلق مظفر حسین شاہ کا کیا نقطہ نظر ہے؟۔انہوں نے کہا کہ واٹس آپ پر بھیجتا ہوں۔اور مندرجہ ذیل تحریر ارسال کی:

"قضیہ فدک میں نہ صدیق اکبر غاصب وظالم تھے اور نہ سیدۃ النساء خطاء غلطی پر۔۔۔لہذا ہر وہ لفظ جو قلب و روح پر بار و آر بنے اس سے زبان کو،فکر کو باز رکھنا لازم و موکد ہے۔ارتکاب کی صورت پر رجوع الی اللہ سعادت و تقاضائے محبت و وفاداری ہے۔

در صحابہ و آل رسول کا بھکاری

احقر العباد اسید مظفر شاہ قادری"۔

واٹس اپ تحریر کا عکس

اس پر ہم نے مطالبہ کیا کہ ہمیں کیسے معلوم ہوگا کہ یہ موقف مظفر حسین شاہ ہی کا ہے؟ اس پر موصوف نے مزید بات کرنے سے انکار کر دیا۔ ہم نے اس مظفر حسین شاہ کی اس منافقت پر سوشل میڈیا پر ایک بیان دیا جس سے اگلے دن رضاخانی مناظر عبدالمجید سعیدی کی طرف سے کسی ساتھی کے توسط سے جو ان کو بھیجا گیا تھا دو صفحات کی رنگین تحریر ملی جس میں کچھ رضاخانی مولویوں کی طرف سے جلالی کے رجوع نہ کرنے پر ان سے اعلان برات کا اعلان تھا جس میں مظفر حسین شاہ کا نام بھی موجود ہے۔

بعض رضاخانی مولویوں کا اعلان برات

حامدا ومصلیا

مؤرخہ 23 جون 2020 بروز منگل مرکز صراط مستقیم تاج باغ لاہور ہمیں ڈاکٹر اشرف آصف جلالی کی طرف سے ایک نشست کے لیے بلایا گیا جس کی اطلاع حضرت قبلہ مفتی میاں تنویر احمد نقشبندی دامہ ظلہ آستانہ عالیہ کوٹلہ شریف ڈاکٹر صاحب کی طرف سے ہمیں دی چنانچہ ہم سب وہاں پہنچے اور ہم ان کے ادارے کی لائبریری میں تقریباً پون گھنٹہ بیٹھے رہے اور پھر ڈاکٹر صاحب تشریف لاکر سب سے فرداً فرداً ملے بعد ازاں وہ صوفہائے صدارت پر جلوہ فرما ہو گئے اور یوں گویا ہوئے آپ کا شکر گزار ہوں آپ سب تشریف لائے آپ میرے سے کیا چاہتے ہیں اس پر قبلہ صاحب حافظ عبدالستار سعیدی صاحب نے فرمایا کہ ہم آپ کی خدمت میں صرف ایک درخواست لے کر آئے ہیں کہا پہلے اہل سنت وجماعت کے وسیع تر مفاد کے لیے اپنے جملہ

”فدک کا مطالبہ کرتے ہوئے سیدہ خطا پر تھیں“

سے رجوع کریں تاکہ اضطراب ختم ہو ڈاکٹر صاحب نہایت جارحانہ انداز میں قبلہ حافظ عبدالستار سعیدی صاحب سے مخاطب ہوئے کہ اگر آپ غیر شرعی مطالبہ کریں گے تو میں اسکو نہیں مانوں بعد ازاں قبلہ حافظ نے فرمایا” ہم نہ تو آپ کو مسئلہ سمجھانے آئے ہیں اور نہ سمجھنے“ اس پر ڈاکٹر صاحب مناظرانہ لہجہ میں کہا جو آپ مجھ سے کہلوانہ چاہتے ہیں وہ مجھے لکھ کر دے تاکہ پھر میں آپکو بتاؤں کہ میں کیا چاہتا ہوں اس ساری گفتگو سے ہم نے یہ بھانپ لیا کہ ڈاکٹر صاحب اپنے اس جملے سے سرمو انحراف کرنے والے نہیں پھر اسکے بعد نہاں خانہ میں دوبارہ ان سے بات ہوئی لیکن وہ نہ مانے اور اپنے دلائل و براھین کو دھمکی آمیز لہجے میں کبار علماء ومشائخ کے سامنے بآواز بلند بیان کرتے رہے- اور اس دوران ڈاکٹر صاحب نے بہت سخت اور متکبرانہ رویہ رکھا چنانچہ تمام علماء مشائخ انکے اس رویہ پر نالاں ہو کر واپس تشریف لے آئے چونکہ اس نشست میں کراچی سے علامہ پیر سید مظفر حسین شاہ صاحب اور جناب مفتی عابد مبارک صاحب نے بھی شرکت کرنا تھی لیکن وہ تاخیر سے تشریف لائے

ہوئی تاخیر تو کچھ باعث تاخیر بھی تھا

کیونکہ وہ دونوں حضرات اپنی تمام تر مصروفیات ترک کرکے اچانک کراچی سے روانہ ہوئے اور خود گاڑی ڈرائیو کرکے تشریف لائے اس لیے تاخیر ہوئی- پھر اسکے بعد رات تقریباً 9 بجے علامہ سید مظفر حسین شاہ صاحب (کراچی) مفتی عابد مبارک صاحب (کراچی) علامہ مفتی ظہور احمد جلالی صاحب ،قبلہ میاں تنویر احمد نقشبندی صاحب پیر سید کرامت علی حسین صاحب مفتی فدا حسین رضوی صاحب وغیر ہم ایک جگہ جمع ہوئے تو وہاں مفتی عابد مبارک صاحب نے جلالی صاحب کے کار خاص جناب آصف صاحب سے رابطہ کیا کہ جو رویہ اور جواب آج صراط

مستقیم مرکز میں آنے والے علماء مشائخ کیساتھ تھا اگر وہ ہی ہمارے لیے بھی ہے تو ہم معذرت خواہ ہیں اس آصف صاحب نے کہاں کہ میں کچھ دیر میں ڈاکٹر صاحب سے پوچھ کر بتاتا ہوں، قصہ مختصر کہ انھونے تقریباً 10 سے زیادہ بار کال کی اور آگے سے بالترتیب یہ جوابات ملے" قائد محترم مہمانوں کے پاس ہیں قائد محترم سے عرض کر کے بتاتا ہوں، قبلہ ڈاکٹر اندر چلے گئے ہیں، قبلہ ابھی خود بات نہیں کر سکتے، میں بات کروا رہا ہوں، قبلہ صاحب وضو فرما رہے ہیں، وغیرہ وغیرہ

اس پر ہم سب نے جناب آصف صاحب کی وساطت سے ڈاکٹر صاحب کو اپنا احتجاج ریکارڈ کروایا اور رات 2 بجے مجلس برخواست ہوئی۔

علماء اور مشائخ کا فیصلہ

ہمارا موقف یہ ہے کہ انبیاء اور مرسلین اور ملائکہ صلوات اللہ علیھم اجمعین کے سوا کوئی بھی معصوم نہی آئمہ اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین و سیدہ خاتون جنت صلوات اللہ وسلامہ علی ابیہا وعلیہا تمام کے تمام معصوم نہیں بلکہ بفضلہ تعالی محفوظ عن الخطا ہیں لہذا مسئلہ فدک میں سیدہ خاتون جنت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا وسلام اللہ علیہا غیر معصوم ہونے کے باوجود خطا پر نہ تھیں اور حضرت امیر المنین افضل البشر بعد الانبیاء سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ بھی حق بجانب تھے اور انہوں نے نہ کوئی ظلم کیا اور نہ ہی کسی کا حصہ غصب کیا لہذا ڈاکٹر جلالی صاحب اپنے اس مؤقف سے کہ جس میں انہوں نے وضاحت کے طور پر یہ جملہ کہا کہ "" جب سیدہ فدک کا مطالبہ کر رہی تھیں تو خطا پر تھیں" سے جب تک رجوع نہیں کرتے ۔۔ ہمارا ڈاکٹر اشرف آصف جلالی صاحب سے اعلان لاتعلقی ہے اس کے ساتھ ساتھ ان کو علماء و مشائخ سے نامناسب رویہ پر معذرت بھی کرنا ہو گی جنہوں نے اپنے مرکز میں بلا کر بے توقیر کیا

توثیق کنندگان

ضغیم اسلام علامہ پیر سید مظفر حسین شاہ صاحب قادری (کراچی)
استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی ظھور احمد جلالی صاحب (مانگا منڈی)
استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا رضا مصطفی نقشبندی
(مہتمم و شیخ الحدیث جامعہ رسولیہ شیرازیہ لاہور)
حضرت صاجزادہ مفتی پیر میاں تنویر احمد نقشبندی (آستانہ عالیہ کوٹلہ شریف)
وارث مسند حضرت حافظ الحدیث علامہ پیر سید نوید الحسن شاہ صاحب (آستانہ عالیہ بھکی شریف)
استاذ العلماء علامہ مفتی عابد مبارک قادری صاحب (کراچی)
حضرت قبلہ پیر میاں ولید احمد جواد نقشبندی
(سجادہ نشین آستانہ عالیہ شرقپور شریف مرشد خانہ شیر ربانی)
صاجزادہ حافظ مفتی پیر سید کرامت علی حسین نقشبندی
(سجادہ نشین علی پور سیداں شریف وڈائریکٹر لاثانی اسلامک یونیورسٹی)
علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی (کراچی)
شیخ الحدیث علامہ سائیں غلام رسول قاسمی صاحب (سرگودھا)

حضرت خواجہ علامہ محمد پیر محمد معظم الحق معظمی سجادہ نشین معظم آباد شریف (سرگودھا)

نوٹ: اگرچہ کچھ حضرات اس نشست میں شامل نہیں تھے تاہم انکا اور ہمارا مؤقف ایک ہونے کے باعث ان کی اجازت سے ان کے اسمائے گرامی توثیق کنندگان میں شامل کیے گئے ہیں۔(ختم شد)

جلالی کی اس گستاخی پر آزاد کشمیر اور سندھ کی اسمبلی اور قومی اسمبلی میں قرارداد مذمت بھی پاس کی گئی ہے۔

یہ مولوی جلالی بعد میں رجوع کرتے ہیں یا نہیں اور توبہ کر کے اللہ سے معافی مانگتے ہیں یا نہیں؟ ہمیں اس سے سروکار نہیں۔ ہمیں یہاں رضاخانیوں کا وہی منافقانہ چہرہ دکھانا ہے جو ان کا اپنوں کیلئے کچھ اور دیوبندیوں کیلئے کچھ ہوتا ہے۔ چنانچہ اب ذرا ماضی میں جائیں کچھ سال پہلے حضرت جنید جمشید شہید رحمۃ اللہ علیہ بھائی سے دوران بیان حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کی بارگاہ میں کچھ الفاظ صادر ہو گئے جس پر رضاخانیوں نے خاص کر اسی مظفر حسین شاہ نے ایک طوفان بدتمیزی کھڑا کر دیا۔ ان کے خلاف جلوس نکالے گئے، دھرنے دیے گئے، ایف آئی آر کاٹی گئی، حالانکہ جنید شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر معافی مانگ کر باقاعدہ روتے ہوئے توبہ بھی کی۔ مگر رضاخانیوں کی دھما چوکڑی میں کسی قسم کی کمی نہیں آئی یہاں تک کہ کچھ بدباطن بدفطرت رضاخانیوں نے انہیں ایئر پورٹ پر زدوکوب بھی کیا۔ حضرت جنید جمشید رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف اس بے ہودگی کی ساری قیادت مولوی مظفر حسین شاہ کر رہا تھا۔

مگر اب یہاں انہی رضاخانیوں خصوصا مولوی مظفر حسین شاہ کی منافقت کی انتہا ملاحظہ ہو کہ خود تسلیم کر رہے ہیں کہ ہمارے مولوی جلالی نے بی بی فاطمہ کی بارگاہ میں گستاخی و بے ادبی کی ہے مگر ریلی، ایف آئی آر تو دور ان منافقوں کو اس جلالی کا نام لیکر کھل کر ویڈیو بیان میں اپنا موقف یا کوئی فتوی لگانے کی جرات بھی نہیں ہو رہی ہے۔

زیادہ سے زیادہ اس مظفر حسین شاہ نے اعلان لاتعلقی کا کہا ہے حالانکہ بقول عامر حسین لیاقت اس ''مظفر ٹپی'' کی کیا حیثیت؟۔ اس کی اعلان لاتعلقی سے کیا رضاخانی جلالی کو گمراہ کہہ کر رضاخانیت سے خارج کر دیں گے؟ کیا یہ لوگ جنید جمشید مرحوم کے پاس بھی اسی طرح گئے تھے؟ کیا اس سے بھی صرف رجوع کا مطالبہ تھا؟ اس بیچارے مرحوم نے تو توبہ بھی کر لی تھی پھر بھی اس کو معاف نہیں کیا گیا۔ مگر یہاں صرف اعلان لاتعلقی؟ اس سے بڑی منافقت کچھ اور ہو سکتی ہے؟

یہ سب دورنگی و منافقت کیوں؟ کیونکہ اس دفعہ گستاخی کرنے والا مولوی ان کا اپنا ہے لہذا اس کیلئے سب کچھ جائز۔ شرم تم کو مگر نہیں آتی۔

نوٹ: ان شاء اللہ ہم نے جو ریکارڈ پیش کیا ہماری زندگی میں تو کسی رضاخانی کو اس کی جرات نہیں کہ اس کا انکار کر دے۔ لیکن چونکہ رضاخانی مکر و فریب میں ید طولی رکھتے ہیں لہذا ہمارے مرنے کے بعد یہ کہیں گے کہ مولوی ساجد نے معاذ اللہ جھوٹ بولا ہے۔ ماضی میں ایسا کچھ نہیں ہوا تھا۔ لہذا بعد والوں کیلئے اسی مظفر حسین شاہ کے اہتمام سے شائع کردہ کتاب سے ایک اصول پیش کر رہا ہوں:

''مولانا کوثر نیازی صاحب کا یہ بیان آغا شورش کاشمیری کے ہفت روزہ چٹان لاہور ۲۳ اپریل ۱۹۶۲ میں شائع ہوا اور شائع ہونے کے بعد اکابر و اصاغر کے ہاتھوں تک پہنچا مگر عمائدین دیوبند میں سے کسی نے بھی اس واقعہ کی تردید نہیں کی حالانکہ اس وقت تھانوی صاحب کے کافی خلفاء و تلامذہ اور متوسلین و معتقدین زندہ موجود تھے اور نہ ہی کسی نے کوثر نیازی صاحب کی دیوبندیت پر انگشت اعتراض اٹھایا، کافی عرصہ خاموش رہنے کے بعد خالد محمود صاحب اپنے اندازے، رائے اور قیاس سے اس کو جھوٹا قرار دے رہے ہیں، حالانکہ اس حوالے کو جھوٹا ثابت کرنا ہوتا تو اس وقت اخبار و رسائل میں تردید کی جاتی، مگر ایسا نہ ہوا''۔

(کشف القناع ص ۲۱۳)

تو اگر یہ سب ریکارڈ جھوٹ ہے تو ہماری اس کتاب کے شائع ہونے کے فوراً بعد اخبار و رسائل میں اس کی تردید شائع کی جائے۔ یاد رہے کہ مولوی مظفر حسین شاہ ہماری کتب خصوصی طور پر خریدتا ہے اور میری کتب کے جواب لکھنے کیلئے "چنڈو خانوں" کی ایک پوری ٹیم بٹھائی ہوئی ہے۔

پارلیمنٹ کے حوالے سے رضاخانیوں کی ایک منافقت

رضاخانی مولوی اپنی تحریروں وتقریروں میں بڑے زور وشور سے یہ جھوٹ بولتے ہیں کہ ۱۹۷۴؁ میں مرزائیوں نے پارلیمنٹ میں حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحذیر الناس پیش کی تھی اپنے دفاع میں۔ حالانکہ یہ بالکل جھوٹ ہے۔ یہی جھوٹ رضاخانی امام المناظرین علامہ سعید احمد اسد فیصل آبادی نے بھی اپنی ایک تقریر میں بولا میں نے آج سے قریبا دو سال قبل ان کو فون کیا کہ حضرت اس بات کا ثبوت کیا ہے؟ اس نے کہا کہ پارلیمنٹ کی کاروائی کا ریکارڈ موجود ہوتا ہے وہ نکلوا لو اس میں مل جائے گا۔ میں نے اسے کہا کہ حضرت وہ ریکارڈ سپیکر اسمبلی فہمیدہ مرزا نے شائع کروادیا ہے نیٹ پر بھی دستیاب ہے اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے بھی اس کو شائع کردیا ہے اور میں نے اس کا لفظ بلفظ مطالعہ کیا ہے اس میں ایسی کوئی بات نہیں۔ تو سعید اسد ہکا بکا رہ گیا اور سوائے مکر وفریب کے کوئی جواب نہ دے سکا۔ کہا میں خود کاروائی منگوا کر اسے پڑھتا ہوں اور پھر بات کرتا ہوں مگر آج دو سال ہوگئے نہ اس نے کوئی بات کی اور نہ تا قیامت وہ بات کرسکتا ہے۔ یہ ساری گفتگو نیٹ پر موجود ہے۔ (اور اب تو اس دنیا سے بھی جاچکے ہیں)

بہر حال سادہ لوح عوام کو اہل السنۃ والجماعۃ احناف دیوبند سے متنفر کرنے کیلئے یہ جھوٹ بولتے ہیں کہ دیکھو ان کی کتاب تحذیر الناس پارلیمنٹ میں پیش ہوئی تھی۔ لیکن اب ڈاکٹر اشرف آصف جلالی کی گستاخی پر آزاد کشمیر کی پارلیمنٹ، پھر سندھ کی پارلیمنٹ اور اب ۲۴ جون ۲۰۲۰؁ کو قومی اسمبلی میں قرارداد مذمت پیش کی گئی اور اسے متفقہ طور پر منظور کرلیا گیا جس کی وڈیوز بھی سوشل میڈیا پر بآسانی دستیاب ہیں۔ جلالی کے خلاف مقدمہ دائر کرنے کے احکامات تک جاری ہوچکے ہیں اور اب وہ گرفتار ہوکر جیل میں ہیں مگر ان تمام رضاخانیوں کو سانپ سونگھا ہوا ہے۔ ہم دعوی سے کہتے ہیں کہ کوئی رضاخانی مناظر وملا اپنی کسی کتاب اپنی کسی تقریر میں عوام کو یہ نہیں بتائے گا کہ ہمارے عام مولوی تو دور "کنز العلما" ٹائپ کے اکابر تو اتنے بے ادب ہیں کہ ان کی گستاخیوں پر پارلیمنٹ میں قراردادیں پیش ہوتی ہیں۔ اور وہ ان گستاخیوں پر جیل میں سڑ رہے ہوتے ہیں۔ کیوں؟ کیونکہ یہاں مولوی ان کا اپنا ہے اور یہی منافقانہ رویہ آپ کے سامنے رکھنا ہمارا مدعا ہے۔

خان صاحب بریلوی کے فتوے ماننے کے متعلق دورنگی

قارئین کرام! خان صاحب بریلوی کی حسام الحرمین کے متعلق کسی نے کہا: "زید سید اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا پیر ہے وہ حسام الحرمین کے متعلق کہتا ہے کہ میں اس پر اتفاق کرتا ہوں لیکن اگر کوئی انکار کرے تو بوجہ انکار کافر نہ ہوگا اس لئے کہ یہ آسمانی کتاب نہیں"۔

اس پر خان صاحب کے پروردہ جناب مفتی شریف الحق امجدی رضاخانی فوراً آگ بگولہ ہوگئے اور لکھا کہ:

"حسام الحرمین اس معنی کر آسمانی کتاب نہیں کہ اس کے کلمات، اس ترتیب کے ساتھ آسمان سے نہیں اترے، مگر اس میں جو احکام مذکور ہیں وہ سب آسمانی اس معنی کر ہیں کہ قرآن واحادیث سے ثابت ہے"۔

(فتاوی شارح بخاری، ج ۲،ص ۲۵۵)

یعنی اگر چہ حسام الحرمین معاذ اللہ آسمانی کتاب نہیں لیکن اس میں جو دیوبندیوں کے کفر وارتداد پر معاذ اللہ حکم لگایا ہے وہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے لہذا اس کا ماننا لازم وضروری ہے کیونکہ قرآن وحدیث کا ماننا ضروری اور اس کا انکار قرآن وحدیث کا انکار جو کفر لہذا حسام الحرمین کا انکار کفر۔حسام الحرمین کے اس قرآنی حکم پر موصوف نے خود آگے صرف ایک آیت پیش کی چنانچہ لکھتے ہیں:

''گستاخ رسول اور ضروریات دین میں سے کسی کے منکر کو کافر کہنا اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے خود قرآن مجید میں گستاخ رسول کی قطعی تکفیر فرمائی ارشاد ہے لا تعتذروا فقد کفرتم بعد ایمانکم بہانے نہ بناو ایمان کے بعد بلاشبہ تم لوگ کافر ہو گئے''۔

(فتاوی شارح بخاری، ج ۲،ص ۴۱۰)

اب دیکھیں خان صاحب بریلوی نے خواجہ ابو طالب کے کافر وجہنمی ہونے پر ایک کتاب لکھی ہے ''شرح المطالب فی مبحث ابی طالب'' خان صاحب بریلوی نے اس کتاب میں قریبا ۳ آیات قرآنیہ، ۶۶ کتب حدیث سے احادیث، ۹ شروح حدیث، ۱۰ کتب فقہ، ۱۰ کتب سیر، ۱۳ کتب عقائد، ۱۲ اصحابہ، ۵ تابعین، ۶۲ تابعین وتبع تابعین اعلام امت سے خواجہ ابو طالب کا کفر ثابت کیا۔

خود لکھتے ہیں کہ ''خواجہ ابو طالب کا کفر ادلہ کالنھار سے آشکار''۔

(ایمان ابو طالب،ص ۶۴، رضا اکیڈمی بمبئی)

اب جس طرح حسام الحرمین کا انکار کرنا قرآن وحدیث کا انکار کرنے کی وجہ سے کفر ہے حالانکہ کسی ایک آیت یا حدیث میں بھی نہیں کہ معاذ اللہ دیوبندی گستاخ رسول ﷺ ہیں اسی طرح خواجہ ابو طالب کے کفر کا انکار بھی قرآن وحدیث اور اجماع امت کے انکار کی وجہ سے کفر ہونا چاہئے کیونکہ ان کا کفر تو اس میں مصرح ہے۔مگر چونکہ کئی رضاخانی مولوی اور پیر مشائخ خواجہ ابو طالب کے ایمان کے قائل ہیں لہذا یہی شریف الحق امجدی یہاں منافقت کا راستہ اپناتے ہوئے فتوی دیتا ہے:

''ابو طالب کے ایمان وعدم ایمان میں اختلاف ہے۔بعض روایات ضعیفہ کے بنا پر کچھ لوگ ابو طالب کو مسلمان کہتے ہیں اگر چہ صحیح یہی ہے کہ ابو طالب ایمان سے محروم رہے اس لئے جو ابو طالب کو مسلمان کہتا ہے وہ خاطی ہے''۔

(فتاوی شارح بخاری، ج ۲،ص ۵۰)

ملاحظہ فرمائیں اس منافقت کو کہ حسام الحرمین کا انکار تو کفر کیونکہ اس صورت میں دیوبندیوں کو مسلمان ماننا پڑے گا لیکن خان صاحب ہی کی کتاب شرح المطالب کا منکر صرف ''خاطی'' کیونکہ معاملہ اپنے گھر کا تھا۔یاد رہے کہ جتنے قرآن وحدیث کے احکام خان صاحب نے کفر ابی طالب پر شرح المطالب میں بیان کئے اس کا عشر عشیر بھی حسام الحرمین میں بیان نہیں کیا۔

نوٹ: شریف الحق امجدی صاحب لکھتے ہیں کہ ایمان وعدم ایمان خواجہ ابو طالب میں چونکہ اختلاف ہے لہذا عدم ایمان کا قول کرنے والے صرف خاطی ہیں۔تو علمائے اہل السنۃ دیوبند کے کفر وایمان میں بھی تو خود رضاخانی اکابر ومشائخ کا اختلاف ہے جس پر چند دلائل ہم دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد اول کے مقدمہ میں دے چکے ہیں تو آخر یہاں ایمان کا قول کرنے والے صرف ''خاطی'' کی جگہ ''قطعی کافر'' کیوں؟

اس حوالے سے ایک اور منافقت

رضاخانیوں کے نزدیک حسام الحرمین کو من وعن تسلیم کرنا ایمان کا حصہ ہے کوئی آدمی کتنا ہی نیک متقی پرہیزگار کیوں نہ ہو اگر حسام الحرمین کو تسلیم نہیں کرتا تو مسلمان نہیں کیونکہ خان صاحب نے علمائے دیوبند کی جو تکفیر کی اس میں غلطی نہیں ہو سکتی لیکن دوسری طرف اسی خان صاحب بریلوی نے قرآن وسنت اور اکابر کے اقوال کی روشنی میں خواجہ ابو طالب کی تکفیر کی مگر رضاخانی شیخ الحدیث والتفسیر فیض احمد اویسی لکھتا ہے:

''نبی علیہ السلام کے والدین اور چچا ابو طالب اور دادا عبد المطلب پکے سچے مومن وموحد تھے اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ مشرک تھے وہ غلطی پر ہیں''۔ (فتاوی اویسیہ، جلد اول ص ۲۰۱)

کتنی حیرت کی بات ہے کہ خواجہ ابو طالب کے کفر پر نصوص روز روشن کی طرح واضح ہیں اس میں تو خان صاحب کو غلطی لگ سکتی ہے مگر علماء دیوبند کی عبارات میں خان صاحب معصوم عن الخطاء ہیں۔

اہل السنۃ پر جھوٹ بولنے کی تہمت اور پھر خود منافقت کی انتہا

رضاخانی شریف الحق امجدی ایک جگہ علمائے اہل السنۃ والجماعۃ پر یہ بہتان باندھتا ہے کہ:

''جھوٹ بولنا ان کے یہاں عبادت ہے''۔

(فتاوی شارح بخاری، ج ۲ ص ۳۷۴)

یہاں اہل السنۃ کو بدنام کرنے کیلئے بطور ذم ان کی طرف جھوٹ بولنے کو عبادت سمجھنے کی تہمت کی نسبت کی تاکہ اپنے قارئین کو یہ باور کرایا جاسکے کہ جب یہ لوگ جھوٹ بولنے کو عبادت سمجھتے ہیں تو بھلا ان کی کسی بات کا کیا اعتبار؟ مگر ان کی منافقت اور دورنگی ملاحظہ فرمائیں کہ کسی نے مفتی احمد یار گجراتی صاحب کی عبارت امجدی صاحب کو بھیج دی کہ:

''حضرت علامہ مفتی احمد یار خان۔۔کی تفسیر نعیمی جلد اول، ص ۴۸۱ پر لکھتے ہیں کبھی سوچ بولنا کفر ہوتا ہے اور جھوٹ بولنا عین عبادت'' اس کے جواب میں موصوف کو یہ کہنا چاہئے تھا کہ بالکل بکواس ہے۔ یہ تو وہابیہ کا مذہب ہے کہ ان کے ہاں جھوٹ بولنا عبادت ہے مگر موصوف اپنے مولوی کو بچانے کیلئے لکھتے ہیں:

''یہ کہنا کہ'' کبھی کبھی سچ بولنا کفر ہوتا ہے اور جھوٹ بولنا عین عبادت'' فی نفسہ صحیح ہے''۔

(فتاوی شارح بخاری، ج ۲ ص ۴۹۴)

دیکھا اس منافقت کو!!! وہی کام جو کل تک وہابیوں کیلئے ''مذموم'' تھا اب اپنے مولوی کیلئے ''عین عبادت'' ہوگیا۔

رحمۃ للعالمین اور رضاخانی منافقت

اہل بدعت نے فتاوی رشیدیہ کے ایک فتوے جس میں ہے کہ رحمۃ للعالمین صفت خاصہ رسول ﷺ نہیں اگر چہ دیگر اولیاء مشائخ بھی موجب رحمت عالم ہو سکتے ہیں۔ پر گستاخی وکفر کے فتوے لگائے تفصیل میری دفاع جلد اول اور اس عنوان پر دیگر بریلوی کتب میں دیکھی

جاسکتی ہے۔اب جب علمائے دیوبند کی طرف سے نہ صرف اسلاف بلکہ خود رضاخانی علماء ومشائخ کے حوالے دئے گئے کہ وہ بھی اپنے بڑوں کو"رحمۃ للعالمین" کہتے ہیں تو اب انصاف کا تقاضہ یہ تھا کہ ان پر بھی اسی طرح تبرا کیا جاتا جس طرح علمائے دیوبند پر کیا گیا۔مگر رضاخانیوں کی بدترین منافقت کی ایک جھلک ملاحظہ ہو:

"باقی جن علماء نے تسامحاً بطور مبالغہ کے بعض کو رحمۃ للعالمین کہا ہم ان کی تائید نہیں کرتے اور واضح کہتے ہیں کہ انہوں نے یہ غلطی کی"۔

(حسام الحرمین اور مخالفین، ص ۲۷۰)

اسی طرح فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں:

"رحمۃ للعالمین ہونا حضور اکرم ﷺ کا وصف خاص ہے یعنی حضور ﷺ کے علاوہ کوئی رحمۃ للعالمین نہیں ہوسکتا جس کی دلیل یہ ہے آیۃ کریمہ حضور ﷺ کی مدح میں وارد ہے اور قاعدہ ہے کہ مقام مدح میں جو وصف وارد ہوگا وہ ممدوح کے ساتھ خاص ہوگا کیونکہ تخصیص کے بغیر مدح ممکن نہیں لہذا ضروری ہوا کہ رحمۃ للعالمین ہونے کا وصف حضور اکرم ﷺ کیلئے خاص ہو۔کسی مسلم ہستی کے کلام میں کسی دوسرے کیلئے اگر مسامحہ کے طور پر یہ لفظ یا اس کا ہم معنی کوئی کلمہ وارد بھی ہو تو اسے مبالغہ یا مجاز پر محمول کیا جائے گا حقیقت وواقفیت سے اس کا کوئی تعلق نہ ہوگا" (شرح حدائق بخشش، ج ۵، ص ۱۸۸)

حالانکہ بات غلطی کی نہیں تھی یا مجاز ومبالغہ کی نہ تھی۔بات تو گستاخی کی ہے۔کیا کسی رضاخانی میں جرات ہے کہ فتاوی رشیدیہ کے اس فتوے کے جواب میں کسی رضاخانی کا حوالہ دکھائے جس نے کہا ہو کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے تسامح ہوا ہے؟ یا انہوں نے مبالغۃً ایسا کہہ دیا ہوگا؟ بلکہ وہاں تو کفر کے فتوے اور جب وہی چیز اپنے گھر سے نکل آئی تو صرف "تسامح" اور "غلطی"۔گویا رضاخانی مذہب میں ان کے مولویوں کو یہ اجازت ہے کہ بطور مجاز ومبالغہ حضور ﷺ کی گستاخیاں کرتے پھریں کوئی پوچھنے والا نہیں یہ فتوے تو صرف علمائے دیوبند کے ساتھ معاذ اللہ خاص ہیں۔یہی منافقت دکھانا ہمارا مدعی ہے کہ ان کا یہ اختلاف کسی اصول یا ناموس رسالت ﷺ کے تحفظ کیلئے نہیں بلکہ علمائے دیوبند کے بغض وتعصب میں ہے خان صاحب بریلوی جو پٹی انہیں پڑھا چکے اس کے اندھے مقلد بنے ہوئے ہیں۔

حیرت ہے کہ یہ طعنہ علمائے دیوبند کو دیتے ہیں کہ اپنے اکابر کی ناموس کے چکر میں ناموس رسالت ﷺ سے غداری کررہے ہیں۔کیا تمہارے مولویوں کی ناموس نبی کی ناموس سے بڑھ کر ہے؟ مگر اپنا چہرہ اس آئینہ میں نہیں دیکھتے کہ جب یہی چیزیں جو بقول تمہارے بدترین گستاخیاں ہیں تو اکابر کی محبت میں اندھے ہوکر فتوے کس طرح بدل جاتے ہیں وہ زبان وقلم جس سے کل تک علمائے دیوبند کے خلاف شعلے نکلتے تھے اب کیسے ٹھنڈے ہوجاتے ہیں۔

والدین مصطفیٰ ﷺ اور رضاخانی منافقت

حضور ﷺ کے والدین کریمین کے ایمان کے بارے میں امت مسلمہ میں اختلاف رہا ہے۔متقدمین اس بات کے قائل تھے کہ ان کی موت حالت کفر پر ہوئی جبکہ متاخرین بہت سے علما اس کے قائل ہیں کہ آپ کے والدین کریمین حالت ایمان پر اس دنیا سے پردہ فرماگئے واللہ اعلم بالصواب۔

مفتی شریف الحق امجدی رضاخانی صاحب اس مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں:

''حضور اقدس ﷺ کے آبائے کرام، امہات عظام سب کے سب مومن یا کم از کم موحد ناجی تھے یا ان میں کچھ کافر و مشرک بھی تھے اس بارے میں سلف سے لیکر خلف تک علما کے مابین اختلاف رہا، بہت سے حضرات اس کے قائل ہیں کہ ان میں کچھ مشرک و کافر بھی تھے جن میں حضور اقدس ﷺ کے والدین کریمین اور حضرت عبد المطلب بھی ہیں ان لوگوں کو استدلال سنن نسائی میں مذکورہ بالا حدیث اور اس قسم کی دوسری احادیث کے ظاہر الفاظ سے ہے۔ حضرت امام نسائی کا مسلک یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے والدین کریمین مشرک و کافر تھے''۔ (فتاوی شارح بخاری، ج ا، ص ۲۷۸)

ایک مقام پر اس مسئلہ کو صرف راجح مرجوح کا مسئلہ قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس عالم نے صحیح کہا تکفیر اس وقت درست ہے جب کوئی ضروریات دین میں سے کسی کا انکار کرے اور یہ مسئلہ ضروریات دین میں سے نہیں۔ فروعی و جزئی ظنی ہے اگر چہ حق راجح صحیح یہی ہے کہ والدین کریمین مومن موحد بلکہ درجہ صحابیت پر فائز تھے''۔

(فتاوی شارح بخاری، ج ا، ص ۲۸۰)

اب ملاحظہ فرمائیں کہ امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاوی میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کر کے یہ کہا گیا کہ آپ ﷺ کے والدین کی موت حالت کفر پر ہوئی اور اس کیلئے فقہ اکبر کی یہ عبارت ''ماتا علی الکفر'' پیش کی گئی۔ حضرت امام ربانی نے اپنا کوئی نظریہ پیش نہیں کیا۔ اب اس پر رضاخانیوں نے آسمان سر پر اٹھالیا کہ یہ تو نبی کریم ﷺ کے والدین اور آپ ﷺ کی شدید توہین ہے معاذ اللہ۔ اس کے جواب میں کسی نے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ دیا ہوگا کہ بھائی یہ اگر گستاخی ہے تو ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ نے تو حضور ﷺ کے والدین کے عدم ایمان پر پورا ایک رسالہ لکھ مارا ہے۔ اب انصاف تو یہ تھا کہ عشق رسالت ﷺ کے مقابلے میں بڑے سے بڑے آدمی کا پاس و لحاظ کئے بغیر بے دھڑک رضاخانی حضرت امام ملا علی قاری پر بھی فتوی لگاتے مگر مظہر اعلی حضرت حشمت علی رضوی کی اس بدترین منافقت کو ملاحظہ فرمائیں کہ وہ لکھتا ہے:

''اگر چہ یہ مسئلہ ان مسائل میں سے ہے جن کے قائل یا منکر کسی کی تکفیر یا تضلیل یا تفسیق نہیں ہوسکتی لیکن شرید گنگوہی کا یہ قول چونکہ مصطفی پیارے ﷺ کی عداوت سے ناشی ہے لہذا کفر واضح و ارتداد فاشی ہے''۔

(قران النیرین فی ایمان الآبوین الکریمین، ص ۱۸، باہتمام ناظم رشید حسین در مطبع اہل سنت پیلی بھیت، کنز الایمان اور مخالفین غیر تحریف شدہ ہندوستانی ایڈیشن، ص ۲۸)

اس قسم کے جاہلانہ و منافقانہ اصولوں کا جواب اگر چہ ہم اصولی طور پر اپنی کتاب ''سنی تراجم پر اعتراضات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ'' میں دے چکے ہیں۔ یہاں صرف ان کی دورنگی دکھلانا مقصود ہے۔ لیکن یہاں ایک اور سوال بھی ہم ضرور کرنا چاہیں گے کہ ''حاضر و ناظر، علم غیب'' وغیرہ پر دیوبندیوں سے اختلاف کو آپ ''ظنی فروعی'' اختلاف کہتے ہیں آخر یہاں آپ کا یہ حسمتی اصول کہاں گیا کہ ان مسائل میں بھی دیوبندیوں نے معاذ اللہ حضور ﷺ سے بغض و عناد کی وجہ سے انکار کیا ہوگا کیونکہ ان مسائل کو بھی آپ حضور ﷺ کے فضائل میں شمار کرتے ہیں لہذا ان مسائل کے انکار کی وجہ سے بھی یہ کافر و بے ایمان گستاخان رسول ﷺ ہیں معاذ اللہ۔ یہاں یہ وجہ فرق کیوں؟

نوٹ: حشمت علی رضوی نے اپنی فطری خباثت اور موروثی بدباطنی کی وجہ سے امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کا نام ''شرید گنگوہی'' لکھا۔ جس کا معنی دربدر کی ٹھوکریں کھانے والا، آوارہ، بے گھر کے آتے ہیں معاذ اللہ۔ اب اس کے جواب میں اگر ہم نے احمد

رضا خان یا ان کے کسی اکابر کا نام بدلا تو سب رضا خانیوں کی دس گز زبانیں باہر آجائیں گی۔مگر۔۔شرم تم کو مگر نہیں آتی۔

مسئلہ بشریت اور رضا خانی دو رنگی

اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام بشر ہیں نہ صرف بشر بلکہ افضل البشر، اکمل البشر ہیں۔بشر ہونا ان کا اعزاز و اکرام ہے۔جب ہم کہتے ہیں کہ وہ ہمارے جیسے بشر ہیں تو اس سے مراد صرف یہ ہے کہ جس طرح ہم نوع بشریت سے تعلق رکھتے ہیں وہ بھی بشر ہیں کوئی نوری مخلوق نہیں۔انہیں کوئی فضائل و کمال میں بھی ہم جیسا یا عام انسانوں جیسا جانے تو وہ بد باطن بے ایمان ہے۔

میں نے اس پر تفصیل سے اپنی کتاب ''رضا خانیت بمقابلہ حنفیت'' میں کلام کیا ہے۔مزید تفصیل ان شاء اللہ ''دروس مناظرہ'' کی جلد دوم میں ملے گی۔

اب رضا خانیوں نے اہل السنۃ والجماعۃ کے اس عقیدے پر طوفان کھڑا کر دیا کہ یہ تو نبی کریم ﷺ کی کوئی عزت ہی نہیں کرتے، ان کو اپنے جیسا بشر مانتے ہیں۔وہ ہم جیسے بشر کیسے ہو سکتے ہیں؟ چنانچہ شریف الحق امجدی لکھتا ہے:

''یقیناً بلاشبہ حضور اقدس ﷺ بشر ہیں مگر ہم جیسے بشر نہیں۔۔۔دیوبندیوں کا یہ ضرور عقیدہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ ہمارے جیسے بشر ہیں''۔(فتاوی شارح بخاری، ج۱،ص ۳۴۰)

شریف الحق امجدی صاحب کے سامنے مکتوبات کی ایک عبارت رکھی گئی جس کی وضاحت خود یہ کی گئی کہ:

''مذکورہ عبارت میں حضرت شیخ نے انبیاء کرام خصوصاً حضور اقدس ﷺ کو نہ صرف بشر کہا ہے بلکہ نفس انسانیت اور حقیقت و ذات کے اعتبار سے سب کے ساتھ متفق بتایا ہے اور حدوث و امکان کے داغ سے بھی متصف قرار دیا ہے''۔

(فتاوی شارح بخاری، ج۱،ص ۳۴۱)

موصوف نے پورے دو صفحات میں اس کا رد کیا کہ اول تو مکتوبات ہی معتبر نہیں ثانیاً یہ شیخ مجدد کا ''سکر'' ہے۔اور کہتے ہیں کہ ہمارا اور دیوبندیوں کا اختلاف یہ ہے کہ دیوبندی حضور ﷺ کو اپنے جیسا بشر کہتے ہیں اور ہم اس کے منکر ہیں۔آگے لکھتے ہیں:

''اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ حضرات انبیائے کرام ہم جیسے بشر نہیں ان کی ظاہری صورت ہم سے بدرجہا اعلیٰ و احسن اور ان کی ذات بدرجہا افضل و اعلیٰ ارفع و اکمل''۔(فتاوی شارح بخاری، ج۱،ص ۳۴۳)

اس مفتی کی جہالت دیکھیں کہ مثلیت کا قول باعتبار حقیقت و ذات ہے اور معارضہ میں پیش اعراض کو کر رہا ہے بہر حال یہاں موصوف کہہ رہے ہیں کہ انبیاء ہم جیسے کیسے ہو سکتے ہیں؟ ان کی ظاہری صورت بھی ہم جیسی نہیں بلکہ ظاہری صورت بھی ہم سے کئی درجہ اعلیٰ و احسن ہے۔اب بات آئی خان صاحب بریلوی کے ترجمہ کے متعلق کہ:

''تم فرماؤ کہ ظاہری ''صورت بشری'' میں تو میں تم جیسا ہوں''۔

اب امجدی صاحب کو چاہئے تھا کہ اس پر کوئی کفر کا فتوی جاری کرتے، اسے نبی کریم ﷺ کی توہین میں شمار کرتے۔کیونکہ پیچھے ہم ان کا فتوی نقل کر آئے ہیں کہ حضور ﷺ کی ''ظاہری صورت'' بھی ہم جیسی نہیں۔ہم سے بدرجہا اعلیٰ و اکمل ہے۔مگر یہاں چونکہ معاملہ خان صاحب بریلوی کا تھا تو اب منافقت و دو رنگی ملاحظہ ہو:

''اور اس کہنے میں کوئی حرج نہیں کہ''حضور اقدس ﷺ ظاہری شکل وصورت میں ہماری طرح بشر ہیں''یہ حق ہے۔خود مجدد اعظم اعلی حضرت قدس سرہ نے آیہ کریمہ کا ترجمہ فرمایا:''تم فرماؤ کہ ظاہری صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں''۔

(فتاوی شارح بخاری،ج ا،ص ۳۴۵)

دیکھا اس منافقت کو؟!!! کیسے شخصیت کے بدل جانے سے فتوی بھی بدل گیا۔حالانکہ ما قبل ہی میں حضرت شاہ اسمعیل شہیدؒ کی طرف منسوب ایک خط کے حوالے سے لکھا کہ انما انا بشر مثلکم میں خطاب مشرکین سے ہے۔(ایضا ص ۳۴۳)

اب جب اس آیت کے مخاطب مشرک ہیں تو اس کا یہ ترجمہ کرنا:

''تم فرماؤ کہ ظاہری صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں''۔

یہ تمہارے اصول کے مطابق کتنی بڑی گستاخی شمار ہوگی؟ کیونکہ تم خود کہہ چکے ہو کہ ان کی ظاہری صورت بھی ہماری طرح نہیں یعنی مسلمانوں کی طرح اور یہاں خان صاحب حضور ﷺ کی ظاہری صورت کو مشرکین یعنی معاذ اللہ ابوجہل،ابولہب،عتبہ،شیبہ کی طرح قرار دے رہے ہیں۔اور امجدی صاحب اس کو جائز قرار دے رہے ہیں۔اس سے بڑی کوئی منافقت ہوگی کہ علمائے دیوبند اکابر اہلسنت کے عقیدہ کی روشنی میں نبی کو صرف نوع کے اعتبار سے اپنا جیسا کہے تو کفر،وہاں یہ کہو کہ ہم جیسے کیسے ہو سکتے ہیں؟ ان کی صورت تو ہم سے بدرجہا افضل واکمل اور جب خان صاحب کے ترجمہ کی بات آئے تو معاذ اللہ ظاہری صورت میں کافروں جیسے بشر کہنا بھی درست ہو جائے؟ تف ہے ایسی دورنگی پر۔

نوٹ: اسی عنوان سے شریف الحق امجدی کی یہ منافقت بھی ملاحظہ ہو کہ جب بشریت کے حوالے سے مکتوبات کا حوالہ موصوف کے عقیدے کے خلاف تھا تو مکتوبات کی اسنادی حیثیت ہی ماننے سے انکار کر دیا۔مگر جب اپنے موقف میں حوالے کی ضرورت پڑی تو بے دھڑک اسی مکتوبات سے حوالہ دیا۔ملاحظہ ہو فتاوی شارح بخاری،ج ۲،ص ۲۴۲۔

شریف الحق امجدی صاحب کی کذب بیانی

امجدی صاحب ایک سوال کے جواب میں کہتے ہیں:

''آپ نے یہ لکھا کہ قرآن پاک میں انبیائے کرام کے بشر کہنے والوں کو جا بجا کافر کہا گیا۔یہ خزائن العرفان اور جاء الحق پر افترا ہے ان میں سے کسی میں مذکورہ بالا عبارت نہیں غالبا آپ نے کسی وہابی سے سن کر یہ لکھ دیا ہے''۔

(فتاوی شارح بخاری،ج ا،ص ۳۴۳)

حالانکہ خزائن العرفان مولانا نعیم الدین مراد آبادی بریلوی میں صاف واضح موجود ہے کہ:

''مسئلہ:اس سے معلوم ہوا کہ کسی کو بشر کہنے میں اس کے فضائل وکمالات کے انکار کا پہلو نکلتا ہے اسی لئے **قرآن پاک میں جا بجا انبیاء کرام کے بشر کہنے والوں کو کافر فرمایا گیا**''۔

(خزائن العرفان:ص 2:مطبوعہ دار العلوم امجدیہ کراچی)

لیکن چونکہ رضاخانی مذہب میں جھوٹ بولنا عین عبادت ہے اس لئے سب کچھ جائز ہے۔

حضور ﷺ کو بھائی کہنے پر رضاخانیوں کی منافقت

اہل بدعت نے اہل السنۃ پر اس وجہ سے گستاخان رسول ﷺ کا الزام لگایا کہ یہ تو نبی کو بھائی کہتے ہیں۔ایک دو حوالہ جات ملاحظہ ہو:

''جب حضرت علی کہ جن کو خود حضور نے فرمایا تو میرا بھائی ہے حضور کو بھائی نہ کہیں تو چودھویں صدی میں انگریز کے ٹکڑوں پر پلنے والے مولویوں کو کیا حق پہنچتا ہے کہ حضور کو بھائی کہیں؟''۔(شمشیر حسینی ،ص:۲۱,۲۲)

مولوی عمر اچھروی لکھتا ہے:

''نبی علیہ الصلوۃ والسلام بفرمان خود اور بقانون الٰہی واز واجہ امہاتھم کہ بمنزلہ باپ ثابت ہوں اور یہ بھائی کہیں اور آپ کے تمام فضائل کا انکار کریں۔''(مقیاس حنفیت ،ص:۲۰۲)

معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کو ''بھائی'' کہنا آپ ﷺ کے تمام فضائل کا انکار کرنا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ صریح کفر ہے۔

اسی طرح رضاخانی فقیہ شریف الحق امجدی لکھتا ہے:

''کسی کو بھائی کہنے میں اس کے ساتھ برابری کا ادعا ہے۔ہمارے عرف میں ہے کہ ہم اپنے ہم عمروں کو بھائی کہہ کر خطاب کرتے ہیں اور اپنے سے زیادہ معمر اور بوڑھوں کو چچا دادا وغیرہ کہتے ہیں۔انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ برابری کا اعتقاد رکھنے والا ضرور کافر ہے اور بھائی کہنے میں برابری کا ادعا ہے اس لئے یہ قول ضرور کفر ہے''۔

(فتاوی شارح بخاری ،ج ا،ص ۵۸۳)

اب کسی نے رضاخانی شارح بخاری فقیہ اعظم شریف الحق امجدی کو بیہقی کے حوالے سے یہ روایت بھیج دی کہ فرشتوں نے حضور ﷺ کو ''بھائی'' کہا۔اب اس کا اصولی جواب تو یہ ہونا چاہئے تھا کہ معاذ اللہ فرشتے گستاخان رسول ﷺ ہیں۔انہوں نے بھائی کہہ کر نبی کریم ﷺ کے ''تمام فضائل'' کا انکار کر دیا اور ان سے برابری کا دعوی کیا جو کہ کفر ہے۔مگر رضاخانیوں کی دورنگی ذرا ملاحظہ ہو:

''یہ حدیث میری نظر سے نہیں گزری،اگر چہ یہ حدیث ہے تو اس کی تاویل یہ ہو سکتی ہے کہ فرشتوں نے جو کہا تو ہمسری اور برابری کی نیت سے نہیں کہا بلکہ اظہار محبت کیلئے کہا۔جیسے ہمارے عام عرف میں مخاطب کو بھائی کہہ دیتے ہیں۔برخلاف وہابیہ کے وہ یہ کہتے ہیں کہ ان کی اتنی تعظیم کرو جتنی بڑے بھائی کی ہونی چاہئے۔اس جملہ میں اہانت کا پہلو غالب ہے۔برخلاف فرشتوں کے اس قول سے اس سے صرف اظہار محبت ہوتی ہے اور ساتھ ساتھ یہ کہہ کر فرشتوں نے حضور اقدس ﷺ کے فضل و کمال کو بھی ظاہر کر دیا کہ اللہ کے خلیفہ و نائب ہیں اس لئے وہابیوں کے کفری قول کی اس سے کسی قسم کی کوئی تاویل نہیں ہو سکتی''۔

(فتاوی شارح بخاری ،ج ا،ص ۳۴۷)

ملاحظہ فرمائیں دیوبندیوں پر تو اس وجہ سے کفر کہ انہوں نے حضور ﷺ کو بھائی کہہ کر تمام فضائل کا انکار کر دیا اور فرشتوں کیلئے وہی لفظ اس لئے مستحسن کہ اس میں تو ''محبت'' کا اظہار ہے۔جب ایک لفظ آپ کے مذہب میں ہے ہی ''کمالات کے انکار'' کیلئے تو اس میں محبت کا اظہار کیسے؟ کیا حضور ﷺ کے فضائل کا انکار کرنا محبت کا اظہار ہے؟ کیا خان صاحب کو میں یہ کہہ کر گالی دے سکتا ہوں کہ میں تو محبت کا اظہار کر رہا تھا؟۔

شریف الحق امجدی کی بدترین منافقت ملاحظہ ہو کہ جب اہل السنۃ دیوبند احناف کو معاذ اللہ کافر بنانا ہوا تو بھائی کا لفظ ''عرف'' میں ''دعوی برابری'' کیلئے تھا مگر جب بات فرشتوں کی آئی تو یہی بھائی ''عرف'' میں ''اظہار محبت'' کیلئے خاص ہو گیا۔تف ہے تم پر۔

پوری رضاخانیت کو چیلنج

موصوف لکھتے ہیں:

''وہابیہ کے وہ یہ کہتے ہیں کہ ان کی اتنی تعظیم کرو جتنی بڑے بھائی کی ہونی چاہئے''

مجھے نہیں معلوم کہ یہاں ''وہابیہ'' سے کون مراد ہیں؟ لیکن اگر مراد دیوبندی ہیں تو پوری رضاخانیت کو چیلنج ہے کہ کسی ایک مستند دیوبندی کا حوالہ پیش کردو کہ وہ ایسا کہتا ہو۔ یاد رہے تقویۃ الایمان نہیں کیونکہ ایک طرف رضاخانی کہتے ہیں کہ ہمارا تمام دیوبندیوں پر کفر کا فتوی نہیں وہ دیوبندی کافر ہیں جو ان گستاخانہ عبارات پر مطلع ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ ایسے دیوبندی بھی ہیں جو ان عبارات پر مطلع نہیں تو جس کو تقویۃ الایمان کا پتہ ہی نہیں اس کو اس سے الزام کیسے دے سکتے ہیں؟

بالفرض علی سبیل التنزل مان لیں کہ تمام وہابیہ کی طرف یہ قول بوجہ تقویۃ الایمان منسوب کیا گیا ہے تو بھی پوری رضاخانیت کو تاقیامت چیلنج ہے کہ یہ قول:

''ان کی اتنی تعظیم کرو جتنی بڑے بھائی کی ہونی چاہئے''

تقویۃ الایمان سے دکھانے والے کو مبلغ دس ہزار روپے اور ایک کلو سوجی بمع ایک پاؤ بادام انعام میں ملیں گے۔ فھل من مبارز۔

ہمارا سوال

یہاں ہمارا یہ سوال بھی ہے کہ اگر نبی کریم ﷺ کو ''بھائی'' اظہار محبت کی وجہ سے کہہ سکتے ہیں کہ تو آپ کے اصول سے تو ''بڑے بھائی جتنی تعظیم'' میں زیادہ محبت کا پہلو ہونا چاہئے۔ کیونکہ دیکھو ایک کہتا: ''ہے بھائی! یہ تو ہمارے بھائی ہیں ہم ان سے بھائیوں کی طرح ''ہی'' محبت کرتے ہیں''، اور دوسرا کہے کہ: ''بھائی یہ تو ہمارے صرف بھائی ہی نہیں بلکہ بڑے بھائی ہیں ہم تو ان سے بڑے بھائیوں جیسے ''ہی'' محبت کرتے ہیں''۔ اب رضاخانی الٹی عقل کے مطابق پہلا والا قول تو ''اظہار محبت'' ہے لیکن دوسرا والا قول گستاخی اور صریح کفر ہے۔ کیا کوئی عقل منداس کو تسلیم کر سکتا ہے؟ اگر بھائی کہنے میں اظہار محبت ہے تو بڑا بھائی کہنے سمجھنے میں تو بدرجہ اولی اظہار محبت ہونا چاہئے۔

ثانیا فرشتوں کے بھائی سے اظہار محبت کی دلیل اس قول: ''فرشتوں نے حضور اقدس ﷺ کے فضل و کمال کو بھی ظاہر کر دیا کہ اللہ کے خلیفہ و نائب ہیں'' کو بنایا گیا تو کیا وہابی اس کے منکر ہیں؟ بلکہ وہ تو اس سے بڑھ کر حضور ﷺ کے فضائل و کمالات کو مانتے ہیں اور ذکر کرتے ہیں۔ تو آخر ان کی دیگر عبارات کو بقول تمہارے ''بڑے بھائی'' کے قول کی توضیح میں کیوں پیش نہیں کیا جا سکتا؟

بھائی کہنے پر ایک نیا حوالہ

اہل بدعت کی طرف سے امیر المجاہدین حضرت شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ پر یہ جاہلانہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنا بھائی کہا یہ کھلی گستاخی ہے۔ ہماری طرف سے اس کا تفصیلی دندان شکن تحقیقی و الزامی حوالہ جات کے ساتھ جواب کتاب ''دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد اول'' میں دیا جا چکا ہے جب اہل بدعت ہماری مضبوط گرفت سے ہر طرح سے عاجز آ گئے تو یہ نیا ڈھکوسلہ تراشا کہ اچھا امتیوں میں بھی کسی نے نبی کریم ﷺ کو اپنا بھائی کہا؟ تو لیجئے ہم خلیفہ راشد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی روایت مختلف کتب سے پیش کر رہے ہیں جس میں وہ

رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو 'اپنا بھائی'' کہہ رہے ہیں (أَخَوَيَّ)۔ہم امید (اگر چہ یہ امید محال عادی کے درجہ میں ہے) کہ اب یا تو اپنے اعتراض کو مبنی پر تعصب شمار کریں گے یا تو یوں کارخ ادھر بھی کریں گے۔

أَنَّ عُمَرَ قَالَ: "اذْهَبْ يَا غُلَامُ إِلَى أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ فَقُلْ لَهَا: "إِنَّ عُمَرَ يَسْأَلُكِ أَنْ تَأْذَنِي لِي أَنْ أُدْفَنَ مَعَ أَخَوَيَّ، ثُمَّ ارْجِعْ إِلَيَّ فَأَخْبِرْنِي قَالَ: فَأَرْسَلَتْ أَنْ نَعَمْ قَدْ أَذِنْتُ لَكَ، قَالَ: فَأَرْسَلَ فَحُفِرَ لَهُ فِي بَيْتِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم ثُمَّ دَعَا ابْنَ عُمَرَ فَقَالَ: "يَا بُنَيَّ، إِنِّي قَدْ أَرْسَلْتُ إِلَى عَائِشَةَ أَسْتَأْذِنُهَا أَنْ أُدْفَنَ مَعَ أَخَوَيَّ فَأَذِنَتْ لِي، وَأَنَا أَخْشَى أَنْ يَكُونَ ذَلِكَ لِمَكَانِ السُّلْطَانِ، فَإِذَا أَنَا مُتُّ فَاغْسِلْنِي وَ كَفِّنِّي ثُمَّ احْمِلْنِي حَتَّى تَقِفَ بِي عَلَى بَابِ عَائِشَةَ فَتَقُولُ: هَذَا عُمَرُ يَسْتَأْذِنُ، يَقُولُ الخ۔۔۔۔فَإِنْ أَذِنَتْ لِي فَادْفِنِّي مَعَهُمَا، وَإِلَّا فَادْفِنِّي بِالْبَقِيعِ"، قَالَ ابْنُ عُمَرَ: فَلَمَّا مَاتَ أَبِي حَمَلْنَاهُ حَتَّى وَقَفْنَا بِهِ عَلَى بَابِ عَائِشَةَ فَاسْتَأْذَنَّهَا فِي الدُّخُولِ فَقَالَتْ: ادْخُلْ بِسَلَامٍ"

(طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۳۲۶، المکتبۃ الخانجی القاہرہ بتحقیق الدکتور علی محمد، کنز العمال، ج ۲، ص ۴۸۳، موسسۃ الرسالہ، تاریخ دمشق، ج ۴۴، ص ۴۴۶، دار الفکر بیروت، موسوعۃ ام المومنین عائشہ بنت ابی بکر ص ۲۷۷)

ترجمہ: فرمایا بیٹے میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے اپنے دونوں بھائیوں (رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کے ساتھ تدفین کی اجازت طلب کی جوانہوں نے مجھے دے دی لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں یہ اجازت میرے مقام سلطنت کی وجہ سے نہ ملی ہو؟ سو اس پر (ان کی دلی رضامندی معلوم کرنے کیلئے یہ کہا جائے) جب میں مرجاؤں تو مجھے غسل دینے اور کفن پہنانے کے بعد اٹھا کر حضرت عائشہ کے دروازے پر لے جایا جائے اور پھر آپ ان سے کہو کہ یہ عمر ہیں جواب پھر بھی آپ سے اجازت طلب کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ انہیں اپنے ساتھیوں محمد رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابوبکر صدیق کے ساتھ دفنانے کی اجازت دی جائے؟ اگر انہوں نے (ایک مرتبہ پھر) اجازت دے دی تو مجھے وہاں دفنا دیا جائے وگرنہ بقیع دفنایا جائے ابن عمر فرماتے ہیں جب آپ وفات پا گئے تو ہم نے حسب ہدایات و وصیت آپ رضی اللہ عنہ کو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کے دروازے پر لے جا کر ان سے اجازت لی آپ رضی اللہ عنہا نے کہا اللہ کی طرف سے سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاو۔

نبی کریم ﷺ کا متصف بحیات بالذات ہونا

مولانا سعید احمد کاظمی صاحب نے امام نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ پر یہ الزام لگایا کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے متعلق کہا کہ جس طرح حضور ﷺ کی آنکھ سوتی ہے دل نہیں سوتا اسی طرح دجال کی آنکھ سوتی ہے دل نہیں سوتا۔اس کو نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی قرار دیا کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی نیند کو دجال کی نیند سے تشبیہ دی۔اس کا تفصیلی جواب ہم دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد اول میں دے چکے ہیں۔

مگر اب ذرا رضاخانیت کی دورنگی و منافقت ملاحظہ ہو کہ جب یہی بات ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے کی تو خان صاحب نے کیا کہا:

''مولانا علی قاری لکھتے ہیں کہ قاضی عیاض رحمہما اللہ تعالی نے فرمایا یعنی سونے کے وقت بھی اس کے فاسد خیالات کا سلسلہ اس سے منقطع نہ ہوگا کیونکہ اس کیلئے وسوسوں اور خیالات کی کثرت ہوگی متواتر و مسلسل شیطان اسے یہ سب القا کرتا رہے گا''جیسے''نبی کریم ﷺ کا قلب ان

کے صالح و پاکیزہ افکار سے خوابیدہ نہ ہوتا کیونکہ مسلسل ان پر وحی و الہام ہوتا رہتا ہے اھ۔

اقول یہ ”جیسے“ مجھ پر گراں گزر رہا ہے“۔

(فتاوی رضویہ جدید، ج ا،ص ۵۷۶)

اب دیکھیں جو بات حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہی اس کی بنیاد پر تو کاظمی صاحب نے واویلا کیا اسے اہل سنت کے خلاف قرار دیا، اسے توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں شمار کیا، دیوبندیوں کے ساتھ بنیادی اختلاف میں شمار کیا، مگر وہی بات جب ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے کہی تو خان صاحب نے صرف اتنا کہنے پر اکتفا کیا کہ یہ بات مجھ پر ”بھاری“ گزری۔ کیا ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ کو کسی رضاخانی نے اب تک اسلام سے خارج قرار دیا؟ کیا ان کے خلاف بھی پروپیگنڈا کا اسی طرح طومار کھڑا کیا گیا؟ کیا گلی گلی کوچہ کوچہ انہیں بھی گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر گالیاں دی گئی؟ کیا ان کا بھی نکاح ٹوٹنے اور تجدید نکاح و ایمان کا مطالبہ کیا گیا؟ نہیں ہرگز نہیں تو پھر ہم کیوں نہ کہیں کہ یہ سارا اختلاف محض علمائے دیوبند کے ضدوعناد، تعصب و بغض میں ہے۔

تعصب کی انتہاء کا اندازہ اس سے لگائیں

مولوی کاشف اقبال صاحب لکھتے ہیں:

”دیوبندی بریلوی اختلافات کچھ ایسے ہیں کہ کوئی بھی مسلمان خالی الذہن ہو کر دیوبندیوں کی ان کفریہ وگستاخانہ عبارات کو پڑھے تو وہ دیوبندیوں کے حق میں فیصلہ نہیں دے سکتا“۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۲۶،۲۵)

اور منشاء تابش قصوری صاحب لکھتے ہیں:

”ہمارا دعویٰ ہے کہ یہ عبارات اپنی اصل زبان میں ہوں یا دنیا کی کسی بھی زبان میں ان کا ترجمہ کردیا جائے دنیا کا کوئی بھی بااخلاق اور مہذب آدمی کسی صورت میں بھی ان کی تحسین و تصویب نہیں کرسکتا چہ جائیکہ ایک مسلمان“۔ (دعوت فکر: ص ۲۹)

رضاخانی غزالی زماں احمد سعید کاظمی صاحب حفظ الایمان کی عبارت کے متعلق لکھتے ہیں:

”ہر اہل فہم کے نزدیک اس کلام میں ایسی صریح توہین پیدا کررہی ہے جس کا انکار بجز معاند متاسف کے کوئی شخص نہیں کرسکتا“۔

(الحق المبین، ص ۲۰)

ان عبارات میں خود رضاخانیوں نے یہ اعتراف کیا کہ علمائے دیوبند کی ان عبارات کو کوئی بھی شریف انسان درست نہیں کہہ سکتا نہ ان کی تائید کرسکتا ہے۔ اب ہم نے ثابت کیا کہ علمائے دیوبند کی ان عبارات کی تائید اور انہیں کفر سے خالی خود آپ کے اکابر نے قرار دیا ہے۔ مثلاً مولانا عبدالباری فرنگی محلی مرحوم کا واقعہ ہے:

”مولوی اشرف علی تھانوی کی حفظ الایمان کی گستاخانہ عبارت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ نے جب اپنے دوست مولانا عبدالباری فرنگی محلی کو دکھائی تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے تو اس میں کفر نظر نہیں آتا۔ اعلیٰ حضرت نے ایک مثال دی پھر بھی انہوں نے نہ مانا۔ اعلیٰ حضرت خاموش ہوگئے اور دوستی ومحبت کو برقرار رکھا“۔

(سیرت انوار مظہریہ، ص ۲۹۲)

اسی طرح شریعت کورٹ کے جج پیر کرم شاہ الازہری صاحب نے تحذیر الناس کے دفاع میں پوری کتاب ''تحذیر الناس میری نظر'' میں لکھی اور صاف لکھا کہ تحذیر الناس میں ختم نبوت کا انکار نہیں پایا جاتا۔

اسی طرح مولانا خلیل خان برکاتی صاحب مرحوم جن کا شمار مستند بریلوی علماء میں ہوتا ہے جس پر تفصیلی گفتگو میں دفاع جلد دوم میں کر چکا ہوں انہوں نے علمائے دیوبند کی ان عبارتوں کے دفاع میں پوری کتاب ''انکشاف حق'' لکھی۔

اسی طرح جلد دوم کے مقدمہ میں ہم نے مولانا غلام رسول قاسمی حنفی صاحب مرحوم کا حوالہ دیا کہ انہوں نے حضرت گنگوہی کی تکفیر پر سخت برہمی کا اظہار کیا۔ بریلویوں کے محقق العصر مولانا فیض رسول صاحب کا حوالہ دیا کہ وہ خان صاحب کی حسام الحرمین کو درست نہیں سمجھتے۔ سائیں توکل شاہ انبالوی مرحوم کا حوالہ دیا کہ وہ حضرت گنگوہیؒ کا قلم عرش کے ورے چلتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ علمائے رامپور کا حوالہ دیا کہ امکان کذب کے مسئلہ پر وہ علمائے دیوبند کی تکفیر کے قائل نہیں۔

اب ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ رضاخانی اپنے ہی اصول کے مطابق اس حقیقت کو تسلیم کرتے کہ واقعی ان عبارات میں گستاخی نہیں کیونکہ انہوں نے تو معیار ''عوام'' کا رکھا تھا ہم نے ان کے ''جید اکابر وعلماء'' سے ثابت کیا کہ ان کو ان عبارات میں کوئی کفر نظر نہیں آیا مگر تعصب کی انتہاء دیکھئے کہ بجائے حق تسلیم کرنے کے اپنے ان علماء پر ہی کفر وگمراہی کے فتوے لگا دئے۔

علمائے دیوبند کے تعصب میں اپنے ہی مشائخ کا انکار

ہم نے دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد اول میں حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ایک مبارک خواب سائیں توکل شاہ انبالوی کے پیر و مرشد جناب مشتاق احمد انبیٹھوی صاحب کے حوالے سے نقل کیا تھا۔ اب بجائے اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے اہل بدعت بغض دیوبند میں اس قدر اندھے ہو چکے ہیں کہ اپنے مسلمہ بزرگوں کا بھی صرف اس وجہ سے انکار کرنے لگ گئے کہ انہوں نے علمائے دیوبند کی تعریف کیوں کر دی؟ چنانچہ اس کے جواب میں ایک رضاخانی لکھتا ہے:

''حضرت توکل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ خواب نقل کرنے والا مشتاق احمد انبیٹھوی ہے جس کے حالات خود مشکوک ہیں اور یہ شخص دیوبندیوں کے اتنا قریب تھا کہ قیلولہ کرنے دیوبند مدرسہ میں جایا کرتا تھا۔ ایسے شخص کی روایت پہ کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے؟

(کشف القناع ص ۱۳۴ اور دافع ازالۃ الوسواس ص ۴۱۰)

حالانکہ نور بخش توکلی صاحب خود ان کے متعلق لکھتے ہیں:

''شیخنا العلامہ مولانا مولوی حاجی حافظ مشتاق احمد صاحب چشتی صابری ادام الٰہ تعالیٰ فیوضہ''۔ (تذکرہ مشائخ نقشبندیہ ص ۵۲۷)

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی لکھتے ہیں:

''مولانا توکلی نے حضرت سائیں توکل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت سے سلسلہ نقشبندیہ سے فیض وخلافت کا شرف حاصل کیا۔ حضرت توکل شاہ کے وصال کے بعد مولانا مولوی مشتاق احمد محدث انبیٹھوی ثم لدھیانوی سے فیوض سلسلہ صابریہ سے بہرہ ور ہوئے۔ حضرت مولانا مشتاق احمد جلیل القدر عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ بہت بڑے شیخ طریقت بھی تھے۔ آپ کی وجہ سے سلسلہ صابریہ کے علمی وروحانی کمالات مخلوق خدا کے لیے بڑی عمدگی سے پہنچے اور خرقہ خلافت بھی حاصل ہوا''۔

(تذکرہ علما اہل سنت و جماعت لاہور، ص ۲۹۷)

مشتاق احمد انبیٹھوی صاحب نور بخش توکلی کے بھی مرشد تھے۔ نور بخش توکلی صاحب خود لکھتے ہیں:

''راقم الحروف نے واقع میں حضرت شاہ صاحب سے دریافت کیا کہ کیا آپ نے مجھے خلافت دے دی؟ فرمایاہاں۔ اس طرح شیخنا العلامہ مولانا مولوی مشتاق احمد صاحب انبیٹھوی چشتی صابری نے سلسلہ چشتیہ صابریہ میں مجھے خلافت سے سرفراز فرمایا''۔

(تذکرہ مشائخ نقشبندیہ ص ۶۲۲)

سیرت رسول عربی میں لکھا ہوا ہے:

''آپ نے (نور بخش از راقم) بلند پایہ عالم دین حضرت مشتاق احمد انبیٹھوی ثم لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ صابریہ میں اکتساب فیض کیا۔ حضرت نے بھی آپ کو خرقہ ءخلافت سے نوازہ''۔

(سیرت رسول عربی ص ۱۸، مکتبۃ المدینہ)

اندازہ لگائیں اس سے بدتر تعصب اور کیا ہوگا کہ اپنے مسلمہ بزرگ کا آج صرف اس وجہ سے انکار کیا جارہا ہے کہ اس نے علمائے دیوبند کے متعلق اتنا مبارک خواب کیوں سنایا؟

اسی طرح علامہ ڈاکٹر خالد محمو صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ عثمان دامانی رحمۃ اللہ علیہ کے علمائے دیوبند کے ساتھ بہترین تعلقات کو بیان کیا کہ وہ علمائے دیوبند کی تعریف کرتے ان کو مسلمان سمجھتے تو اس کے جواب میں مولانا حسن علی رضوی میلسی رضاخانی صاحب لکھتے ہیں:

''جن جن لوگوں کو آپ نے پیر اور مولوی بنا کر پیش کیا ہے وہ تقریباً سب کے سب دیوبندی وہابی ہی ہیں بھلا جس پیر کے مولوی رشید احمد گنگوہی سے تعلقات ہوں یا جو شخص گنگوہی صاحب سے حدیث پڑھے یا مولوی گنگوہی صاحب سے پڑھے ہوئے مولوی حسین علی واں بچھراں سے پڑھے وہ سنی بریلوی کب ہوگا؟''۔ (محاسبہ دیوبندیت، ج ۱، ص ۴۰۶)

حالانکہ ان خواجہ عثمان دامانی رحمۃ اللہ علیہ کو مورخ رضاخانیت جناب مولانا عبدالحکیم شرف قادری نے اپنے اکابر میں شمار کیا ہے اور ان کا تذکرہ یوں کرتے ہیں:

''مرجع الکاملین حضرت خواجہ محمد عثمان نقشبندی قدس سرہ''۔ (تذکرہ اکابر اہلسنت، ص ۴۹۳) اور ان کے بیٹے جنہوں نے حضرت مولانا حسین علی واں بچھراں رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا ان کے متعلق لکھتے ہیں: ''آپ کے فرزند ارجمند حضرت مولانا سراج الدین خلیفہ و جانشین ہوئے''۔

(تذکرہ اکابر اہلسنت، ص ۴۹۵)

ایک رضاخانی لکھتا ہے:

''حضرت دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی عظیم الشان شخصیت ہیں۔ دیوبندیوں کے امام اہل سنت سرفراز خان گھکڑوی مولوی حسین علی واں بچھراں کے شاگرد تھے اور وہ خواجہ سراج الدین سے بیعت تھے اور خواجہ سراج الدین خواجہ عثمان دامانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے اور حضرت دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ خواجہ عثمان دامانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر و مرشد تھے''۔

(کشف القناع، ص ۴۳۲)

یہاں پر بھی دیکھیں ایک مسلمہ بزرگ کا انکار صرف اس وجہ سے کہ وہ علمائے دیوبند کے ساتھ اچھے تعلقات رکھتا ہے اور اپنے بچے کو ان

کے پاس پڑھانے بھیجتا ہے۔

اسی طرح علامہ خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا محمد علی کانپوری ثم مونگیری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھا کہ بریلوی استاد العلماء فیض احمد گولڑوی نے انہیں صوبہ بہار کے ممتاز مشائخ میں سے شمار کیا اور یہ حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو "حکیم الامت" کہتے تو اس کے جواب میں حسن علی رضوی صاحب نے ان کا ایک شخص ہونے سے ہی انکار کر دیا اور لکھا:

"حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح عمری مہر منیر ص ۱۷۲ پر جن بزرگ کو پیر سید مہر علی شاہ صاحب قدس سرہ کا استاد بھائی کہا گیا ہے وہ حضرت مولانا سید محمد علی مونگیری ہیں اور صوبہ بہار کے رہنے والے ہیں۔اور بہار کے مشہور شیخ طریقت ہیں۔جبکہ بانی مدرسہ دیوبند مولوی قاسم نانوتوی کے گیت گانے والے اور ان کو حکیم الامت بنانے والے مولوی محمد علی کانپوری ہیں جو ناظم ندوہ ہیں جن کا ذکر سیدنا اعلیٰ حضرت۔۔نے حسام الحرمین ص ۱۰۱ پر کیا وہ اور ہیں یہ اور ہیں وہ مونگیری ہیں یہ کانپوری ہیں وہ شیخ طریقت ہیں اور یہ ناظم ندوۃ العلماء یہ یوپی اور وہ صوبہ بہار میں"۔(محاسبہ ج ۱ص ۳۸۲،۳۸۳)

حالانکہ یہ رضوی کی بدترین جہالتوں میں سے ایک جہالت ہے۔یہ مولانا محمد علی کانپوری ثم مونگیری رحمۃ اللہ علیہ ناظم ندوۃ العلماء دونوں ایک ہیں۔اس کی دلیل یہ ہے کہ ان مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ کو مولانا فیض احمد گولڑوی نے "مولانا لطف اللہ علی گڑھی" کے شاگردوں میں شمار کیا ہے(مہر منیر ص ۷۳)اسی طرح گولڑوی صاحب نے انہیں حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں بھی شمار کیا ہے،اسی وجہ سے حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کا استاد بھائی کہا۔اور حضرت مولانا محمد علی کانپوری ثم مونگیری ناظم ندوۃ العلماء بھی حضرت مولانا لطف اللہ علی گڑھی مرحوم اور مولانا احمد علی سہارنپوری کے نایہ ناز شاگردوں میں تھے ملاحظہ ہو "سیرت مولانا محمد علی مونگیری"۔

باقی رضوی صاحب نے جو یہ مغالطہ دیا کہ تعریف کرنے والے ناظم ندوۃ العلماء تو "کانپور یوپی" کے تھے اور شیخ طریقت مونگیری یہ تو "بہار" کے تھے یہ بھی بدترین جہالت ہے۔اس لئے کہ حضرت مولانا محمد علی کانپوری ثم مونگیری کا آبائی علاقہ اور جائے ولادت کانپور ہے۔یہاں آپ نے ابتدائی تعلیم حضرت مولانا لطف اللہ علی گڑھی مرحوم کے مدرسہ "فیض عام" میں حاصل کی۔اسی نسبت سے "کانپوری" کہلائے، پھر یہ علاقہ چھوڑ کر آپ "مونگیر" چلے گئے جو "بہار" کا شہر ہے۔اسی نسبت سے آپ "مونگیری" کہلاتے ہیں۔اور یہی شیخ طریقت ہیں اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ یہی مولانا محمد علی مونگیری ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے مایہ ناز خلفاء میں سے تھے۔دونوں ایک ہی شخصیت ہیں اس پر ایک دلیل یہ بھی کہ رضوی صاحب نے انہیں "سید" لکھا اور یہ مولانا محمد علی کانپوری ثم مونگیری ناظم ندوۃ العلماء بھی "سید" تھے کیونکہ آپ کا نسب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے جا کر ملتا ہے۔غرض یہ دونوں ایک ہی شخصیت ہیں۔

چیلنج: ہم رضوی صاحب کو چیلنج کرتے ہیں کہ ان میں جرأت ہے تو دونوں کو الگ الگ شخصیات ثابت کرے اور انعام میں ہم سے ایک کلو دیسی گھی میں بنا سوجی کا حلوہ بمع ایک پاؤ بادام وصول کرے۔اب رضوی صاحب ہی کی زبانی:

جھوٹے اور کذاب دنیا میں دیکھیں ہیں بہت
سب سے سبقت لے گئی بے حیائی آپ کی

(محاسبہ ج ۱ص ۳۸۳)

علمائے دیوبند کے ایمان پر دو نئی ناقابل تردید شہادتیں

قارئین کرام! ماقبل کی سطور سے واضح ہوا کہ حضرت سید مولانا محمد علی کانپوری ثم مونگیری رحمۃ اللہ علیہ یہ دونوں ایک ہی شخصیت کے نام ہیں۔حضرت مونگیری ناظم ندوۃ العلماء کا مقام و مرتبہ خود خان صاحب کے نزدیک کیا تھا وہ ان کے چند خطوط سے واضح ہے چنانچہ خان صاحب اپنے خطوط میں لکھتے ہیں:

''مولانا ہم فقراء کو آپ کی ذات خاص سے علاقہ نیاز ہے۔۔۔خود اپنے **علم نافع،فہم ناصح** سے تامل فرمائیں۔۔ **رجوع الی الحق** آپ جیسے علمائے کرام و سادات عظام کی زین ہے۔۔مولانا! اس وقت ہم فقراء کا آپ کی جناب میں یہی خیال ہے کہ بوجہ **سلامت نفس**۔۔مبارک وہ دن کہ ہمارے **معزز عالم ال پاک** سیدلولاک صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔آپ کی **صلاح طبعیت** سے بہت کچھ امید حق پسندی ہے''

(کلیات مکاتیب رضا،حصہ دوم،ص ۱۲۸،۱۲۹)

''مولانا! مکرما! بحمد اللہ تعالی یہی جان کر تو گزارش کی تھی کہ ملا زمان سامی نہ صرف مومن عالم،صافی،صوفی،صفی ہیں۔۔مولانا! میں آپ کو سنی فاضل نہ جانتا تو بار بار یوں الحاح گزارش نہ کرتا۔۔''۔

(کلیات مکاتیب رضا،حصہ دوم،ص ۱۳۰،۱۳۱)

''مولانا! بعنایت الٰہی **صوفی آپ،عالم آپ،مناظر آپ** آپ کو کسی کے بتانے کی کیا حاجت؟۔۔۔کیا معاذ اللہ! آپ سا **فاضل صوفی کامل** ایسی بدمذہبوں گمراہیوں کو روا رکھتا ہے یا ایسی شرکتوں پر راضی ہوسکتا ہے؟ حاشا وکلا! بحمد للہ! مجھے اس وقت تک آپ کی طرف سے یاس نہیں''۔(کلیات مکاتیب رضا،حصہ دوم،ص ۱۳۲،۱۳۳)

معلوم ہوا کہ خان صاحب کے نزدیک حضرت مولانا مونگیری:

(۱)عالم نافع (۲)فہم ناصح (۳)رجوع الی الحق والے (۴)سلامت نفس والے (۵)صالح طبعیت والے (۶)خان صاحب کے نزدیک مکرم (۷)سنی فاضل (۸)صوفی (۹)صافی (۱۰)صفی (۱۱)مناظر (۱۲)بدمذہبیوں اور گمراہیوں کو روا اور جائز سمجھنے والے بالکل بھی نہیں (۱۳)ایسے عالم و فاضل کامل اور مناظر کہ کسی کے سمجھانے کی ضرورت ہی نہیں آپ خود بھلے اور برے کو سمجھنے والے ہیں۔

اب ایسے زبردست عالم جس کے حق میں یہ زبردست توثیقی تائیدی تعریفی کلمات آج کے کسی چنڈو خان رضاخانی نے نہیں بلکہ ان کے سب سے بڑے ولی و امام خان صاحب نے بولے ہیں وہ مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ ناظم ندوۃ العلماء حجۃ الاسلام حضرت امام نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ خود خان صاحب کی زبانی ملاحظہ ہو:

''یہ وہی نانوتوی ہے جسے محمد علی کانپوری ناظم ندوہ نے حکیم امت محمدیہ کا لقب دیا''۔

(حسام الحرمین مع تمہید ایمان،ص ۷۰،مکتبۃ المدینہ کراچی)

ہم نے دفاع اہل السنۃ والجماعۃ کے مقدمہ میں رضاخانی کے جس اصول سے علمائے دیوبند کے کفر و ایمان پر مناظرہ کو بے سود لکھا تھا اس مضبوط گرفت کا تو فریق مخالف کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا البتہ اپنی روایتی تعصب،ضد،عناد و منافقت کی وجہ سے اس میں ایک نیا پنکچر یہ لگا دیا کہ:

''دیوبندی موصوف کا یہ اصول بالکل غلط ہے اس لئے کہ سیدی اعلیٰ حضرت ...کو مومن مسلمان سمجھنے والے وہ دیوبندی اکابرین ہیں جن کے ساتھ کفریہ عبارات پر جھڑپ جاری تھی جبکہ ان اکابرین دیوبند کو جن کی کتب میں گستاخانہ عبارتیں پائی جاتی ہیں، سیدی اعلیٰ حضرت ... نے اور نہ ہی آپ کے متوسلین میں سے کسی نے مسلمان کہا''۔(کشف القناع ص ۲۰۷)

یعنی چونکہ خان صاحب یا خان صاحب کے متوسلین نے مسلمان نہیں کہا اس لئے ہم مناظرہ کریں گے ہاں اگر خود خان صاحب یا آپ کے متوسلین نے مسلمان کہا ہوتا تو بلاشک پھر ہمیں کافر کہنے کا کوئی حق نہ تھا۔ایسے رضاخانی آنکھیں کھول کر دیکھیں کہ یہ مولانا مونگیری رحمۃ اللہ علیہ خان صاحب کے متوسلین میں سے نہیں بلکہ خان صاحب خود ان کے ''متوسلین'' اور ''نیازمندوں'' میں سے تھے۔وہ حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کو صرف مسلمان ہی نہیں امت محمدیہ کیلئے ''حکیم الامت'' کا درجہ دے رہے ہیں۔آپ کا مطالبہ تو خان صاحب کے متوسلین کے متعلق تھا ہم نے تو آپ کے ان اکابر کا حوالہ پیش کر دیا جن کے متوسلین و نیازمندوں میں سے خود خان صاحب ہیں۔اس سے بڑھ کر شہادت اور کیا ہوگی؟ مگر برا ہو تعصب کا کہ جب آدمی نے ابوجہل والی ضد اپنائی ہے تو کسی صورت میں نہیں مانتی۔لہٰذا بجائے اپنے ان اصولوں کو پاس و لحاظ رکھتے ہوئے حق کو قبول کرتے حضرت مونگیری جیسے صوفی باصفا سنی عالم فاضل مناظر آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی دیوبندی بنا کر معاذ اللہ کافر کہہ دیا۔

ایک دوسری شہادت ملاحظہ ہو مولانا ابوالحسن زید فاروقی صاحب کو رضاخانی ''شیخ الاسلام'' اور ''غیر جانبدار انصاف پرور'' کہتے ہیں۔ چنانچہ بریلوی فقیہ الہند شریف الحق امجدی لکھتا ہے:

''اب آئے غیر جانبدارانہ شہادتیں نجدیوں کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں مولانا ابوالحسن زید صاحب فاروقی دہلوی مقامات خیر میں لکھتے ہیں''۔(تحقیقات،ص ۱۶۴)

خلیل رانا سعیدی نامی ایک بریلوی لکھتا ہے:

''حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی دہلوی ...ان کی شخصیت میں جانبداری شمہ بھر بھی نہ تھی اور ان کی کتب کا جنہوں نے مطالعہ کیا ہے وہ بالضرور اس بات کی تائید کریں گے کہ ان کی تحریروں میں غیر جانبداری اور تحقیق و انصاف جیسے اصولوں کی پیروی جگہ جگہ ملے گی۔اس لئے آپ پر کسی طرف جھکاؤ کا الزام نہیں دیا جا سکتا''۔(معارف رضا ص ۱۵۷ سالنامہ ۲۰۱۶)

بریلوی نباض قوم مفتی اعظم بریلویہ مولوی ابوداؤد صادق کے رسالے میں ہے:

''شیخ الاسلام ابوالحسن زید فاروقی مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ''۔(رضائے مصطفیٰ:ص ۳۱/ بابت رمضان و شوال ۱۴۱۴ھ)

رضاخانی شیخ الحدیث والتفسیر مفتی فیض احمد اویسی ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''شیخ الاسلام ابوالحسن زید فاروقی مجددی''۔(رسائل اویسیہ،ج ۵،ص ۱۰)

یعنی موصوف اول تو غیر جانبدار تھے کسی بھی قسم کے تعصب سے پاک انصاف پرور اور اگر بالفرض کسی کی طرف جھکاؤ تھا بھی تو بریلویت کی طرف تھا اسی لئے بریلویوں نے اسے ''شیخ الاسلام'' مانا۔یاد رہے کہ رضاخانی اصول کے مطابق ان کے غیر جانب دار اور منصف و شیخ الاسلام ہونے پر رضاخانیت کا اجماع ہے کیونکہ رضاخانی پیر مظفر حسین شاہ کی طرف سے شائع کردہ کتاب میں یہ اصول لکھا گیا ہے کہ:

''یہ کتاب منظور نعمانی کی زندگی ہی میں شائع ہوئی تھی،مگر منظور نعمانی صاحب نے کبھی بھی اس مضمون سے اپنی برات اور بیزاری کا اعلان نہیں کیا،اگرچہ انہیں موقع بھی میسر تھا اور ایک رسالہ کی ادارت بھی حاصل تھی،مگر کبھی بھی اس نے اس مضمون کی تردید میں ایک حرف

تک نہیں لکھا، جس کا مطلب یہی ہے کہ یہ سارا کام اس کے ایما واشارہ اور رضا کے ساتھ سرانجام پایا''۔

(کشف القناع، ج ا، ص ۲۷۷)

تو اگر رضاخانیت کو ''من حیث الجماعۃ'' اس سے اختلاف ہوتا تو اس کی تردید شائع کرتے مگر ایسا نہیں کیا تو یہ دلیل رضامندی ہے۔ اب یہ شیخ الاسلام، محقق، انصاف کے اصولوں کی پیروی کرنے والے علمائے دیوبند کے بارے میں کیا نظریہ رکھتے تھے ملاحظہ ہو:

''مولانا ابوالحسن زید صاحب سنی صحیح العقیدہ نہ تھے۔ صلح کلی تھے۔ اکابر دیوبند میں مولوی قاسم نانوتوی کے شاگرد کے شاگرد تھے۔ اور نانوتوی صاحب کو نہ صرف یہ کہ مسلمان جانتے تھے بلکہ بہت بڑا عالم اور ولی کامل مانتے تھے۔ مقامات خیر میں ان کے نام کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ لکھا ہے۔ اسی طرح مولوی رشید احمد گنگوہی کے بھی بہت مداح تھے۔ گنگوہی نے میلاد شریف کو ناجائز و بدعت کہا جو ان کے فتاوی میں موجود ہے۔ ابوالحسن زید صاحب اس کا انکار کرتے تھے اور بے جا تاویلیں کرتے تھے۔ میری خود ان سے بات چیت ہوئی ہے اور نوبت تلخ کلامی تک پہنچ چکی ہے۔ شروع شروع میں وہ دیوبندی نواز تھے لیکن جب ان کا انجام یہ دیکھا کہ ان کے حلقہ کے کٹر دیوبندی ہو گئے تو بعد میں کچھ گول مول دیوبندیوں کے خلاف بھی بولنے اور لکھنے لگے۔ ایسی صورت میں جبکہ وہ نانوتوی کی تحذیر الناس کی کفری عبارتوں اور گنگوہی کی براہین قاطعہ کی ص ۵۱ کی شیطانی کفری عبارت پر مطلع تھے، جس پر علمائے عرب وعجم، حل وحرم، ہند وسندھ نے ان دونوں کو کافر کہا اور وہ بھی اس تفصیل کے ساتھ کہ ان کے کفریات پر مطلع ہونے کے بعد جو ان بھی کافر۔ پھر بھی جناب ابوالحسن زید صاحب نانوتوی اور گنگوہی کو عالم، ولی مانتے تھے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ بنیادی طور پر ان کا عقیدہ بھی وہی تھا جو نانوتوی وگنگوہی کا تھا''۔

(فتاوی شارح بخاری، ج ۳، ص ۵۴۲)

قارئین کرام! دنیا کا اصول ہے کہ جب دو فریقوں میں جھگڑا و اختلاف ہو تو کسی انصاف پرور غیر جانبدار آدمی کے پاس حل کیلئے جاتے ہیں۔ رضاخانی مولانا ابوالحسن فاروقی صاحب کی انصاف پروری وغیر جانبداری کے نہ صرف قائل ہیں بلکہ وہ تو ان کو شیخ الاسلام جانتے ہیں۔ اب ایسا آدمی باوجود ہماری عبارتوں پر مطلع ہو کر ان اکابر کی تکفیر نہیں کرتا بلکہ ان کو ولی اللہ مانتا ہے تو اس کا مطلب یہی ہوا کہ ان عبارتوں میں کوئی کفر نہیں مگر بدترین منافقت کا ایک دفعہ دوبارہ یوں اظہار کیا گیا کہ بجائے اس کی بات ماننے کے اور خان صاحب پر لعنت بھیجنے کے اس بیچارے کو ہی شریف الحق نے کافر بنا دیا۔ معاذ اللہ۔

شریف الحق امجدی کے اس فتوے سے معلوم ہوا کہ فاروقی صاحب کی وہ بعض عبارتیں جو بظاہر علمائے دیوبند کے خلاف ہیں وہ ہمارے خلاف نہیں پیش کی جاسکتی کیونکہ وہ بامر مجبوری اپنے مریدوں کو بچانے کیلئے انہوں نے لکھی ہیں ورنہ دل سے وہ اکابر دیوبند کو اللہ کے ولی ہی مانتے تھے۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ شیخ الاسلام صاحب جس طرح ان عبارتوں پر مطلع تھے اس کے باوجود اکابر دیوبند کی تکفیر نہ کرتے تھے بلکہ ان کو ولی اللہ مانتے تھے اسی طرح وہ تمام رضاخانی اکابر جو علمائے دیوبند کو مسلمان مانتے ہیں وہ بھی اکابر دیوبند کی عبارات پر مطلع تھے مگر وہ اسے قرآن و حدیث کی ترجمانی سمجھ کر اس پر تکفیر کے قائل نہ تھے یہ محض رضاخانیوں کا ڈھکوسلا ہے کہ یہ اکابر ان عبارات پر مطلع نہ تھے۔ مزید تفصیل اس حوالے سے ہم نے دفاع جلد دوم میں کر دی ہے۔

خان صاحب اویسی فتووں کی زد میں

قارئین کرام آپ نے ملاحظہ کرلیا کہ رضاخانیوں کے شیخ الاسلام، محقق، اور انصاف پرور شخص ان اکابر اہلسنت دیوبند کو اولیاء اللہ مان رہے ہیں۔ گویا ان کی ولایت رضاخانی اکابر کے ہاں بھی مسلم ہے۔ اور خان صاحب نے ساری زندگی ان اولیاء اللہ سے دشمنی مول لی۔ بلکہ ایسا بدبخت کے ان کو کافر تک کہا اور کہا کہ جو کافر نہ مانے معاذ اللہ وہ بھی کافر۔ اب اللہ کے ولیوں کے دشمنوں کا انجام کیا ہوتا ہے؟ فیض احمد اویسی ہی کے قلم سے ملاحظہ ہو:

اللہ تعالی نے فرمایا کہ من عادی لی ولیا فقد اذنته بالحرب (بخاری شریف)
جس نے میرے ولی کو تکلیف پہنچائی بے شک میں نے اس سے اعلان جنگ کیا ہے۔
اللہ تعالی کے اعلان جنگ کے دو معانی ہیں:

(۱) اس کی دولت ایمان چھین لیتا ہے، اس لئے روض الریاحین میں قاعدہ لکھا ہے کہ جو کسی ولی اللہ سے گستاخی کرتا ہے تو اس کا خاتمہ خراب ہوتا ہے۔ (شرح حدائق بخشش، ج ا، ص ۲۱۸، فرید بک سٹال لاہور)

الحمد للہ اس کا مشاہدہ ہر آدمی نے ہماری دفاع کی تینوں جلدوں سے کرلیا کہ ان اولیاء اللہ کی گستاخی کرنے کی وجہ سے خان صاحب پر ایسی پھٹکار پڑی کہ اپنے ہی فتووں سے کافر ہوئے ایسے کافر کہ ان عبارات کو صحیح ماننے کے بعد بھی جو رضاخانی ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر۔

دورنگی کی ایک اور واضح مثال

قارئین کرام مولانا خلیل خان برکاتی ایک ''کٹر قسم'' کے بریلوی عالم تھے، لیکن جب خان صاحب کی طرف سے حسام الحرمین میں کئے گئے ''فراڈ'' پر مطلع ہوئے تو کھل کر علمائے دیوبند کا دفاع کیا اور ''انکشاف حق'' نامی کتاب لکھی۔ رضاخانیوں نے اپنے اس مایہ ناز عالم کو صرف اس وجہ سے دیوبندیوں کے کھاتے میں ڈال دیا کہ انہوں نے علمائے دیوبند کو مسلمان کہا ہے اور ان کی تعریف کی ہے، وہ بھلا کیسے بریلوی ہوسکتا ہے؟ ہم نے اس پر دفاع جلد دوم کے مقدمہ میں تفصیلی بحث کی ہے۔ اب دوغلی پالیسی و منافقت دیکھیں کہ بندہ نے دفاع جلد اول میں مولانا کوثر نیازی صاحب کے متعلق اسی اصول کے تحت لکھا کہ چونکہ وہ خان صاحب بریلوی کی تعریف میں رطب اللسان تھے خان صاحب کے حسام الحرمین کے فتووں کو درست مانتے رضاخانی انہیں اپنے پروگراموں میں مہمان خصوصی کے طور پر بلاتے لہذا رضاخانی اصول کے مطابق تو وہ پکے بریلوی ہوئے اب اس کے جواب میں ایک رضاخانی لکھتا ہے:

''مولانا کوثر نیازی صاحب دیوبندی تھے، عربی تعلیم عبدالحق ندوی صاحب سے حاصل کی وہ خود فرماتے ہیں کہ میں نے صحیح بخاری کا درس مشہور دیوبندی عالم شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلوی مرحوم و مغفور سے لیا ہے۔۔۔اس سے صاف ظاہر ہے کہ کوثر نیازی صاحب کٹر دیوبندی تھے البتہ سیدی اعلی حضرت۔۔۔کی کرامت یہ ہے کہ اپنے عشق و محبت کو خود منکروں سے منوالیا''۔

(کشف القناع ص ۲۱۴، ۲۱۵)

قارئین کرام! کیا یہ کھلی منافقت نہیں کہ اگر مولانا کوثر نیازی مودودی ثم بریلوی دیوبندیوں سے پڑھے تو وہ تو ہوجائیں ''کٹر دیوبندی'' اور

اگر خان صاحب کی تعریف کردیں تو یہ ہوجائے خان صاحب کی ''کرامت''، لیکن مولانا خلیل خان برکاتی خود اپنے آپ کو بریلوی کہیں، بریلوی ان کو ''کٹرسنی'' تسلیم کریں انہیں اپنا مایہ ناز عالم مانیں رضاخانی پیروں سے انہیں ''خلافت'' ملے لیکن جب وہ علمائے دیوبند کی تعریف وتائید کریں تو وہ تعریف وتائید علمائے دیوبند کی ''کرامت'' نہ کہلائے بلکہ الٹا خلیل خان ہی دیوبندی ہوکر غیر معتبر ہوجائے۔شرم تم کو مگر نہیں آتی۔

علماء کی تائید اور منافقت کی ایک مثال

منشاء تابش قصوری رضاخانی لکھتے ہیں:

''اسی طرح برصغیر کے اڑھائی سو علماء نے ان عبارات کو گستاخانہ قرار دیتے ہوئے اپنے دستخطوں اور مہروں سے مزین تصدیق ملت اسلامیہ کے سامنے پیش کی ملاحظہ ہو''الصوارم الہندیہ''۔(دعوت فکر ص ۱۶،مکتبہ اشرفیہ مرید کے)

اسی طرح رضاخانی علامہ سردار احمد صاحب لکھتے ہیں:

''نیز ہندوستان پاکستان کے ڈھائی سو سے زیادہ علماء ومشائخ نے وہابیہ دیوبندیہ کی تکفیر پر جو مہر تصدیق ثبت کیں وہ ''الصوارم الہندیہ'' میں موجود ہیں''۔(حسام الحرمین مع تمہید ایمان ص ۲۲،مکتبہ امام اعظم دہلی)

مولوی کاشف اقبال رضاخانی لکھتا ہے:

''اکابرین دیوبند کی گستاخانہ اور کفریہ عبارات کی بناء پر اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت ۔۔۔سمیت عرب وعجم کے سینکڑوں علماء ومشائخ نے ان پر کفر کا فتویٰ دیا ان کے فتاوی کتاب مستطاب حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ میں ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں''۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ص ۲۴)

اب غور فرمائیں رضاخانی کہہ رہے ہیں کہ ڈھائی سو بقول ان کے ہند پاک کے علماء نے علمائے دیوبند کے کفر پر فتوے دئے معاذ اللہ۔لہذا یہ اجماع ہوگیا، اسے مانو۔لیکن اس الصوارم الہندیہ کے جواب میں علمائے دیوبند کی طرف سے ''براۃ الابرار'' شائع ہوئی جس میں ۶۰۰ (چھ سو) سے زاید پاک وہند کے علماء نے علمائے دیوبند کے مسلمان ہونے کے فتوے اپنے دستخطوں اور مہروں سے جاری کئے۔ مگر رضاخانی اس کو نہیں مانتے۔یہ کہاں کا انصاف ہے کہ تکفیر کرنے والے ڈھائی سو وہ مانو اور مسلمان ماننے والے چھ سو سے بھی زاید اسے نہ مانا جائے؟

اس حوالے سے اس منافقت پر بھی غور کریں

جب علمائے دیوبند کو بدنام کرنے کی بات آتی ہے تو رضاخانی اس حشمت علی رضوی کی کتاب ''الصوارم الہندیہ'' کو پیش کرتے ہیں کہ دیکھو اس میں اتنے اتنے علما نے دیوبندیوں پر کفر کے فتوے لگائے معاذ اللہ۔مگر یہی مولوی حشمت علی رضوی جب تجانب اہل سنت وغیرہ کتب لکھ کر قائد اعظم محمد علی جناح اور مسلم لیگ کی قیادت وحمایت کرنے والوں پر،علامہ اقبال مرحوم پر کفر کے فتوے لگاتا ہے،اسی طرح ستر باادب سوالات لکھ کر اپنے ہی اکابر کو کافر بناتا ہے تو اس وقت یہی رضاخانی اس کے فتوؤں کو گھاس تک نہیں ڈالتے اور کہتے ہیں:

''رہے مولانا حشمت علی تو وہ علمی اور عملی خدمات کے اعتبار سے صف اول کے علماء میں سے نہیں تھے۔۔۔غیر مستند شخص ہیں''۔

(ملخصا مقالات سعیدی ص ۲۶۸ / ،ازغلام رسول سعیدی،فرید بک سٹال)

شرم ۔۔۔شرم ۔۔۔شرم ۔۔۔

دیوبندیوں سے تعلقات اور رضاخانی منافقانہ روش

ہم نے اپنی کتاب دفاع جلد اول کے مقدمہ میں مولانا کوثر نیازی صاحب کے متعلق کہا تھا کہ وہ دیوبندی نہیں اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق انہوں نے جو روایت پیش کی وہ کذب بیانی اور بناوٹی ہے۔اور رضاخانی اصولوں کے مطابق تو ان کا رضاخانی ہونا ثابت ہوتا ہے۔اس کے جواب میں ایک رضاخانی لکھتا ہے:

اس سے صاف ظاہر ہے کہ کوثر نیازی صاحب کٹر دیوبندی تھے،البتہ یہ سیدی اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کی کرامت ہے کہ اپنے عشق ومحبت کو خود منکروں سے منوالیا .....باقی رہی یہ بات کہ اہل سنت کوثر نیازی کو اپنے مجلسوں میں بطور مہمان خصوصی بلایا کرتے تھے،تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایک سیاسی شخصیت تھی اور ان کی وزارت مذہبی امور ۱۹۷۴ء سے ۱۹۷۷ء تک رہی،ملک کے بڑے عہدوں سے بھی وابستہ رہے، اس لحاظ سے ریاست کا نمائندہ ہونے کی وجہ سے انہیں محافل میں مدعو کیا جاتا تھا"۔

(کشف القناع:ص ۲۱۴,۲۱۵)

اب یہاں ایک اور منافقت ملاحظہ ہو آج اگر حکومت میں کسی قادیانی کو کوئی عہدہ دیا جاتا ہے تو یہ سارا پاکستان سر پر اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔علامہ خادم رضوی صاحب کو دھرنے یاد آجاتے ہیں اور اس میں وہ غلیظ زبان استعمال کی جاتی ہے کہ اللہ کی پناہ۔مگر جن لوگوں نے بقول ان کے معاذ اللہ قادیانیوں کو نبوت کا راستہ دکھایا یعنی دیوبندی وہ جب وزیر بن جائے تو ان کی نگاہ میں وہ "حکومت کا نہیں بلکہ ریاست کا نمائندہ" بھی بن جاتا ہے اور اسے بطور "مہمان خصوصی" بھی بلایا جاسکتا ہے۔

کیا اس فعل کے جواز کی کوئی دلیل "فتاوی رضویہ" سے پیش کی جاسکتی ہے؟ایک طرف تو علمائے دیوبند پر فتوے کہ معاذ اللہ وہ کافر ہیں، مرتد ہیں،گستاخان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں،ان سے سلام کلام حرام،مرجائے تو جنازہ حرام،بلکہ خان صاحب نے ملفوظات میں کہا ہے کہ ایک جلسہ میں آریہ وہابی دیوبندی ہوں تو وہاں دیوبندیوں وہابیوں کا رد کرنا چاہئے نہ کہ آریہ کا۔مگر جب یہی دیوبندی (بقول ان کے) وزیر بن جاتے ہیں اور طاقت حاصل کرلیتے ہیں تو یہ ان کے تلوے چاٹنے لگ جاتے ہیں اور ان گستاخوں کو اپنے پروگراموں میں "مہمان خصوصی" کے طور پر بھی بلالیتے ہیں۔اگر "کٹر دیوبندی" ریاست کا نمائندہ ہوکر تمہارے پروگراموں میں مہمان خصوص بن سکتا ہے تو "کٹر مرزائیوں" کا کیا قصور؟

اس منافقانہ رویہ کی گواہی خود رضاخانی فخر الاماثل مولانا فیض الرسول قادری کی زبانی ملاحظہ ہو:

"نیز تمام علما عرب اور بے شمار عوام وعلما عجم خصوصا بانیان منہاج وبھیرہ نیریاں یونیورسٹی اور ان سے گہرے روابط رکھنے والے بہت سے علما ومشائخ تکفیر اربعہ کے قائل نہیں۔اسی طرح میاں شیر محمد شرقپوری و پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہما اور ان کے لواحقین کے ملفوظات وتحریریں وتقریریں بھی اس پر بین گواہ ہیں اور اسی پر علامہ احمد شاہ نورانی علیہ الرحمۃ اور ان کے خواص کا طرز عمل شاہد ہے۔اب جو شخص یہ سب کچھ جاننے کے باوجود ان پر تو کوئی حکم صادر نہ کرے بلکہ ان میں سے تو کسی سے بیعت یا عقیدت رکھے اور ان کے نظریہ وعمل کو چھپائے جبکہ دوسروں پر حکم تکفیر وتضلیل جاری کرے کیا ایسا شخص انصاف وتقوی کی راہ پر چل سکتا ہے؟

(ماہنامہ متاع کارواں،ص ۴۸،۴۹،اپریل ۲۰۱۷)

قادری صاحب بیچارے یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ یہ ہمارے مسلک کے بڑے مشائخ ہیں یہ علمائے دیوبند کی تکفیر نہیں کرتے ان کے ہزاروں مریدین وعقیدت مندوں کا یہی حال ہے عرب علما علمائے دیوبند کی تکفیر نہیں کرتے ان پر بھی کوئی فتوی جاری نہیں کرتا تو میرے پیچھے کیوں پڑے ہوئے ہو؟ تو اس کا جواب ہم پہلے دے چکے ہیں کہ جہاں یہ کسی طاقتور کو دیکھیں گے تو وہاں اس کے جوتے تک چاٹنے لگ جائیں گے اور جہاں بیچارے قادری جیسے مدرس کو دیکھیں گے تو فوراً انہیں حسام الحرمین کی بدبو دار قے شروع ہو جائے گی۔

ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ ان کا اختلاف علمائے دیوبند سے محض تعصب کی بنیاد پر ہے۔ جہاں علمائے دیوبند کو کچھ طاقت حاصل ہو ان کا اثر رسوخ ہو تو یہ وہاں تلوے چاٹنے پہنچ جاتے ہیں۔ اس کی ایک اور بدترین مثال میرا اپنا آنکھوں دیکھا واقعہ ہے۔ ہمارے کراچی میں ایک اچھے خاصے کاروباری صاحب ہیں ''بھائی مبین'' ہیں۔ یہ رضاخانی مناظر سعید اسد فیصل آبادی کے'' گہرے دوست'' ہیں۔ سعید اسد صاحب نے اپنی دانست میں اپنے مدرسہ میں ان کو ہماری ساری گستاخانہ عبارتیں دکھائی ہیں معاذ اللہ۔ عبارات دیکھنے کے بعد بھی یہ مبین صاحب اب بھی ان تمام کو اپنا اکابر مانتے ہیں۔ البتہ دل کی تسلی کیلئے اور ان عبارات کی وضاحت کیلئے انہوں نے مجھ سے رابطہ کیا۔ میں خود اس حوالے سے ان سے کئی ملاقاتیں کر چکا ہوں ہر ملاقات میں یہی کہتے ہیں کہ الحمدللہ دیوبند کے حق ہونے پر میرا شرح صدر ہے۔

اب اس ''کٹر دیوبندی'' پر سعید اسد صاحب کی طرف سے بجائے کوئی فتوی آنے کے سعید اسد صاحب جب بھی کراچی آتے ہیں ان کے مہمان خصوصی ہوتے ہیں۔ ان سے سلام کلام کرتے ہیں، گلے ملتے ہیں ان کے گھر کا کھانا کھاتے ہیں۔ حتی کہ ایک دن مبین صاحب کے گھر میں میری موجودگی میں سعید اسد صاحب کا فون آیا کہ چالیس سال کی عمر میں نبی کریم ﷺ کو نبی ماننے کی وجہ سے میرے مدرسہ کے سارے معاونین پیچھے ہٹ گئے ہیں میرے خاندان والوں نے مجھ سے بائیکاٹ کر دیا میں کیا کروں؟ یعنی خالص اعتقادی مسائل پر بھی ان سے مشورے کرتے ہیں۔

مبین صاحب کی خواہش تھی کہ دیوبندی بریلوی اتحاد کسی طرح ہو جائے تو میں نے از راہ مزاح کہا جو حقیقت بھی ہے کہ مبین صاحب جب آپ ان عبارتوں کو دیکھنے کے باوجود ان اکابر کو مسلمان مانتے ہیں اور اب بھی ان کے مسلک ومشرب پر ہیں اور دیوبندیوں کے پیچھے ہی نماز پڑھتے ہیں تو مناظرہ، مباحثہ کرنے کی کیا ضرورت؟ جب اس سب کے باوجود سعید اسد صاحب آپ کو گلے لگا سکتے ہیں تو ہمیں گلے لگانے پر انہیں کیا موت آرہی ہے؟ صرف اس لئے کہ آپ کے پاس بنگلہ ہے، گاڑیاں ہیں، مال و دولت ہے؟ اور ہم بیچارے غریب مدرس؟

جس پر وہ کھلکھلا کر ہنس پڑے۔ مبین صاحب سے آخری ملاقات میں میں نے ان سے عرض کیا تھا کہ اگر آپ کے حوالے سے میں یہ باتیں نقل کروں تو آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں؟ انہوں نے کہا کہ بالکل بھی نہیں۔ لہذا میں یہ ساری باتیں مبین صاحب کی اجازت ہی سے یہاں نقل کر رہا ہوں۔ اگر سعید اسد صاحب میں غیرت ہے تو میری ان باتوں کا انکار کر کے دکھائے۔ اور مبین صاحب سے کہلوائے کہ نہیں میں تو اکابر دیوبند کو معاذ اللہ کافر جانتا ہوں تبھی سعید اسد صاحب میرے پاس آتے تھے۔

اب یہاں سے ان کی منافقت کا اندازہ لگائیں کہ اگر دیوبندی مال والا ہو، وزارت والا ہو تو اس کے تلوے چاٹو اور دیوبندی بیچارہ غریب ہو یا تمہاری دوکان داری نہ چلنے دے تو وہ گستاخ رسول ﷺ ہے، اس سے اتحاد نہیں ہو سکتا، سلام کلام حرام ہے۔ تف ہے اس منافقت و دوغلے پن پر اور بے شرمی کی انتہاء کہ اس کے جواز کے دلائل بھی نقل کر رہے ہیں واقعی

بے حیاء باش ہر چہ خواہی کنند

عبارت بدلنے کا مطالبہ اور پھر منافقت کی بدترین مثال

رضاخانی منشاء تابش قصوری لکھتے ہیں:

''سیدھی اور معقول بات تھی کہ ان عبارات کو مناسب الفاظ میں تبدیل کرلیا جاتا''۔(دعوت فکر،ص ۱۵)

منشاء صاحب نے اختلاف ختم کرنے کیلئے ایک ''معقول'' اور ''سیدھی'' تجویز یہ دی کہ عبارت کو ''مناسب الفاظ'' کے ساتھ تبدیل کردیا جاتا۔ اب دیکھیں حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ''حفظ الایمان'' کی عبارت میں اپنی زندگی ہی میں مناسب ترمیم کردی تھی اور اسے بالکل شرح مواقف کی عبارت کے موافق کردیا تھا جس پر بقول حامد سعید کاظمی صاحب کوئی اعتراض نہیں اور نہ وہ گستاخانہ ہے۔(ملاحظہ ہو الحق المبین،ص ۲۰،۲۱)

اب ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ اگر یہ اختلاف اخلاص وخدا خوفی کی بنیاد پر ہوتا اور تعصب،عناد وضد سے پاک ہوتا تو رضاخانیوں کا مطالبہ پورا ہونے کے بعد اس حفظ الایمان کو کبھی دوبارہ اپنی زبان پر بھی نہ لاتے مگر رضاخانیت کے ضیغم اہلسنت مولوی حسن علی رضوی اس پر یوں گوہر افشانی کرتے ہیں:

''اس نے خود اپنے آپ ہی حفظ الایمان میں تحریفات وترمیمات کا ریکارڈ پیش کردیا۔عبارت حفظ الایمان میں دھوکہ دینے کیلئے جو ردوبدل اور تحریف وخیانت کی وہ بہت پہلے سے ہمارے علم میں ہے''۔(محاسبہ دیوبندیت،ج ۲،ص ۵۲۹)

مزید لکھتا ہے:

''حفظ الایمان کے نئے آنے والے ایڈیشن میں الفاظ کی کاٹ پیٹ شروع کردی گئی اس کھیل کے چیمپئن مولوی منظور سنبھلی مدیر الفرقان اور مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگی چاندپوری تھے اور اپنے دیوبندی وہابی اکابر کی کتابوں میں تحریف وخیانت اور جوڑ توڑ کرنے کا ورلڈ کپ حاصل کیا''۔(محاسبہ دیوبندیت،ج ۲،ص ۵۳۲)

اسی طرح جب کسی ناشر کی طرف سے تقویۃ الایمان کی عبات میں ترمیم کی گئی تو موصوف بولے:

''جب کوئی تاویل بھی موثر اور کارگر نہ ہوئی تو سچے دل سے توبہ کرنے اور گستاخی کو گستاخی کہنے کے بجائے عبارت میں تحریف کرڈالی اس عبارت کے بدلنے کا واضح مطلب اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ اس عبارت میں گستاخی خود ان کو بھی نظر آگئی تو بہ مقدر میں نہیں''۔

(محاسبہ دیوبندیت،ج ۲،ص ۴۲۹)

کیا یہ کھلی منافقت نہیں کہ پہلے اتفاق کیلئے مطالبہ یہ رکھو کہ عبارت میں مناسب ترمیم کردو تو سب ٹھیک اور جب عبارت میں ترمیم کردی جائے تو کہو کہ دیکھو گستاخی تھی ناں؟؟؟ تبھی تو ترمیم کردی!!!! اب تو پکے کافر ہوگئے ہو!!۔اب تو پکی توبہ کرنی پڑے گی!!!۔ پہلے اکابر کو کافر ماننا پڑے گا اس کے بعد کوئی بات ہوگی!!!۔

تحریفات کے حوالے سے رضاخانی اس منافقت کا بھی جواب دیں

علمائے دیوبند کی کتب میں اگر ناشر کی طرف سے ردوبدل ہوجائے تو یہ لوگ اسے فوراً ''تحریفات'' اور ''گستاخی تسلیم'' کرنے کا عنوان دے دیتے ہیں۔میں نے اس حرکت کے جواب میں کافی عرصہ پہلے ایک مضمون شروع کیا تھا ''بریلوی علماء یہود کے نقش قدم پر'' جس کی

چار اقساط الحمدللہ شائع ہوگئی تھیں۔جس میں رضاخانیوں کی کتب میں تحریفات کا بھانڈا پھوڑا گیا تھا۔مگر منافقت، دورنگی کا اندازہ اس سے لگائیں کہ آج تک کسی ذمہ دار رضاخانی نے اپنی کتب میں کی گئی ان تحریفات پر ''گستاخی'' کا فتوی نہیں دیا۔نہ اس کی بنیاد پر پورے مسلک کو مطعون کیا۔حالانکہ کئی رضاخانی اداروں نے میرے اس مضمون کے بعد ضمنی طور پر اپنی ایک دو کتب میں اصلاح بھی کر دی تھی۔لیکن اصل مسئلہ تو ''انصاف و دیانت'' کا ہے یہ اور بتلانا ہے کہ ان لوگوں کے اپنوں کیلئے اصول کچھ اور ہیں اور ہمارے لئے کچھ اور۔تدریسی و مسلکی مصروفیات کی وجہ سے یہ قسط وار مضمون موقوف ہوگیا ورنہ سینکڑوں دیگر تحریفات کا ریکارڈ بندے کے پاس آج بھی موجود ہے جو اس مضمون میں پیش کرنا تھا۔

تحریفات کے حوالے سے رضاخانیوں کی منافقت کا اندازہ آپ اس سے لگائیں کہ جس رضاخانی نے اس حوالے سے مضامین لکھنے شروع کئے اسی کی کاوش سے جناب مولانا فیض احمد اویسی رضاخانی کی ''الحقائق فی الحدائق یعنی شرح حدائق بخشش'' اکبر بک سیلز لاہور سے اب تک ۶ جلدوں میں شائع ہو چکی ہے اور ہر جلد میں تحریفات کی بھرمار ہے۔صرف جلد نمبر ۳ میں ص ۲۴۶، ۲۵۶، ۲۶۳، ۳۶۷، ۴۸۶، ۴۱۲، ۴۱۱، ۳۹۲، ۳۹۵، ۵۴۷، ۵۴۱، ۵۳۹، ۵۳۴،، ۵۳۰، ۵۱۹،، ۵۸۹، ۵۹۶، ۶۱۹ نمبر صفحات پر تحریف کر دی گئی ہیں۔یہ صرف ایک جلد کا سرسری جائزہ ہے بقیہ پانچ جلدوں کا بھی یہی حال ہے مگر منافقت، بے شرمی، ڈھیٹ پن ملاحظہ فرمائیں کہ جن کی کاوشوں سے یہ تحریفات کی جارہی ہیں وہی صاحب دیوبندی ناشرین کے خلاف مضامین لکھ کر علمائے دیوبند کو مطعون کر رہے ہیں کہ یہ کتب میں تحریفات کرتے ہیں۔شرم تم کو مگر نہیں آتی!!

خان صاحب کے متعصب ہونے پر ناقابل تردید شہادتیں

ہم بار بار یہ کہہ رہے ہیں کہ رضاخانیوں کا ہم سے اختلاف ضد و تعصب کی بنیاد پر ہے۔خان صاحب نے علمائے دیوبند پر کفر کے فتوے محض تعصب اور علمائے دیوبند کی دینی و ملی خدمات سے جلتے ہوئے حسد میں لگائے ہیں۔اس آدمی میں تعصب اس قدر بھرا ہوا تھا کہ اپنے ''ذوق تکفیر'' کو تسکین دینے کیلئے تحریف و خیانت کرتے ہوئے بھی نہ شرماتا۔

اس پر ہم چند ناقابل تردید شہادتیں پیش کرتے ہیں۔حضرت مولانا محمد علی مونگیری صاحب کا تذکرہ ماقبل میں ہو چکا کہ خود خان صاحب کے نزدیک وہ ایک سچے سنی سید عالم، صافی مصفی دل اور اصلاح پسند طبعیت اہل باطل سے بے زار عالم فاضل شخص تھے۔اور اس قدر بلند مقام رکھتے کہ خان صاحب خود کو ان کے ''نیاز مندوں'' میں شمار کرتے۔یہ خان صاحب کے بارے میں کیا تاثر رکھتے خود خان صاحب کی زبانی ملاحظہ ہو:

''پھر عجب عجب ہزار عجب کہ آپ نظر نہ فرمائیں یا سچے خادم سنت و اہل سنت کی گزارشوں معاذاللہ تعصب و نفسانیت کے سوء پر لے جائیں''۔(کلیات مکاتیب رضا، حصہ دوم، ص ۱۳۱)

پس خود خان صاحب کی تحریروں سے یہ واضح ہوا کہ خان صاحب کو خود ان کے بزرگ ''متعصب'' اور ''نفس پرست'' سمجھتے تھے۔ایسے آدمی کے فتووں اور جرح کا بھلا کیا اعتبار؟

اسی طرح رضاخانی مرکز منظر اسلام بریلی کے مدرس مفتی خلیل خان برکاتی نے احمد رضا کی مکاری اور دجل کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا

کہ:

''فاضل بریلی احکام کفر لگانے کے لئے نقل عبارات میں تصرف اور دست درازی فرماتے ہیں۔یہ آپ کی پرانی عادت ہے دوسرے یہ کہ کلام غیر میں قطع برید وتحریف کا چسکا پڑگیا ہے اور کوئی عبارت کسی کی پوری پوری نقل نہیں فرماتے۔خاص کر مربوط اور معنی خیز الفاظ کو ترک فرماتے ہیں''۔(انکشاف حق ص ۲۰۳)

تیسری شہادت حضرت مولانا معین الدین اجمیری کی خان صاحب کے بار میں ہے۔انہوں نے بھی خان صاحب کی خصوصیات میں ''افتراء وتحریف:......(تجلیات انوار المعین:ص ۱۷)،بہتان طرازی:......(تجلیات انوار المعین:ص ۱۱)'' کو خاص طور پر ذکر کیا ہے۔

مولانا خلیل خان برکاتی ومولانا اجمیری صاحب کے بارے میں ہم دفاع جلد دوم کے مقدمہ میں تفصیل دے چکے ہیں مگر یہاں ان کا ثقہ ہونا خود ایک رضاخانی اصول سے نقل کرتے ہیں۔ایک رضاخانی لکھتا ہے:

''مولانا کوثر نیازی صاحب دیوبندی تھے،عربی تعلیم عبد الحق ندوی صاحب سے حاصل کی وہ خود فرماتے ہیں کہ میں نے صحیح بخاری کا درس مشہور دیوبندی عالم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی مرحوم ومغفور سے لیا۔۔۔۔اس سے صاف ظاہر ہے کہ کوثر نیازی صاحب کٹر دیوبندی تھے،البتہ یہ سیدی اعلیٰ حضرت۔۔۔کی کرامت ہے کہ اپنے عشق ومحبت کو خود منکروں سے منوالیا جس وقت کوثر نیازی صاحب فیڈرل منسٹر تھے اس وقت دیوبندی تو ان کے تلوے چاٹا کرتے تھے آج انہیں دیوبندیت ہی سے خارج کرنے پر تلے ہوئے ہیں''۔

(کشف القناع ص ۲۱۴،۲۱۵)

پس اگر کسی کا دیوبندیوں سے پڑھنا ''اس کے کٹر دیوبندی'' ہونے کی دلیل اور خان صاحب کے بارے میں اس کی بات ''خان صاحب کی کرامت'' ہے تو ان حضرات نے صرف رضاخانی اکابر سے پڑھا ہی نہیں بلکہ رضاخانیوں کے مستند علماء ومشائخ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔لہٰذا رضاخانیوں کے اس اصول سے ان کا ''کٹر رضاخانی'' ہونا اور خان صاحب کی عادات رذیلہ مثلاً ''تحریف،خیانت،کترو برید،تعصب'' کو ذکر کرنا یقیناً اکابر دیوبند کی کرامت ہے کہ ایک مخالف سے ہمارے حق میں اور اپنے ہی اعلیٰ حضرت کے خلاف اس کی عادات رذیلہ کو منوالیا۔فللّٰہ الحمد علی ذالک۔

چوتھی شہادت رضاخانی پیر اور ضیاء الامت جناب پیر کرم شاہ الازہری صاحب کی ملاحظہ ہو وہ خان صاحب کے اس تکفیری کھیل کے متعلق لکھتے ہیں:

''جناب پیر کرم شاہ صاحب نے بھی اس اختلاف کو شغل تکفیر بازی اور فرقہ واریت کہہ کر اس سے بچنے کی تلقین کی ہے۔(دیکھئے مقدمہ تفسیر ضیا القرآن)''۔(ضیاء پاشی یا ضیاع کاری ص ۱۱،ادارہ معارف نعمانیہ)

معلوم ہوا کہ خان صاحب کا یہ سارا ڈرامہ کسی اخلاص وللہیت پر مبنی نہ تھا بلکہ محض ''شغل تکفیر'' اور ''فرقہ واریت'' تھی جس پر انہیں ان کے متعصبانہ مزاج نے مجبور کیا۔

اب ذرا رضاخانی اصول بھی ملاحظہ کرلیں۔

''سرفراز گکھڑوی صاحب دیوبندی مولوی حسین علی واں بھچراں کے شاگرد تھے اور وہ اپنے اعتزالی نظریات کی وجہ سے علما دیوبند میں مشہور ومعروف تھے۔ان کی اعتزالی نظریات کی جھلک تفسیر بلغۃ الحیر ان میں دیکھی جاسکتی ہے انہی اعتزالی نظریات کی وجہ سے تفسیر

بلغۃ الحیر ان کو تھانوی صاحب نے اپنی کتابوں میں رکھنا بھی گوارا نہ کیا (جس کی تفصیل آگے آئے گی ان شاءاللہ العزیز) سرفراز گکھڑوی صاحب پر حسین علی واں بچھراں کی اعتزالی بھنگ کا نشہ چڑھا ہوا تھا اور وہ اسی نشہ سے سرشار تھے لہذا اس لحاظ سے بھی اس اس کے متشددانہ رویہ اور نظریہ کی وجہ سے بھی یہ حوالہ اس قابل نہیں کہ اسے دلیل سمجھا جائے‘‘۔ (کشف القناع، ج ا،ص ۲۶۹،۲۷۰)

اس ظالم نے اپنے اعلیٰ حضرت کی پیروی میں جو جھوٹ اس عبارت میں بولے ہیں اس پر فی الوقت تبصرہ مقصود نہیں دفاع جلد اول میں بلغۃ الحیر ان کے متعلق ہم اپنا موقف واضح کر چکے ہیں مگر یہ اصول ہمارے سامنے آگیا کہ گمراہ کن عقائد اور متشدد آدمی کے فتوے کو دلیل میں پیش نہیں کیا جا سکتا تو حسام الحرمین کو بھی ہمارے خلاف پیش نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ اول تو خان صاحب ایک گمراہ بدعتی تھے ثانیاً خود ان کے اپنے مولویوں کے حوالوں کی روشنی میں متشدد، تحریف کرنے والا، متعصب اور کفر کا فتویٰ دینے میں جلد بازی کرنے والا جس کا مشغلہ ہی ’’تکفیر‘‘ اور ’’فرقہ واریت‘‘ تھا۔

رضاخانیو! یہ جو تم حمایت و تعریف کو اعلیٰ حضرت کی کرامت کہتے ہو تو حقیقی کرامت اسے کہتے ہیں۔

عبارات اکابر کا تصفیہ اور حسام الحرمین کا بطلان رضاخانی اصول کے مطابق

رضاخانی منشاء تابش قصوری لکھتا ہے:

’’ہماری گزارش ہے کہ یہ گستاخانہ عبارات علمائے دیوبند کیلئے ایسا چھچھوندر ہیں جنہیں وہ نہ نگل سکتے ہیں اور نہ ہی پھینکنے کو ان کا دل چاہتا ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ یہ عبارات اپنی اصل زبان میں ہوں یا دنیا کی کسی زبان بھی زبان میں ان کا ترجمہ کر دیا جائے دنیا کا کوئی بھی بااخلاق اور مہذب آدمی کسی صورت میں بھی ان کی تحسین و تصویب نہیں کر سکتا‘‘۔ (دعوت وفکر،ص ۲۹)

رضاخانی ترجمان کاشف اقبال صاحب لکھتے ہیں:

’’دیوبندی بریلوی اختلافات کچھ ایسے ہیں کہ کوئی بھی مسلمان خالی الذہن ہو کر دیوبندیوں کی ان کفریہ و گستاخانہ عبارات کو پڑھے تو وہ دیوبندیوں کے حق میں فیصلہ نہیں دے سکتا‘‘۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف،ص ۲۶)

رضاخانی غزالی و رازی مولانا احمد سعید کاظمی صاحب لکھتے ہیں:

’’مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کی طرح یہ کہنا کہ اگر حضور ﷺ کیلئے بعض علم غیب مانا جائے تو ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کیلئے بھی حاصل ہے یقیناً حضور ﷺ کے حق میں موجب توہین ہوگا کیونکہ اس عبارت میں بچوں، پاگلوں، بہائم کے الفاظ ایسے ہیں جن کی تصریح ہر اہل فہم کے نزدیک اس کلام میں ایسی صریح توہین پیدا کر رہی ہے جس کا انکار بجز معاند متاسف کے کوئی شخص نہیں کر سکتا بخلاف عبارت شرح مواقف کے کہ اس میں بچوں پاگلوں جانوروں اور حیوانوں کی قطعاً کوئی تفصیل مذکور نہیں‘‘۔

(الحق المبین،ص ۲۱، مکتبۃ المدینہ)

قارئین کرام! یہ رضاخانی کہہ رہے ہیں کہ معاذ اللہ علمائے دیوبند کی عبارات اس قدر گستاخانہ ہیں کہ اگر ایک عام آدمی کے سامنے بھی اگر ان کو رکھا جائے تو وہ بھی ان کی گستاخی میں تامل نہیں کرے گا لیکن آئیے ہم آپ کے سامنے رضاخانیوں کے اس دعوے کا بطلان ان کے اپنے ہی ’’چار‘‘ مستند ترین علماء و اکابر سے پیش کر دیتے ہیں۔

حضرت مولانا پیر کرم شاہ الازہری صاحب جو شریعت کورٹ کے جج بھی رہ چکے ہیں انہوں نے تحذیر الناس کو کئی بار پڑھا اور اس کی زبردست تائید کی جس پر ان کے اپنے گھر سے رد و قدح ہوئی تو ایک دفعہ دوبارہ پڑھا مگر پڑھنے کے بعد بھی انہوں نے واضح طور پر اس کتاب کے متعلق یہ اعلان کیا کہ:

''یہ کہنا درست نہیں سمجھتا کہ مولانا نانوتوی عقیدہ ختم نبوت کے منکر تھے کیونکہ یہ اقتباسات بطور عبارۃ النص اور اشارۃ النص اس امر پر بلا شبہ دلالت کرتے ہیں کہ مولانا نانوتوی ؒ ختم نبوت زمانی کو ضروریات دین سے یقین کرتے تھے''۔

(تحذیر الناس میری نظر میں: ص ۵۸، ضیاء القرآن پبلیشرز)

انہوں نے تحذیر الناس کی کس طرح زبردست تعریف و پذیرائی کی اور موت تک اسی موقف پر قائم رہے اس کیلئے مفتی ظہور احمد جلالی کی کتاب ''ضیاء پاشی یا ضیاع کاری'' مطبوعہ ادارہ معارف نعمانیہ لاہور کا مطالعہ ضرور کریں۔

دوسری شہادت حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلی صاحب کی ہے۔حفظ الایمان کی عبارت کے متعلق ان کا نظریہ ملاحظہ ہو:

'مولوی اشرف علی تھانوی کی حفظ الایمان کی گستاخانہ عبارت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ نے جب اپنے دوست مولانا عبد الباری فرنگی محلی کو دکھائی تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے تو اس میں کفر نظر نہیں آتا۔اعلیٰ حضرت نے ایک مثال دی پھر بھی انہوں نے نہ مانا۔اعلیٰ حضرت خاموش ہو گئے اور دوستی و محبت کو برقرار رکھا''۔

(سیرت انوار مظہریہ، ص ۲۹۲)

تیسری شہادت حضرت مولانا خلیل خان برکاتی صاحب مرحوم کا تعارف ہم دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد دوم کے مقدمہ میں رضا خانیوں ہی سے پیش کر چکے ہیں کہ کٹر بریلوی بلکہ مایہ ناز بریلوی عالم و محقق تھے۔ بریلوی پیروں سے ان کو خلافت حاصل تھی مگر انہوں نے حسام الحرمین کے رد میں اور اکابر دیوبند کی عبارات کے دفاع میں پوری ایک کتاب ''انکشاف حق'' لکھی۔

اسی طرح چوتھی شہادت رضاخانی استاذ العلماء اور سابق استاذ الحدیث دعوت اسلامی مولانا فضل رسول کی ہے۔جنہوں نے حسام الحرمین کو ماننے سے صاف انکار کیا۔وہ بھی ان اکابر دیوبند کی عبارات کو کفریہ نہیں مانتے چنانچہ ایک رضاخانی مناظر اس پر یوں واویلا مچاتا ہے:

''ہوا یہ کہ موصوف (فیض رسول صاحب) نے مرکز دعوت اسلامی کراچی میں اپنے دور تدریس حضور امام اہل سنت۔۔۔کے اہل تنقیص کے خلاف صادر فرمائے گئے عالم اسلام سے کامل تائید یافتہ (لعنۃ اللہ علی الکاذبین، ساجد)۔۔۔حسام الحرمین شریف سے انحراف کر کے اس کے خلاف علم بغاوت بلند کیا''۔(روئیداد مناظرہ حسام الحرمین ص ٦)

''چار'' عبارات کے مقابل ہم نے ''چار علماء'' کو پیش کیا۔ان چار حضرات کا تعلق ''عوام'' سے نہیں بلکہ ان کا شمار رضاخانیوں کے ہاں ''جید علماء'' میں ہوتا ہے۔یہ بار بار ان عبارتوں کو دیکھ رہے ہیں مگر انہیں ان عبارات میں کوئی گستاخی نظر نہیں آرہی ہے۔تو معلوم ہوا کہ یہ عبارات گستاخانہ نہیں ہیں۔جب بھی غیر جانبدار ہو کر اور خدا خوفی کو سامنے رکھ کر ان کو پڑھا جائے گا تو یہی فیصلہ صادر کیا جائے گا جو ان چار بریلوی اکابر نے کیا۔

اب ذرا پانچویں شہادت بھی ملاحظہ ہو جو رضاخانی شیخ الاسلام ہاشمی میاں کے استاذ ظفر ادیبی کی ہے۔چنانچہ ایک رضاخانی سید محمد حسینی اشرفی مصباحی سجادہ نشین آستانہ عالیہ شمسیہ رائچور کرناٹک و ایڈیٹر ماہنامہ سنی آواز دار العلوم امجدیہ ناگپور ان کے متعلق لکھتا ہے:

''ان دیوبندی اکابر کی شدید گستاخیوں گالیوں اور کفر و ارتداد کو نظر انداز کر کے ان پر رحم کھائے ہوئے ہیں اور ان کے ساتھ جوش ہمدردی میں ان کو کافر و مرتد کہنے سے انکار کرتے ہیں اور وہ کفر و ارتداد جو مذہب متکلمین پر بھی کفر و ارتداد ہے اس کو اسلام و ایمان قرار دینے کے مجرم ہیں ان میں سے مولوی ظفرادیبی بھی ہیں جو مولوی ہاشمی میاں کے تحریراً اقراری استاد ہیں۔ یہاں یہ خیال رہے کہ وہ چاروں بڑے بڑے دیوبندی مولوی (۱) مولوی رشید احمد گنگوہی (۲) مولوی قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم (۳) مولوی اشرف علی تھانوی (۴) مولوی خلیل احمد انبیٹھوی پر کفر و ارتداد کا حکم لگانے میں مکہ معظمہ و مدینہ منورہ اور عرب و عجم کے بکثرت مستند و معتمد عظیم المرتبۃ علما اعلیٰ حضرت امام بریلوی قدس سرہ کے ساتھ ہیں جن کے علم و فضل پر اعتماد کا دیوبند کو بھی اقرار ہے۔۔۔۔۔۔ان چاروں دیوبندی مولویوں اور ان پر حکم کفر و ارتداد اور ان کے کفر و ارتداد پر سکوت اختیار کرنے والوں کے حکم کفر سے مولوی ہاشمی میاں اچھی طرح سے واقف ہیں یہ اور بات ہے کہ ان پر مرتد دیوبندیوں کے کفر و ارتداد اور شان الوہیت و رسالت میں ان کی خبیث گستاخیوں پر مولوی ظفرادیبی کی استادانہ عقیدت و محبت پھر غالب ہوگئی۔ مولوی ظفرادیبی صاحب مولوی ہاشمی میاں کے وہی اقراری استاد و محترم ہیں جو میرے زمانہ قیام اشرفیہ میں دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور میں مدرس و معلم تھے اور اپنے زمانہ میں کف لسان تحریک کے بانی تھے یعنی وہ چاروں دیوبندی اکابر جن پر دنیا کے معتمد و مستند علماء دین کفر و ارتداد کا فتویٰ دیا ان کو کافر و مرتد ماننے سے انکار کیا، حسام الحرمین پر دستخط کرنے سے منکر ہوئے، یہ وہی ظفرادیبی ہیں جنہوں نے حسام الحرمین کا مذاق اڑایا کہ چاروں کتابوں کے ساتھ پانچویں کتاب حسام الحرمین پر ایمان لانا ضروری ہے یہ وہی ظفرادیبی ہے جو علما اہلسنت کے ساتھ اس سلسلہ میں استہزا کرتے رہے''۔ (ہدیہ ہاشمی، ص ۱۷ تا ۱۸، مکتبہ ماہنامہ سنی آواز دارالعلوم امجدیہ)

یہ ظفرادینی کوئی معمولی آدمی نہیں ہاشمی میاں اپنے اس استاد کو یہ القاب دیتے ہیں:

''مفکر اسلام، علما کی اصلاح کرنے والے۔ تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دئے''۔ (ہدیہ ہاشمی، ص ۱۹، ۲۰)

اب چھٹی شہادت ملاحظہ ہو:

''رہے علما کچھوچھ تو مولوی ہاشمی میاں نے اپنی قیادت میں انھیں مولوی ظفرادیبی کا مطیع و مقتدی بنا ہی دیا''۔

(ہدیہ ہاشمی، ص ۲۰)

یعنی پورا کچھوچھ شریف اس ظفرادیبی کا مقتدی ہوگیا تو دیوبندیوں کو معاذ اللہ کافر و مرتد نہیں کہتا اور یوں حسام الحرمین کو دریابرد کر دیا۔

چھٹی، ساتویں، آٹھویں شہادت بھی ملاحظہ ہو بریلوی استاذ العلما فخر الاماثل مولانا مفتی فیض الرسول قادری (ان کا تعارف جلد دوم میں مفتی عبدالمجید سعیدی صاحب کے حوالے سے ہو چکا ہے) لکھتے ہیں:

''نیز تمام علما عرب اور بے شمار عوام و علما عجم خصوصاً بانیان منہاج و بھیرہ نیریاں یونیورسٹی اور ان سے گہرے روابط رکھنے والے بہت سے علما و مشائخ تکفیر اربعہ کے قائل نہیں۔ اسی طرح میاں شیر محمد شرقپوری و پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہما اور ان کے لواحقین کے ملفوظات و تحریریں و تقریریں بھی اس پر بین گواہ ہیں اور اسی پر علامہ احمد شاہ نورانی علیہ الرحمۃ اور ان کے خواص کا طرز عمل شاہد ہے''۔

(ماہنامہ متاع کارواں، ص ۴۹، اپریل ۲۰۱۷)

منشا تابش قصوری میں اگر کچھ حیا کی رمق باقی ہے تو اپنے شیخ الحدیث کی اس عبارت کو بار بار پڑھے تو تو عوام کی بات کرتا ہے یہ تمام عرب علما بریلوی مشائخ اور ان سے وابستہ ہزاروں لوگوں کی بات کر رہا ہے کہ وہ ان عبارات کو کفریہ نہیں سمجھتے اور اکابر اربعہ دیوبند کی تکفیر کے

قائل نہیں۔ وللہ الحمد۔

نویں شہادت رضاخانی شیخ الاسلام علامہ ابوالحسن زید فاروقی صاحب کی ہے کہ جو ان عبارات پر مطلع ہونے کے باوجود اکابر دیوبند کی تکفیر نہیں کرتے تھے بلکہ ان کو اللہ کا ولی تسلیم کرتے تھے۔

دسویں شہادت بھی ملاحظہ ہو مفتی ظہور احمد جلالی شاگرد خاص اشرف آصف جلالی لکھتا ہے:

''لیکن ہماری سادہ لوح عوام کو اپنی اندھی عقیدت کے باعث ایسی عبارات نظر نہیں آتیں بلکہ اچھے خاصے عالم بھی اس عقیدت میں غوطہ کھائے بیٹھے ہیں۔کئی بار میں نے سوچا کہ ''سپاہ صحابہ'' والے دیوبندی مولوی حق نواز جھنگوی کی ایک تقریر سن کر سمجھ گئے کہ شیعوں سے اختلاف کیا ہے۔مگر ہماری سنی عوام وخواص ہیں کہ ہزاروں تقریروں اور رسائل وکتب کی اشاعت کے بعد دیوبندی بریلوی کا بنیادی اختلاف نہ سمجھ سکے انہیں عشق مصطفی ﷺ کا دعوی بھی ہے اور گستاخوں کے پیچھے ہاتھ باندھے کھڑے بھی نظر آتے ہیں افسوس کہ انہیں کپڑوں کے پاکیزہ ہونے کی شرط معلوم ہے مگر یہ معلوم نہ ہوسکا کہ باجماعت نماز کی ادائیگی کیلئے صحیح العقیدہ امام کی شرط بھی ضروری ہے''۔

(ضیاء پاشی یا ضیاع کاری ،ص ۱۱،ادارہ معارف نعمانیہ)

تلك عشرة كاملة

یہ سطور لکھے جانے تک منشا تابش قصوری زندہ ہیں اگر ان میں غیرت کی رتی برابر بھی موجود ہے تو اس دسویں شہادت کو غور سے بار بار پڑھیں جو کہتا ہے کہ ان عبارات کا ترجمہ دنیا کی کسی زبان میں کردیا جائے کوئی ان کے کفر ہونے سے انکار نہیں کرے گا لیکن خود اسکے گھر کا مولوی اقرار کررہا ہے کہ عوام وخواص کو علماے دیوبند کی عبارات ہزاروں تقریروں ،رسائل وکتب میں سمجھا دی گئی ہیں مگر وہ پھر بھی ''دیوبندیوں'' کے پیچھے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوئے ہیں۔گھر میں بیٹھ کر کتابیں لکھنا آسان ہے ہائے کاش ایک دفعہ میدان مناظرہ میں سامنے آؤ تو ''خان صاحب'' یاد دلادیں مگر ہماری یہ خواہش سینے ہی میں رہ جائے گی۔

اس تفصیل کے بعد اب ذرا رضاخانی اصول بھی ملاحظہ ہو۔ایک رضاخانی لکھتا ہے:

''مولانا کوثر نیازی صاحب دیوبندی تھے،عربی تعلیم عبدالحق ندوی صاحب سے حاصل کی وہ خود فرماتے ہیں کہ میں نے صحیح بخاری کا درس مشہور دیوبندی عالم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی مرحوم ومغفور سے لیا۔۔۔۔اس سے صاف ظاہر ہے کہ کوثر نیازی صاحب کٹر دیوبندی تھے،البتہ یہ سیدی اعلی حضرت۔۔۔کی کرامت ہے کہ اپنے عشق ومحبت کو خود منکروں سے منوالیا جس وقت کوثر نیازی صاحب فیڈرل منسٹر تھے اس وقت دیوبندی تو ان کے تلوے چاٹا کرتے تھے آج انہیں دیوبندیت ہی سے خارج کرنے پر تلے ہوئے ہیں''۔

(کشف القناع ،ص ۲۱۴،۲۱۵)

رضاخانی نے جہاں تک خان صاحب کی نیابت کا ثبوت دیتے ہوئے ''کوثر نیازی کے تلوے چاٹنے'' کی بات کی اس پر تو ہم سردست صرف لعنة الله على الكاذبين ہی پر اکتفاء کرتے ہیں۔اس کا ترکی بہ ترکی جواب کسی اور مناسب وقت کیلئے موقوف کئے دیتے ہیں۔ سردست اب اس عبارت کی روشنی میں بجائے یہ رضاخانی ''علمائے دیوبند کی کرامت'' کو تسلیم کرتے کہ ان لوگوں سے ان کی تائید ہوگئی جن کا تعلق علمائے دیوبند سے نہیں بلکہ خود رضاخانیوں کے اکابر ومشائخ میں سے ہیں الٹا ان اکابر کو ہی اسلام سے خارج کرنے کے درپے ہوگئے۔اس کھلی منافقت و دوغلی پالیسی پر سوائے افسوس کے اور کیا کہا جاسکتا ہے؟ لیکن الحمدللہ انصاف پسند قارئین کرام پر خوب واضح ہو چکا

ہے کہ علمائے دیوبند کی یہ عبارات بالکل بے غبار ہیں ۔ اور خود رضاخانیوں کے اپنے مقرر کردہ اصول کی روشنی میں یہ عبارات ہرگز گستاخانہ نہیں اور نہ ہی ان کے لکھنے والے معاذ اللہ گستاخ رسول ﷺ ہیں ۔

بلکہ اس رضاخانی اصول کی روشنی میں یہ علمائے دیوبند کی کرامت ہے جو کہ خاصہ اولیاء اللہ ہے کہ مخالفین سے ان کی صفائی پیش کردی ۔ اب اللہ کے ولیوں سے دشمنی کرنے والوں کے ساتھ تو خود اللہ جنگ کا اعلان کرتا ہے چنانچہ خود حدیث قدسی ملاحظہ فرمالیں

من عادولیا فقد اذنته بالحرب

اب ایسے رضاخانیوں کی ضلالت ، ذلت دنیا و آخرت کی رسوائی میں بھلا کیا شک ہوسکتا ہے جو صاحب کرامات اولیاء اللہ کو معاذ اللہ اللہ و رسول ﷺ کا گستاخ و دشمن قرار دیتے ہیں ۔

رضاخانی مشتاق احمد نظامی صاحب لکھتے ہیں :

’’خون کے آنسو اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہوگی جس کی کسی عبارت پر حضرات دیوبند یہ کہہ کر دامن کشاں نہ گزرسکیں گے کہ یہ تو غیروں کے گھر کی بات ہے ، اس میں جو کچھ ہے انہیں کے گھر کا ہے یا پھر ایسے حضرات کی کتابیں محل استشہاد میں لائی گئی ہیں جو ان سے قریب تر ہیں یا خال خال ان حضرات کا نام لیا گیا ہے جو سنی دیوبندی اختلاف سے کسی حد تک دور ہے‘‘ ۔

(خون کے آنسو ص ۷ ، اکبر بک سیلز لاہور)

لہٰذا یہ کہہ کر ان حوالوں کو رد نہیں کیا جاسکتا کہ یہ تو دیوبندی تھے ۔ بلکہ خود رضاخانیوں نے ان کو نہ صرف کٹر بریلوی شمار کیا ہے بلکہ اپنے جید اکابر علماء و مشائخ میں ان کا شمار کیا ہے ۔

رضاخانی تو کہتے ہیں کہ ان عبارات کو دنیا کی کسی زبان میں ترجمہ کرادیں اور عام آدمی کے سامنے پیش کردیں وہ اسے گستاخی ہی کہے گا ، ان عبارات میں معاذ اللہ نبی کریم ﷺ کی صریح توہین موجود ہے ، ان کو صاف گالیاں دی گئی ہیں استغفر اللہ ، جبکہ رضاخانی شیخ الحدیث فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں :

’’مذکورہ بالا عبارتوں اور اقوال کی تردید سوائے کسی مجدد وقت کے کرنا بعید از قیاس تھا اسی کام کیلئے قدرت نے آپ کو مجدد بنا کر بھیجا ۔ فاضل بریلوی نے اپنی خداداد طاقت سے باطل کی تاریکی چاک کر کے حق کا بول بالا کیا اور ہندوستان کی تمام خانقاہیں جو ان حملوں سے پریشان تھیں فاضل بریلوی نے ۵۵ علوم سے نظام خانقاہی کو زندہ فرمایا جس کی بنیاد عشق خدا و رسول ہے ، عظمت انبیاء و اولیاء ہے ، اخوت و مروت ہے اتحاد و اتفاق ہے ، اسی بنیادی اساس پر خانقاہی نظام قائم ہے ۔ چنانچہ ایک مورخ خواجہ حسن نظامی جو آپ کے معاصر ہیں اس بات کا برملا اعتراف کرتے نظر آتے ہیں کہ بریلی کے مولانا احمد رضاخان جن کو ان کے معتقدین مجدد مائۃ حاضرہ کہتے ہیں درحقیقت طبقہ صوفیائے کرام میں بہ اعتبار علمی حیثیت کے منصب مجدد کے مستحق ہیں ۔ انہوں نے ان مسائل اختلافی پر معرکہ کی کتابیں لکھی ہیں جو سالہا سال سے فرقہ ۔ ۔ ۔ کے زیر تحریر و تقریر تھیں اور اور جن کے جوابات گروہ صوفیہ کی طرف سے کافی و شافی نہیں دئے گئے تھے‘‘ ۔

(شرح حدائق بخشش ، ج ۳ ، ص ۷۰ ۳)

اس کا صاف اور واضح مطلب تو یہی نکلتا تھا کہ علمائے اہل سنت دیوبند کی یہ عبارات ہرگز گستاخانہ یا معاذ اللہ صریح دشنام طرازیوں پر مشتمل نہ تھیں ورنہ صوفیا اور خانقاہوں کو رد کرنے میں کیا شے مانع تھی ؟ ایک طرف تو یہ دعوی کہ گالیوں و توہین میں صریح ، عام آدمی بھی اسکا فیصلہ کرسکتا

ہے اور دوسری طرف اس کے رد کیلئے ''مجدد اور ۵۵ علوم'' کی احتیاج؟؟؟!!!! یہ حوالہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ ان عبارات میں دجل و فریب اور ان کو معاذ اللہ کفر و گستاخانہ ثابت کرنے کیلئے کسی خان صاحب بریلوی جیسے ''مجدد الضالین'' کی ضرورت تھی جو دجل وفریب کے کم از کم ''۵۵ گر'' جانتا ہو ورنہ جس کے دل میں ذرہ برابر بھی خوف خدا تھا اس کو یہ جرات خان صاحب سے پہلے نہ ہوئی۔

اہل انصاف متوجہ ہوں!!!

اب ہم اپنا مقدمہ انصاف پرور قارئین کرام کے سامنے رکھتے ہیں جو اس اختلاف سے واقعی افسردہ ہیں اور چاہتے ہیں کہ یہ اختلاف کسی طرح ختم ہو۔آپ ہمیں بتائیں کہ ہم اس اختلاف کو کس طرح ختم کریں؟ ہم اپنی عبارتوں کی خود وضاحت کریں، جن پر ان لوگوں نے الزامات لگائے ان سے وضاحت دیں یہ انہیں تسلیم کرنے کو تیار نہیں، جن بنیادوں پر ہمیں گستاخ کہہ کر ہم سے راہیں جدا کردیں وہی مسائل وعقائد ان کے اپنے گھر میں موجود ہیں اس پر کوئی فتوی لگانے کو تیار نہیں، ہم اپنی عبارات کی صفائی ان کے جید علماء سے پیش کر چکے، شریعت کورٹ کے جج سے اپنی عبارتوں کی صفائی پیش کر چکے ان پر ان لوگوں نے کفر کے فتوے لگادئے، پھر ہم نے اپنی صفائی ان کے مشائخ سے پیش کردی تو انہوں نے ان کو اپنا بڑا ماننے سے ہی انکار کر دااور یہ کہہ دیا کہ یہ خود دیوبندی تھے، پھر ہم نے ان کی صفائی ان ہی کی طرف سے مقرر کردہ غیر جانب دار انصاف پرور محقق شخص سے ثابت کردی ان ظالموں نے اسے بھی کافر بنادیا۔

قارئین کرام! اب آپ بتائیں کہ اب ہم اختلاف کس طرح ختم کریں؟ جب آپ مدعی علیہ کی کسی بات کسی دلیل کو تسلیم کرنے کو تیار نہیں، اپنے گھر کے بزرگوں کی بات تسلیم کرنے کو تیار نہیں، ثالث وغیر جانبدار کی بات کو تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اصل فسادی آپ ہی ہیں۔آپ خود ہی اس اختلاف کو ختم نہیں کرنا چاہتے، کیونکہ آپ کا یہ اختلاف کسی اخلاص، کسی اصول کی بنیاد پر نہیں، اس اختلاف کے پیچھے خدا خوفی اور آخرت کی جواب دہی کا جذبہ کارفرما نہیں بلکہ ذاتی بغض اور مسلکی تعصب کی بنیاد پر یہ سب کچھ کیا جارہا ہے آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ جب ہمارے مسلک کی بنیاد ہی اس اختلاف پر ہے تو اگر یہ اختلاف ختم کردیا جائے تو ہمارا تو مسلک ہی ختم ہوجانا ہے۔لہذا سادہ لوح بریلویوں کی خدمت میں عرض ہے کہ خدارا اپنے مولویوں کے ان مکارانہ ومنافقانہ نعروں میں مت آئیں اور خود حق کو پہچانیں اور اپنے مولویوں کی اندھی تقلید میں پڑھ کر اہل السنۃ والجماعۃ سے بغض رکھ کر اپنی آخرت برباد نہ کریں۔

آخر میں ہم خود ایک رضاخانی مولوی کا اقرار پیش کرتے ہیں جو صاف اور کھلے لفظوں میں اپنے لوگوں کی منافقت کو یوں بیان کرتے ہیں کہ خان صاحب بریلوی کا فتوی ہے کہ جو علمائے دیوبند واکابر اربعہ کو معاذ اللہ کافر نہ مانے وہ بھی کافر اب پیر کرم شاہ الازہری حجۃ الاسلام حضرت امام نانوتوی کو کافر نہیں مانتے بلکہ ان کی تحذیر الناس کی زور وشور سے حمایت کرتے ہیں ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ رضاخانی ان کی بھی کھلے عام تکفیر کرتے مگر ہوا کیا رضاخانی کی زبانی ملاحظہ ہو:

''خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ ہمارے سنی مفتیان کرام اور خطیب وواعظ اس گوشے کی وحشت اور تلخی سے آگاہ ہونے کے باوجود ان سے بے تحاشا قلبی وابستگی کا اظہار کیوں کرتے ہیں۔یہ امر واقعہ ہے کہ ایک سنی بریلوی ہونے کی حیثیت سے پیر صاحب کی شخصیت شدید متنازعہ ہے۔ عام لوگ تو شاید اپنی سادہ لوحی اور کم علمی کی بنا پر اس تہہ در تہہ پوشیدہ گوشے سے بے خبر ہیں مگر المیہ یہ ہے کہ جید وثقہ علماء وفضلاء کی ایک بڑی تعداد سمجھ بوجھ کر بھی تسامح سے کام لے رہی ہے اور ایک شدید اختلاف کے ہوتے ہوئے آج تک کسی صاحب علم وفضل نے اپنی کسی تحریر میں

دبے لفظوں میں بھی اس کا اشارہ تک نہیں کیا''۔(ضیاء پاشی یا ضیاع کاری ص ۸،۹، ادارہ معارف نعمانیہ)

اشارہ کرے بھی کیوں؟ یہی تو وہ منافقت ہے جو آپ کے پورے فرقہ کا خاصہ ہے کہ اپنا ہزار قتل کرے معاف ہے کیونکہ آپ کے ہاں فتوے ''شریعت'' پر نہیں ''طبعیت'' پر دیئے جاتے ہیں۔

بلکہ موصوف نے تو ایک جگہ صاف اقرار کیا کہ دیوبندیوں پر اعتراض اور اپنوں کیلئے خاموشی یہ اس بات کی دلیل ہے کہ دیوبندیوں سے ہمارا کوئی اصولی اختلاف نہیں چنانچہ لکھتا ہے:

''علمائے اہلسنت کا عجیب رویہ

کچھ معزز علمائے اہلسنت، پیر صاحب کے اس رویے سے سخت نالاں ہیں اور وہ پیر صاحب سے کوئی میل جول نہیں رکھتے۔لیکن حیرت یہ ہے کہ ان کی کئی کتب اہل باطل کے خلاف شائع ہو رہی ہیں مگر پیر صاحب کے اس رویے پر کسی نے ایک لفظ تک تحریر نہیں فرمایا۔کچھ علمائے اہل سنت اور گدیوں کے سجادہ نشین یہ واقفیت رکھتے ہوئے بھی پیر کرم شاہ صاحب سے بھر پور روابط قائم رکھے ہوئے ہیں۔ یہ معزز طبقہ تجاہل عارفانہ بے جا رواداری اور چشم پوشی کا مرتکب ہو رہا ہے جو کہ اس کے شایان شان نہیں۔تیسرا طبقہ وہ ہے جو ان مسائل سے سرے سے آگاہ ہی نہیں، اگر ہے بھی تو بس سرسری سا اور محض واجبی سا، یہ طبقہ پیر صاحب کے خلاف ایک لفظ تک سننا گوارا نہیں کرتا۔ سمجھانے کی کوشش پر جواب ملتا ہے کہ تم زیادہ پڑھے لکھے ہو یا پیر کرم شاہ صاحب جو الازہر کے فارغ التحصیل ہیں۔مجھے ان ہر دو طبقوں سے سخت شکوہ ہے۔کیا یہ رویہ عجیب سے عجیب تر نہیں کہ تحذیر الناس اور اس کی حمایت کرنے والے دیوبندیوں کے خلاف ہمارے زبان و قلم شعلے اگلیں مگر جب پیر صاحب کی بات آجائے تو اپنا کہہ کر دونوں کی نوک زبان پر مہر سکوت لگ جائے۔کیا پیر صاحب اس لحاظ سے اپنے ہیں کہ وہ میلاد و عرس اور گیارہویں کے قائل ہیں؟ کیا دیوبندیوں سے ہمارا اختلاف میلاد گیارہویں پر ہے؟ دیوبندی تحذیر الناس کی حمایت کریں تو مفتیوں کی مسندوں اور علما کے سٹیجوں سے ان کے خلاف تحریروں اور تقریروں اور فتووں کے انبار لگ جائیں اور پیر محمد کرم شاہ صاحب بھیروی تحذیر الناس کی حمایت کریں تو یہی مفتی و عالم انہیں ''ضیاء الامت'' کے خطاب سے نوازیں۔

این چہ بوالعجبی است۔

اگر ہم سنی بریلوی علما کا یہی رویہ رہا تو کل کون کہہ سکے گا کہ دیوبندیوں سے ہمارا اختلاف اصولی ہے اور اس اصولی اختلاف کی بنیاد تحذیر الناس و براہین قاطعہ وغیرہ ہیں؟''۔(ضیاء پاشی یا ضیاع کاری ص ۴۲،۴۳، ادارہ معارف نعمانیہ)

یہی تو ہم ثابت کرنا چاہ رہے ہیں کہ آپ کا اختلاف کسی اصول پر نہیں بلکہ محض تعصب، حسد و منافقت پر ہے جو الحمد للہ آپ نے بھی مان لیا۔

نوٹ: بندے نے یہاں اس منافقت، تعصب و دورنگی پر بہت مختصر گفتگو کی ہے صرف مشہور مسائل کو چھیڑا ہے ورنہ میری دفاع کے ہر اعتراض کے جواب میں رضاخانیوں کے گھر کے حوالے جو الزاما پیش کئے گئے ہیں وہ ان کی منافقت اور اس تعصب و بغض اہلسنت کی بین دلیل ہے۔

رضاخانیوں کا اہل سنت سے اختلاف تعصب کی بنیاد پر ہے ایک اور طرز

قارئین کرام! موضوع یہ چل رہا ہے کہ رضاخانیوں کا اہلحق کے ساتھ اختلاف کوئی اصولی اختلاف نہیں بلکہ محض حسد، تعصب اور اپنے مسلکی

شخص کو برقرار رکھنے کیلئے ہے۔اس پر ایک اور طرز سے بھی گفتگو کی جاسکتی ہے۔وہ اس طرح کہ رضاخانی حسام الحرمین کے متعلق دو بنیادی باتیں کرتے ہیں:

(۱) حسام الحرمین میں علمائے دیوبند کی پیش کی گئی عبارات میں کسی قسم کی کوئی تاویل وتوجیہ کی گنجائش نہیں وہ اپنے معنی کفری میں متعین متیبین ہیں۔(معاذ اللہ)

(۲) حسام الحرمین میں علمائے دیوبند کی عبارات پر تکفیر التزامی کی گئی ہے لہذا حسام الحرمین سے انکار بھی کفر ہے۔

اب ذرا ملاحظہ فرمائیں کہ خان صاحب سے پہلے حضرت شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تقویۃ الایمان کے متعلق آج کے رضاخانی کہتے ہیں کہ وہ عبارات بھی بالکل گستاخانہ ہیں ان میں کسی قسم کی تاویل نہیں ہوسکتی لہذا تقویۃ الایمان کی تائید کرنے والے بھی کافر ہیں۔

حالانکہ شریف الحق امجدی صاحب اور مولانا مصطفی رضاخان صاحب کے حوالے سے ماقبل میں گزرگیا کہ یہ حضرات کہتے ہیں کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارات میں تاویل ہوسکتی ہے اور ان میں کوئی نہ کوئی اسلام کا پہلو تھا جس کی وجہ سے خان صاحب نے تکفیر نہیں کی۔

تو اب یہی طرز علمائے دیوبند کی عبارات پر آپ کیوں فٹ نہیں کرتے؟ آپ کے نزدیک تقویۃ الایمان کی عبارات میں کوئی احتمال نہیں اس کو درست ماننے والا'' کفر التزامی'' کا مرتکب ہے۔لیکن آپ کے ماضی کے اکابر کے نزدیک وہ عبارات محتمل ہیں۔اس میں کفر التزامی متحقق نہیں۔تقویۃ الایمان کی عبارات میں کفر التزامی ہونے کے باوجود بعض کے نزدیک وہ محتمل ہوسکتی ہیں لہذا ان پر فتوی نہیں تو بالفرض آپ کے بعض اکابر کے نزدیک علمائے دیوبند کی عبارات میں کفر التزامی ہو اس میں کوئی تاویل نہ ہو تو دوسروں پر اس کا ماننا ضروری نہیں کیونکہ ہوسکتا ہے کہ ان کے نزدیک ان عبارات میں اسلامی پہلو موجود ہو۔یہ دورنگی کیوں کہ تقویۃ الایمان میں کفر التزامی ہونے کے باوجود احتمال کی رعایت دی جاتی ہے اور اس بنا پر تکفیر سے کف لسان کیا جاتا ہے۔مگر علمائے دیوبند کی عبارات میں احتمال اسلامی کی گنجائش نہیں دی جاتی؟ حالانکہ الزامات اکابر دیوبند کثر اللہ سوادھم وشاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ پر ایک ہی جیسے ہیں؟

ہماری سمجھ میں اس فرق کی ایک ہی وجہ آتی ہے کہ چونکہ شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ خان صاحب بریلوی کے زمانے میں نہ تھے لہذا انہیں اپنے مسلک کی ترویج میں شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے باقاعدہ کوئی خطرہ نہ تھا۔لہذا ان پر کفر کا فتوی لگا کر بدنام کرنے میں بھی کوئی خاص فائدہ خان صاحب کو نظر نہ آیا۔لیکن چونکہ اکابر دیوبند خان صاحب کے زمانے میں موجود تھے جنہوں نے اس کی خرافات کے آگے بندھ باندھے رکھا، دوسرا یہ اکابر انگریز کے سخت دشمن تھے اور ان اکابر کے متوسلین وشاگر،ان کے تربیت یافتہ انگریز سے برسرپیکار تھے لہذا اپنے مسلک کی ترویج میں سب سے بڑی رکاوٹ ان کو یہی دیوبندی نظر آئے دوسری طرف انگریز بھی ان کو اپنے لئے مصیبت سمجھتا لہذا ان کو بدنام کرنے کیلئے خان صاحب بریلوی نے ان پر جھوٹے الزامات لگائے اور ان پر کفر کے فتوے لگائے اور ایسے فتوے کہ جو ان کو نہ مانے وہ بھی کافر۔

قارئین کرام! حسام الحرمین میں علمائے دیوبند پر فتوی اس طرح ہے من شك في كفره وعذابه فقد كفر یعنی ان کے کفر و عذاب میں شک کرنے والا بھی کافر ہے معاذ اللہ۔ساتھ میں یہ بھی بڑے زور وشور سے کہا جاتا ہے کہ اکابر دیوبند پر یہ فتوی حرمین کے علما نے لگایا لہذا اس کو ماننا ضروری ہے۔

اب اسی قسم کا فتوی تو بقول رضاخانیوں کے مولانا فضل حق خیرآبادی نے شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ پر بھی لگایا اور ان کے کفر پر بھی بقول صاحب انوار آفتاب صداقت حرمین سے کفر کے فتوے لئے گئے۔یہ سب تفصیل ''دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد اول'' کے مقدمہ میں موجود

ہے۔مگر خان صاحب نے اس کو تسلیم نہیں کیا۔یہ منافقت و دورنگی کیوں؟ تکفیر کلامی شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی اس کے زمانے کے بدعتیوں نے کی اور حرمین سے اس پر فتوے بھی لے لئے خان صاحب اور اس کے متعبین نے اس فتوے سے اتفاق نہیں کیا شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کو کافر کہنے سے انکار کیا یہ فتوی تسلیم نہیں کیا۔تو حسام الحرمین کے متعلق یہ ضد کیوں کہ نہیں اسے تسلیم کرو جو اسے تسلیم نہیں کرے گا وہ کافر!!!۔اگر کفر کلامی وحرمین کے علما کے فتوے تسلیم نہ کرنے کی وجہ سے کوئی کافر بنتا ہے تو سب سے پہلے تو خان صاحب کو کافر بناؤ جو شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق یہ فتوے تسلیم نہیں کرتا۔

رضاخانی یہ بھی کہتے ہیں کہ شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے ان کفریات سے معاذ اللہ توبہ کرلی تھی اسی لئے خان صاحب نے فتوی نہیں لگایا۔ سوال یہ ہے کہ جب توبہ کرلی تو اب انہی کفریات کو شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کرکے رضاخانی اس موضوع پر اپنی ہر کتاب کیوں سیاہ کرتے ہیں؟

زیادہ سے زیادہ یہ ہوسکتا ہے کہ ان عبارات کو ہم درست مانتے ہیں آپ نے کفر کا فتوی لگانا ہے تو ہم پر لگائیں لیکن جب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بقول آپ کے اس سے توبہ کرلی تو کیا شریعت کی رو سے توبہ کی ہوئی کفریات کو پھر اسی شخص کی طرف منسوب کرنا جائز ہے؟ ہر گز نہیں۔لیکن چونکہ تعصب،ضد وحسد ہے لہذا پھر وہی مرغی کی ایک ٹانگ۔

مفتی شریف الحق امجدی رضاخانی صاحب لکھتے ہیں:

''زید نے جب مذکورہ جملہ سے توبہ کرلی تو جو لوگ توبہ کا علم رکھتے ہوئے اس کی تشہیر کررہے ہیں وفتنہ وفساد مچارہے ہیں''۔

(فتاوی شارح بخاری،ج ۲،ص ۵۲۸)

جب بقول تمہارے شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے معاذ اللہ ان کفریات سے توبہ کرلی تو اب توبہ کے بعد بھی ان کفریات کی نسبت شاہ صاحب کی طرف کرکے اپنی ہر کتاب میں اس کی تشہیر کرنا سوائے فتنہ وفساد کے اور کیا ہے؟ یا پھر تسلیم کرو کہ شاہ صاحب نے توبہ نہیں کی تھی۔

قارئین کرام! رضاخانیوں نے کسی کی طرف کفری قول منسوب کرنے کیلئے چند اصول لکھیں جو ہم یہاں پیش کررہے ہیں۔شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے صراط مستقیم میں حضرت امام سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات کو جمع کیا ہے۔مگر امجدی رضاخانی صاحب کو اس کی نسبت کے بارے میں شک ہے اور اس کی وجہ وہ خود بیان کرتے ہیں کہ:

''چونکہ اس کے راوی صرف اسمعیل دہلوی ہیں جو خود گمراہ بددین بلکہ بطور جمہور فقہا کافر ہیں اس لئے ان روایات سے اس درجہ کا یقین حاصل نہیں ہوتا جو ثبوت شرعی کی حد تک پہنچے''۔(فتاوی شارح بخاری،ج ۲،ص ۲۷۳)

مزید لکھتے ہیں:

''چونکہ تکیوی صاحب کے سارے سوانح نگار غیر عادل ہیں ان میں کوئی ثقہ نہیں اس لئے حکم کفر لگانے کیلئے جس درجے کا قطعی یقینی ثبوت ضروری ہے وہ ان کے بیانات سے حاصل نہیں ہوتا''۔(فتاوی شارح بخاری،ج ۲،ص ۲۷۴،۲۷۵)

اب ان حوالہ جات کی روشنی میں کیا کسی رضاخانی میں یہ جرات ہے کہ خان صاحب بریلوی نے حسام الحرمین میں حضرت امام ربانی فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف جو جعلی فتوی منسوب کیا خان صاحب بریلوی سے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ تک اس کی صحیح ،ثقہ عادل راویوں کے ساتھ سند ثابت کردے؟۔اور یہ محال لہذا وہ فتوی خود بخود کالعدم ہوگیا۔لیکن آج تک رضاخانی اس جعلی فتوے کی بنیاد پر

علمائے دیوبند کو کافر کہتے ہیں۔

خان صاحب بریلوی کے پاس اس فتوے کے ثبوت کی جو واحد دلیل ہے وہ یہ ہے کہ بمبئی وغیرہ سے یہ فتوی مع رد کے کئی دفعہ چھپا۔اس کے اگر چہ معقول جوابات کئی دفعہ ہمارے علما دے چکے ہیں لیکن یہاں اس دلیل کے باطل ہونے پر خود رضاخانی اصول پیش کر رہے ہیں۔شریف الحق امجدی لکھتا ہے:

''بازار میں کسی کے نام سے کوئی کتاب چھپ جانا اس کی دلیل نہیں کہ جس کے نام سے کتاب چھپی ہے یہ اسی کی تصنیف ہے،کسی کی کتاب اس وقت مانی جائے گی جب مصنف کے عہد سے لیکر شائع ہونے تک معتمد اور مستند لوگوں کے یہاں محفوظ ہو۔۔۔پھر اصل کتاب مصنف کی ہوگی تو الحاق سے محفوظ ہے اس کا فیصلہ بہت مشکل ہے''۔(فتاوی شارح بخاری،ج ۲ص ۱۵۴)

آگے لکھتے ہیں:

''کتاب وہی معتبر ہے جو کسی مستند مصنف نے تصنیف کی ہو اور وہ تصنیف کے وقت سے لیکر چھپنے کے وقت تک متدین،مستند،معتمد افراد کے ذریعہ سے ہم تک پہنچی ہو''۔(فتاوی شارح بخاری،ج ۲ص ۱۵۶)

تو کسی کتاب کا کسی کے نام سے چھپ جانا جب دلیل اس کے اصل کتاب ہونے کی نہیں تو فتوے کا کیا اعتبار؟ لہٰذا پہلے مستند و معتمد لوگوں سے (جو رضاخانی نہ ہوں) ثابت کرنا ہوگا کہ وہ فتوی حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کا ہی ہے۔اور یہ ثابت کرنا محال ہے۔بالفرض ایک منٹ کیلئے مان لیتے ہیں کہ ثابت کر بھی دیا جو کہ محال ہے لیکن چلو مان لیا تو اگلا کام یہ کرنا ہوگا کہ یہ بھی ثابت کرنا ہوگا کہ اس فتوے میں کسی قسم کی کوئی ''الحاق،تحریف و تدلیس'' نہیں کی گئی جو کہ ثابت کرنا بقول امجدی صاحب کے بہت مشکل ہے۔اس حقیقت کے باوجود اس جعلی فتوے کو آج بھی پتھر کی لکیر سمجھ کر اس پر فتوائے کفر دینا کیا نرا تعصب نہیں؟

لطیفہ: حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ بھی ہمارے اکابر میں سے اور شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ بھی ہمارے اکابر میں سے ہیں۔لیکن امجدی صاحب سید صاحب کی طرف کسی قسم کا کفری قول منسوب اس لئے نہیں کر رہے ہیں کہ ان کی دانست میں ان کفریات کے راوی معاذ اللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں یا سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح نگار جو سب غیر عادل ہیں۔تو سوال یہ ہے کہ تقویۃ الایمان،صراط مستقیم،براہین قاطعہ،تحذیر الناس،حفظ الایمان کے راوی بھی تو سب ''دیوبندی'' ہی ہیں،کیا کوئی ثبوت دیا جا سکتا ہے کہ کسی ثقہ رضاخانی نے ان کتب کو حضرت امام شہید رحمۃ اللہ علیہ،امام نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ،حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ،حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں سے لکھتے ہوئے دیکھا ہو؟ تو پھر آخر ان کتب کو ان مصنفین کی طرف قطعی طور پر کیوں منسوب کیا جا رہا ہے؟ اگر جواب یہ دیا جائے کہ تم ان کتب کو مانتے ہو تو بھائی ہم تو پہلے ہی تمہارے نزدیک کافر معاذ اللہ اور غیر عادل ہیں تو ہماری گواہی کیسے قبول؟ اگر ہماری گواہی قبول کرنی ہی تھی تو شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اور سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ نگاروں کی گواہی کیوں مردود؟

امجدی نے یہ بھی لکھا کہ کوئی کتاب اسی وقت تسلیم کی جائے گی کہ مصنف سے لیکر چھپنے تک معتمد و مستند لوگوں کے ذریعہ ہم تک پہنچی ہو اور اس میں الحاق بھی نہ ہو۔تو ظاہر ہے کہ خان صاحب کو یہ ساری کتب دیوبندی مکتبوں کے ذریعہ ہی حاصل ہوئیں کسی رضاخانی نے ان مصنفین کو یہ کتب لکھنے سے لیکر چھپنے تک نہیں دیکھا نہ کسی معتمد ذرائع سے یہ ثابت کہ ان میں تحریف و الحاق نہیں تو خان صاحب اور ان کے متبعین نے ان کتب کو ان کے مصنفین کی طرف کس طرح قطعی یقینی طور پر منسوب کر کے قطعی یقینی کفر کا فتوی صادر کر دیا؟

غرض رضاخانیوں کی طرف سے ڈالا گیا عبارات کا رولا ایسا گورکھ دھندا ہے کہ اس میں آپ جتنا گھستے چلے جائیں گے عجیب عجیب شگوفے آپ کو ملیں گے۔

آمد بر سر مطلب خان صاحب بریلوی کہتے ہیں کہ میرے باپ کے نام پر جعلی فتوے اور مہریں گھڑی گئی ہیں۔سوال یہ ہے کہ اس کے جعلی ہونے کی دلیل کیا ہے؟ آج اگر ہم انہی حوالوں کو پیش کریں تو رضاخانی آسمان سر پر اٹھالیتے ہیں۔مولوی اجمل سنبھلی نے اپنی کتاب ردشہاب ثاقب میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو ۸۰۰ سے زائد گالیاں صرف اسی وجہ سے دیں کہ جعلی کتب منسوب کی ہیں۔سوال یہ ہے کہ اسی جعلسازی کا دعوی تو حسام الحرمین میں موجود حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب فتوے کے متعلق بھی تو ہے اس کو آج تک رضاخانی سادہ لوح عوام کے سامنے پیش کر کے علمائے دیوبند کو کافر کیوں کہتے ہیں؟ معاذ اللہ، اور اپنے متعلق یہ توقع رکھتے ہیں کہ ایسی کتابیں وحوالے منسوب کرنا دجل وفریب ہے۔یہ وجہ فرق کیوں؟ آخر آپ کے پاس کونسی ایسی دلیل ہے کہ یہ کتب جعلی ہیں یہ حوالے جعلی ہے؟ اور حسام الحرمین میں موجود فتوی یقینی وقطعی؟

فتاوی صدر الافاضل میں مفتی کی ذمہ داریوں میں لکھا ہے:

''ایک مفتی کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ اگر مگر کے فتوے نہ لکھے بلکہ اگر کسی دوسرے شخص کا فتوی سے تعلق ہو تو صرف مستفتی پر انحصار نہ کرے بلکہ اس فریق کو بلاکر شہادت شرعی وحلف کے ذریعہ پوری تشفی حاصل کرے''۔(فتاوی صدر الافاضل،ص ۴۱)

کیا علمائے دیوبند پر کفر کے قطعی فتوے جڑتے وقت اس شرعی ضابطہ کا خیال رکھا گیا تھا؟ جواب ہے ہرگز نہیں۔رضاخانی کہتے ہیں کہ خان صاحب نے خطوط لکھے،کتابیں چھاپی تو علمائے دیوبند نے تردید کیوں نہیں کی؟ سوال یہ ہے کہ اس کی کیا دلیل ہے کہ خطوط لکھے اور وہ خطوط علمائے دیوبند کو موصول بھی ہوئے اور انہوں نے پھر بھی خاموشی اختیار کی؟ رضاخانی کتب تو اس کیلئے دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ خود رضاخانیوں نے لکھا:

''اس سلسلہ میں جتنے بھی حوالے پیش کئے ہیں سب اپنی ہی کتابوں سے نقل کئے ہیں جو مقابل پر حجت نہیں''۔

(عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ،حصہ اول،ص ۵۹)

رہی بات کتب کی تو خان صاحب کی کتب سے عوام کی دلچسپی کیلئے تفصیل تو میری کتاب ''نواب احمد رضاخان فاضل بریلوی حیات،خدمات وکارنامے'' میں ملاحظہ فرمائیں۔یہاں صرف ایک حوالہ نقل کررہا ہوں:

''وہابیوں کی اس قسم کی بکواس کا رد علمائے اہل سنت کی کثیر تصانیف میں ہے۔آپ ان کا مطالعہ کرلیں۔ہمارے عوام میں یہ بہت بڑی کمزوری ہے کہ وہ علمائے اہل سنت کی تصانیف نہیں پڑھتے''۔(فتاوی شارح بخاری،ج ۲،ص ۱۷۱)

یہ تو آپ لوگوں کی کتابوں کا حال ہے کہ آپ کی اپنی عوام ان کا مطالعہ نہیں کرتی تو اس کی کیا دلیل ہے کہ فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اس جھوٹے فتوے پر فتاوی کفر کو پڑھا ہوگا؟

لیکن اتمام حجت کیلئے ہم اس بہانے کو بھی ختم کردیتے ہیں حضرت مولانا مرتضی حسن چاندپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جب خان صاحب کی اس جعلسازی کا پتہ چلا تو فوراً مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا اور اس جعلی فتوے کے متعلق استفسار کیا آپ نے فوراً اس کی تردید کی کہ میرا ایسا کوئی فتوی نہیں حضرت چاندپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس خط کو خان صاحب بریلوی ہی کی زندگی میں شائع کیا اور آج بھی رسائل چاندپوری میں موجود

ہے۔مگر خان صاحب اور اس کے اذناب کو آج تک اپنے اس فتوے سے رجوع کی توفیق نہ ہوئی۔رجوع کریں بھی کیوں؟اس لئے کہ اگر اختلاف خدا خوفی پر ہو تو بندہ حق کو قبول کرتا ہے۔جب اس کا مطمع نظر ہی دراڑ ڈالنا ہو تو وہ اتحاد کی ہر کوشش کو ہی سبوتاژ کرے گا۔

میں آج یہاں ایک عام قاری سے سوال کرتا ہوں آپ نے ایک مسئلہ پر ایک کتاب لکھی ہے اور ایک آدمی ایک تحریر بنا کر آپ کے نام سے شائع کر دیتا ہے۔اب کسی طرح آپ تک رسائی نہیں کہ آپ کا موقف جان لیں۔تو اس تحریر کے جعلی ہونے کی دلیل کیا دی جائے گی؟ یہی کہ اللہ کے بندے اس تحریر میں جو کچھ لکھا ہے اس کو تو خود زید نے اپنی کتاب میں کفر لکھا ہے اس کے شاگرد اس تحریر سے منکر ہیں اس کے شاگرد اس تحریر کو کفر کہتے ہیں۔تو آخر یہ معقول اصول اس جعلی فتوے کے متعلق کہاں چلا جاتا ہے؟ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے خود اپنے فتوی میں وقوع کذب کو کفر کہا،ان کی زندگی میں ہی اس کی تردید شائع ہوگئی،ان کے شاگرد و متوسلین اس فتوے سے انکاری ہیں مگر آج تک اس جعلی فتوے جس کو قیامت کی صبح تک رضاخانی اصولوں کی بنیاد پر سچا ثابت نہیں کر سکتے علمائے دیوبند کو کافر کہہ رہے ہیں اور کافر بھی ایسا جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر۔اس ضد و ہٹ دھرمی کو سوائے تعصب کے اور کیا نام دیا جائے؟

مفتی شریف الحق امجدی لکھتا ہے:

’’اس میں التفہیمات الالہیہ کا جو ترجمہ درج ہے وہ الحاقی ہے اور دلیل یہ ہے کہ خود حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی دوسری کتابوں میں اس کے خلاف تصریح موجود ہے‘‘۔(فتاوی شارح بخاری،ج ۳ص ۴۸۸،۴۸۹)

جب حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت اس بنیاد پر الحاقی و جعلی ہو سکتی ہے کہ دوسری کتابوں سے معارض ہے تو حسام الحرمین میں موجود فتوی جعلی و الحاقی کیوں نہیں جو حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاوی سے بالکل متصادم اور ان کے خلفا شاگردوں کے عقائد سے بالکل معارض ہے؟

دلچسپ بات یہ ہے کہ اس فتوے کا جعلی ہونا آج کے رضاخانیوں نے بھی در پردہ تسلیم کرلیا ہے وہ اس طرح کے لاہور سے ’’معرفت‘‘ نامی کتاب چھپی جس میں کئی رضاخانی مولویوں کی تقاریظ ثبت ہیں اس میں رضاخانیوں کا دیوبندیوں سے جو اصولی اختلاف ذکر کیا گیا ہے اس میں تحذیر الناس،براہین قاطعہ،حفظ الایمان کو تو پیش کیا گیا مگر اس جعلی فتوے کو غائب کر دیا گیا۔

رضاخانیوں کے امام المناظرین سعید اسد نے جب متکلم اسلام حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب زید مجدہ کے سامنے دیوبندیوں کے ساتھ اصولی اختلاف کی تحریر لکھی تو اس میں بھی اس فتوے کو غائب کر دیا گیا اور اس کا ذکر نہیں کیا تفصیلی ویڈیو یوٹیوب پر دیکھی جا سکتی ہے۔

شریف الحق امجدی لکھتا ہے:

’’حفظ الایمان اور براہین قاطعہ کی عبارت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کھلی ہوئی توہین ہے اور تحذیر الناس کی عبارت میں توہین کے ساتھ ساتھ ایک دینی ضروری عقیدے کا انکار صریح ہے۔۔۔۔بنا علیہ علمائے عرب،حل وحرم،ہند و سندھ نے بالاتفاق یہ فتوی دیا کہ اشرف علی تھانوی، خلیل احمد انبیٹھی،رشید احمد گنگوہی،قاسم نانوتوی مذکورہ بالا عبارات لکھنے کی وجہ سے کافر و مرتد ہیں‘‘۔

(فتاوی شارح بخاری،ج ۲ص ۴۱۰)

حالانکہ یہ امجدی صاحب کی صریح کذب بیانی ہے حسام الحرمین میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی تکفیر حفظ الایمان،براہین قاطعہ و تحذیر الناس کی عبارات کی بنیاد پر قطعاً نہیں کی گئی بلکہ ان کی تکفیر تو اس جعلی فتوے پر کی گئی جس کو امجدی صاحب یہاں غائب کر گئے۔یہ بھی یاد رہے کہ

حسام الحرمین میں تحذیر الناس کی تین عبارات پیش کی گئی تھیں جس کو امجدی صاحب نے اس فتوے میں صرف ’’عبارت‘‘ کر دیا یعنی یہ تسلیم ہے کہ ان تین عبارات میں دجل وفریب ہے کفر تو صرف ان کے زعم میں ایک ہی عبارت پر لگتا ہے۔

ایک اور عبارت ملاحظہ ہو:

’’اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ضرور چار مولویوں کو کافر کہا، جنہوں نے حضور اقدس ﷺ کی توہین کی۔ ایک **قاسم نانوتوی** کو جس نے اپنی کتاب ’’**تحذیر الناس**‘‘ میں لکھا ہے کہ اگر حضور کے زمانے میں یا حضور کے بعد کہیں اور کوئی نبی پیدا ہو جائے تو بھی خاتمیت محمدی میں کوئی فرق نہیں آئے گا آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہے گا۔ یہ حضور ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا انکار ہے۔ اور **رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد انبیٹھوی** کو کافر کہا جنہوں نے اپنی ’’**براہین قاطعہ**‘‘ میں صاف صاف لکھ دیا کہ۔۔الخ‘‘۔

(فتاویٰ شارح بخاری، ج ۳، ص ۱۵۲)

اس عبارت میں دو سیاہ ترین جھوٹ اس شخص نے بولے ایک تو جو تحذیر الناس کی طرف عبارت منسوب کی اعلیٰ حضرت نے اس بنیاد پر امام حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کو کافر کہا کوئی مائی کا لعل محض اس منسوب خود ساختہ عبارت کی بنیاد پر حسام الحرمین کی تکفیر نہیں دکھا سکتا۔

دوسرا جھوٹ پہلے سے بھی زیادہ سیاہ ہے احمد رضا خان نے حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی تکفیر معاذ اللہ براہین قاطعہ کی وجہ سے نہیں کی بلکہ ایک جعلی فتوے کی وجہ سے کی تھی۔ مگر اس آدمی نے کس قدر جھوٹ بول کر اس فتوے کو ہی غائب کر دیا آخر کیوں؟ صرف اس وجہ سے کہ انہیں بھی معلوم ہے کہ دلائل کے میدان میں اس فتوے کو کوئی مائی کا لعل ثابت نہیں کر سکتا لہٰذا کل کو اگر عوام ہمارا گریبان پکڑے اس سے پہلے ہی یہ جھوٹ پھیلا دو کہ تکفیر اس فتوے کی بنیاد پر نہیں بلکہ براہین قاطعہ کی بنیاد پر کی تھی معاذ اللہ۔ اس جعلی فتوے کو اس طرح غائب کرنا در پردہ اس بات کا اعلان ہے کہ خان صاحب جعلساز تھا۔ اس بدبخت نے اس کتاب میں حسد کی آگ میں جل کر اپنے دل کی طرح سیاہ ترین جھوٹ بولے ہیں۔ مگر ظاہر ہے کہ یہ لوگ اس حقانیت کو مسلکی تعصب کی وجہ سے اعلانیہ تسلیم کرنے سے پہلو تہی کرتے ہیں۔

اسی امجدی صاحب کی ایک اور جعلسازی ملاحظہ فرمائیں لکھتا ہے:

’’تحقیق حال کیلئے ضروری ہے کہ قاسم نانوتوی، خلیل احمد انبیٹھوی، اشرف علی تھانوی کی کفری عبارتیں ان لوگوں کے سامنے پیش کی جائیں اگر یہ ان تینوں کو کافر و مرتد مانیں تو سنی ہیں اور اگر ان کو کافر نہ کہیں اپنا پیشوا کہیں تو دیوبندی‘‘۔

(فتاویٰ شارح بخاری، ج ۲، ص ۵۰۳)

یہاں پر بھی اس جعلی فتوے کو غائب کر دیا گیا حالانکہ ان کے مذہب میں سنی ہونے کیلئے حسام الحرمین کو من وعن ماننا ضروری ہے جس میں وہ جعلی فتویٰ بھی ہے نہ کہ صرف ان تین اشخاص کی عبارات کو۔ آخر بنیادی و اصولی اختلاف کے ذکر کے ضمن میں اس بنیادی ’’فتوے‘‘ کو کیوں غائب کیا جا رہا ہے؟ صرف اس وجہ سے کہ اس کا ثابت کرنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔ مگر افسوس کہ توبہ کی توفیق ان کو اب بھی نہیں۔

حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی توبہ

ماقبل میں چونکہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی توبہ کے متعلق ضمناً ایک بات آگئی لہٰذا یہاں اس سے متعلق بھی ایک وضاحت کرتا چلوں۔ رضاخانی کہتے ہیں کہ شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے توبہ کر لی تھی اس لئے خان صاحب نے تکفیر نہیں کی۔ حالانکہ یہ بھی جھوٹ ہے اور خان صاحب کے

مرنے کے بعد حضرت چاند پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مضبوط گرفت سے اس کی گردن چھڑانے کیلئے یہ جھوٹ گھڑا گیا۔

پہلی بات تو یہ کہ رضاخانی کہتے ہیں کہ ہندوستان میں وہابیت کا سرغنہ معاذ اللہ حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ ہیں یہی وہابیت کے یہاں بانی ہیں اور دوسری طرف خود خان صاحب کہتے ہیں:

''عرض: یہ دعا کہ اللہ وہابیوں کو ہدایت کرے جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد: وہابیہ کیلئے دعا فضول ہے ثم لایعودون ان کیلئے آچکا ہے وہابی کبھی لوٹ کر نہ آئے گا اور جو ہدایت پا جائے وہ وہابی نہ تھا ہو چلا تھا''۔ (ملفوظات، حصہ دوم، ص ۲۸۶)

امجدی صاحب نے لکھا:

''عرفائے نے جو بتایا کہ اسے توبہ کی توفیق ہی نہیں ملتی وہ غیرت والا معبود یہ نہیں چاہتا کہ اس کے محبوب کی توہین کرنے والا عذاب سے بچ جائے۔ اسے عذاب جہنم میں محصور رکھنے کیلئے توبہ سے دور رکھنا ہے۔ اسے یہ گوارا نہیں کہ توہین حبیب کرنے والا اس کی رحمت سے ادنیٰ حصہ بھی پائے''۔ (فتاویٰ شارح بخاری، ج ۳، ص ۲۹۴)

جب وہابی توبہ کر ہی نہیں سکتا تو شاہ صاحب نے کیسے توبہ کر لی؟ اب یا تو خان صاحب کو کذاب مانو یا ان لوگوں کو جو شاہ صاحب کو معاذ اللہ وہابیت کا بانی کہتے ہیں۔

پھر خود خان صاحب اپنی زندگی ہی میں شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس توبہ کی تردید کر چکے ہیں۔ چنانچہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں:

''اقول: اب اس کا کیا حال ہوگا؟ جو نہ ڈرا نہ پچھتایا نہ استغفار کیا اور نہ توبہ کی اور نہ اپنی خطا کا اعتراف کیا اور ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو اس کے بعد آئے تو اسی بات پر جمے رہے اور خصومت کیلئے تیار ہوئے''۔ (المعتقد المنتقد ص ۲۵۸)

دلچسپ بات یہ کہ عبارت ''جو نہ ڈرا'' پر حاشیہ لکھا گیا: ''نجدیوں کا بڑا طاغی اسمٰعیل دہلوی'' تو خود خان صاحب لکھ رہے ہیں کہ انہوں نے توبہ نہیں کی تو بعد کے رضاخانیوں پر کیا کوئی شیطانی وحی آئی جس سے انہیں معلوم ہوا کہ خان صاحب نے توبہ کی وجہ سے تکفیر نہیں کی؟

رضاخانی کہتے ہیں کہ توبہ مشہور ہوگئی تھی۔ آخر اس توبہ کے مشہور ہونے کی دلیل کیا ہے؟ کہتے ہیں کہ فتاویٰ رشیدیہ میں کسی نے ایسا سوال کیا کہ ان کی توبہ مشہور ہوگئی تھی تو کوئی ان عقل کے اندھوں سے پوچھے کہ پہلے ''مشہور و مستفیض'' کی تعریف تو کرو۔ کیا محض ایک سائل کے غلط چیز کے متعلق سوال پر ''مشہور'' کی تعریف فٹ آتی ہے؟ حالانکہ اسی فتاویٰ رشیدیہ میں جواب میں اس بات کی تردید موجود ہے۔

یہ ضروری نہیں کہ سوال میں جو پوچھا گیا ہو وہ سچ بھی ہو چنانچہ شریف الحق امجدی سے سوال ہوا:

''عمر اپنے کو عالم دین کہتا ہے اور بغیر تصدیق کئے ہوئے دوسرے سے سن کر جو شرابی ہے سود خور ہے اس کی گواہی پر فتویٰ دیتے ہیں کہ یہ کافر ہوگیا۔ وہ مرتد ہوگیا۔ تو ایسے فتویٰ دینے والے پر شرع کا کیا حکم ہے؟ ایسے عالم سے سلام و کلام اس کے وعظ میں جانا کیسا ہے، شرع کا کیا حکم ہے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب: عمر جب عالم ہے تو یہ قطعی ہے کہ وہ بغیر یقینی شرعی ثبوت کے کسی کو کافر و مرتد نہیں کہہ سکتا، چہ جائیکہ فتویٰ دے۔ یہ سائل کی عالم کے ساتھ بدگمانی ہے۔ (فتاویٰ شارح بخاری، ج ۲، ص ۲۱۹)

یہاں اگر بدگمانی کی بنیاد پر سائل کا سوال ہی غلط ہو سکتا ہے تو فتاویٰ رشیدیہ میں پوچھا گیا سوال غلط کیوں نہیں؟

قارئین کرام! ایک اور بات بھی ملاحظہ فرمائیں امجدی صاحب یہاں کہہ رہے ہیں کہ عمر جب عالم ہے تو یہ ''قطعی'' بات ہے کہ کسی کو ''بغیر یقینی شرعی ثبوت'' کے کافر نہیں کہہ سکتا چہ جائیکہ کسی کے کفر کا ''فتویٰ'' دے۔ جب ایک آدمی عالم ہو کر کسی کے کفر کا فتویٰ نہیں دے سکتا سائل کو بدگمانی ہوگئی ہے تو خان صاحب کے سامنے جب بمبئی سے مع رد حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب جعلی فتوی چھپا اور خان صاحب تک پہنچا تو کیوں خان صاحب نے یہ نہیں کہا کہ جب ایک عالم کسی کے کفر کا فتویٰ نہیں دے سکتا تو علما کا پیشوا خود اپنے فتوے میں ''کفر'' کیسے لکھ سکتا ہے؟ آخر خان صاحب کے پاس اس فتوے کے اصل ہونے کی کیا ''شرعی یقینی دلیل'' تھی؟ کوئی رضاخانی بتلانا پسند کرے گا؟ باقی یہ بھی خان صاحب کا جھوٹ ہی ہے کہ وہ فلاں علاقے سے مع رد بارہا چھپا۔ ہمارا وجدان کہتا ہے کہ خان صاحب نے یہ جعلی فتوی خود اپنے پریس سے چھپوایا۔ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ شریف الحق امجدی اپنے حکیم الامت احمد یار گجراتی کی ایک عبارت کی توضیح میں لکھتا ہے:

''یہ کہنا کہ کبھی سچ بولنا کفر ہوتا ہے اور جھوٹ بولنا عین عبادت فی نفسہ صحیح ہے''۔

(فتاوی شارح بخاری، ج ۲، ص ۴۹۴)

تو جس مذہب میں کبھی کبھی جھوٹ بولنا عین عبادت ہے ان سے کیا بعید کہ علمائے دیوبند کو بدنام کرنے کیلئے اپنے مذہب کی اس عبادت کو سرانجام دینے کیلئے یہ جھوٹا فتوی گھڑا ہو؟

ان سطور کے لکھنے جانے کے وقت رضاخانیوں میں اپنے ہی کنز العلما ڈاکٹر اشرف آصف جلالی کے بارے میں ماحول گرم ہے کہ اس نے حضرت بی بی سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کی گستاخی کر دی ہے۔ جلالی صاحب کے یوٹیوب کے انکے آفیشل پیج پر ۲۴ جون ۲۰۲۰ کو ایک ویڈیو اپلوڈ ہوئی جس کا عنوان ہے: (یہ ویڈیو ہمارے پاس بھی محفوظ ہے)

Peer Syed Arshad Saeed Kazmi Shah Sahab Ke Khaat Par Mukhtasar Tabsara

اس میں جلالی صاحب کہتے ہیں کہ پیر صاحب کو میرے بارے میں غلط اطلاع دی گئی، پیر صاحب نے میرے بارے میں غلط بیانی سے کام لیا اور ان کے اس خط سے ہزاروں لوگ گمراہ ہوئے مگر افسوس کہ پیر صاحب نے ابھی تک رجوع نہیں کیا۔ کاظمی صاحب کا یہ خط ماقبل میں ہم نے نقل کر دیا ہے۔ اب ہمارا مدعی بھی یہی ہے کہ خان صاحب نے ایک جعلی فتوی حضرت گنگوہی پر کفر کا فتوی لگانے کیلئے تیار کیا اگر ہم بالفرض حسن ظن سے کام لیں تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس حوالے سے احمد رضا خان کے سامنے غلط بیانی کی گئی مگر افسوس کہ اپنی ضد وانا اور ڈھیٹ پن کی وجہ سے حقیقت حال معلوم ہونے کے بعد بھی نواب احمد رضا خان نے رجوع نہ کیا توبہ نہ کی اور ہزاروں رضاخانیوں کو گمراہ کیا۔

مفتی شریف الحق امجدی لکھتا ہے:

''بہت سے بدطینت اپنے اغراض فاسدہ حاصل کرنے کیلئے بزرگوں کے یہاں تقیہ کر کے نیازمند بن کے گھس جاتے ہیں جیسا کہ مجدد اعظم اعلی حضرت امام احمد رضا۔۔۔کے یہاں ایک وہابی کاتب تقیہ کر کے سنی بن کر مطبع اہل سنت میں گھس گیا تھا جس نے وصایا شریف وغیرہ میں تلبیس کی ہے''۔ (فتاوی شارح بخاری، ج ۲، ص ۸۰)

خان صاحب نے کیوں نہ سوچا کہ جیسے میرے مکتبے میں ایک وہابی میرا نیازمند بن کر میری کتب و وصایا میں تلبیس کر رہا ہے ممکن ہے کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھی ایسا کوئی رضاخانی تقیہ باز لگ گیا ہو اور اسی نے ان کو بدنام کرنے کیلئے یہ جعلی فتوی گھڑ کر ان کی طرف منسوب کیا ہو۔ مگر یہ سب تو وہ سوچے جس کے دل میں اللہ کا خوف ہو آخرت کی جواب دہی سامنے ہو جو حسد کی آگ میں اندھا ہو گیا ہو

اسے یہ سب سوچنے کی فرصت کہاں؟

مفتی شریف الحق امجدی کا ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ ہمارے یہاں (بان پور) میں کئی ماہ سے یہ مسئلہ الجھا ہوا ہے کہ (مولوی) رشید احمد گنگوہی کی جو کفری عبارتیں ہیں ان سے انہوں نے رجوع کر لیا ہے یا نہیں؟ رشید احمد گنگوہی کے متبعین حضرات کا کہنا ہے کہ وہ اپنی تمام کفری عبارتوں سے رجوع کرنے کے سلسلے میں بصورت توبہ نامہ ایک کتاب لکھ رہے تھے۔ ابھی وہ کتاب مکمل نہ ہو پائی تھی کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ بایں وجہ وہ کتاب منظر عام پر نہ آسکی۔ کیا ان متبعین حضرات کا یہ کہنا صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح نہیں ہے تو ان کے متبعین پر از روئے شرع کیا حکم نافذ ہوتا ہے؟ اور ان کے ساتھ دینی و دنیاوی تعلقات کو برقرار رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: یہ بالکل بے سروپا افسانہ ہے کہ گنگوہی نے اپنی کفری عبارت سے توبہ کر لیا ہے۔ بان پور کے اس زمانہ کے دیوبندیوں سے زیادہ واقف کار گنگوہی کے مریدین اور خلفا تھے۔ گنگوہی کے سب سے بڑے خلیفہ خلیل احمد انبیٹھی اور محمود الحسن دیوبندی تھے ان لوگوں نے کبھی اس کا اظہار نہیں کیا کہ گنگوہی نے اپنی کفری عبارتوں سے توبہ کی ہے، اگر ایسا ہوتا تو یہ سب اس کو ظاہر کرتے اس کے برخلاف ان لوگوں نے تسلیم کیا کہ یہ عبارت گنگوہی کی ہے۔ مولوی حسین احمد ٹانڈوی بھی گنگوہی کے مرید وخلیفہ ہیں۔ انہوں نے اپنے گالی نامہ الشہاب الثاقب میں براہین قاطعہ کی عبارت کو گنگوہی کی عبارت تسلیم کیا ہے۔ اس کی بے جا تاویل کی ہے۔ مگر یہ کبھی نہیں لکھا کہ انہوں نے اس سے توبہ کر لیا ہے۔ اگر گنگوہی نے توبہ کی ہوتی تو بے جا تاویل کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ صاف لفظوں میں لکھ دیتے کہ انہوں نے توبہ کر لی ہے۔ غرضے کہ یہ بالکل غلط ہے کہ گنگوہی نے اپنی کفری عبارت سے توبہ کر لی ہے۔ جو لوگ یہ جھوٹی افواہ اڑا کر گنگوہی کو کفر سے بچانا چاہتے ہیں وہ گنگوہی کو قطعاً مفید نہیں۔ نہ اس سے گنگوہی کفر سے بچے گا"۔

(فتاوی شارح بخاری، ج ۳ ص ۱۹۹، ۲۰۰)

تو اگر شاہ صاحب نے توبہ کر لی ہوتی تو ان کے مریدین وخلفا اس کو جانتے بلکہ سب سے پہلے فضل حق خیر آبادی جانتے اور اپنے فتوے سے رجوع کرتے نہ کہ خان صاحب کے مرنے کے بعد "جھوٹی افواہ" کو مشہور کا نام دے کر ہر گز توبہ کا قول ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

یہی امجدی صاحب لکھتے ہیں:

"میرا یہ ذاتی تجربہ ہے کہ عوام اپنی من مانی باتوں کو متوفی علما کی طرف منسوب کر دیتے ہیں"۔

(فتاوی شارح بخاری، ج ۳ ص ۸۱)

تو اس عبارت کی روشنی میں رضاخانی ثابت کریں کہ جس توبہ کا تمہیں دعوی ہے اس کی واقعی کوئی حقیقت ہے۔ اور رضاخانی عوام کی اپنی من مانی ہوئی بات نہیں جو شاہ صاحب کی طرف منسوب کر دی گئی۔

خلاصہ کلام: یہ کہ علمائے دیوبند کی یہ عبارات بالکل بے داغ ہیں خود رضاخانی اکابر وعلما ومشائخ نے ان عبارات کا دفاع کیا اور خان صاحب کے فتوے کو رد کیا۔ حسام الحرمین میں ایک جعلی کفری فتوی حضرت امام ربانی مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کیا گیا۔ یہ سب کچھ علمائے دیوبند سے حسد، تعصب اور ان کی ضد میں کیا گیا۔ اس سے علمائے دیوبند کا تو الحمد للہ آج تک بال بھی بیکا نہ ہوا مگر خود خان صاحب کا انجام کیا ہوا؟ شریف الحق امجدی کی زبانی ملاحظہ ہو:

"کسی مسلمان کی طرف کفر کی نسبت بھی کفر ہے اس لئے کہ یہ اس کے کافر بنانے کے مترادف ہے اور حدیث میں ہے من قال لاخیہ یا کفر فقد باء بھا احدھما جس نے کسی اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہا تو یہ ان دونوں میں سے ایک کی طرف لوٹ گیا"۔

(فتاوی شارح بخاری، ج ۲ص ۴۹۳)

"کفر کا بہتان بھی کفر ہے"۔(فتاوی شارح بخاری، ج ۲ص ۲۱۰)

اسی حوالے سے ایک اور طرز ملاحظہ ہو

ہم نے دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد دوم میں باحوالہ ثابت کیا کہ رضاخانیوں نے اپنے ہی مندرجہ ذیل افراد پر کفر کے فتوے لگائے:

(۱) آل انڈیا سنی کانفرنس کے پانچ ہزار علماء
(۲) پیر جماعت علی شاہ
(۳) عبدالعلیم میرٹھی
(۴) محدث اعظم سید محمد کچھوچھوی
(۵) علما بدایوں ورامپور
(۶) اشرف سیالوی
(۷) غلام نصیر الدین سیالوی ابن اشرف سیالوی
(۸) احمد علی سندیلوی
(۹) عبدالرزاق بھترالوی
(۱۰) سعید احمد اسد فیصل آبادی
(۱۱) پیر افضل قادری
(۱۲) الیاس عطاری
(۱۳) حاجی بلال رضا قادری
(۱۴) پیر سیف الرحمن و جماعت سیفیہ
(۱۵) پیر محمد چشتی بمع ٹبر
(۱۶) پیر کرم شاہ بھیروی بمع ٹبر
(۱۷) شاہ احمد نورانی
(۱۸) شاہ تراب الحق قادری
(۱۹) سارادارالعلوم امجدیہ
(۲۰) اختر رضا خان ازہری

(۲۱) ضیاء المصطفیٰ

(۲۲) حسن علی رضوی

(۲۳) مفتی غلام سرور قادری

(۲۴) برہان الحق جبلپوری

(۲۵) ان کے والد عبد السلام جبلپوری

(۲۶) مسلم لیگ کی تمام قیادت وحمایتی

(۲۷) اسی طرح سابقہ رضاخانی سربراہ اختر رضاخان قادری ازہری پر خود ان کے اپنے بھائی نے کفر کا فتوی لگایا چنانچہ رضاخانی شیخ الاسلام ہاشمی میاں مدنی لکھتے ہیں:

''ان کے برادر گرامی علامہ ریحان رضاخان صاحب سجادہ نشین ومتولی خانقاہ رضویہ بریلی شریف اپنی حیات ظاہری میں ہی ان کی تکفیر کر چکے ہیں۔اور تکفیر بھی چھپ کر نہیں بلکہ چھاپ کر کی ہے اور وہ گھر کا بھی ہے استاذ بھی ہے اور حقیقی بڑا بھائی بھی ہے، آخر کچھ تو ازہری صاحب نے کیا ہوگا تکفیر کوئی معمولی بات نہیں ہے جسے ہنسی میں اڑادیا جائے ہمیں اختر رضاخان کو قریب سے پہچاننا ہوگا ان کی فتنہ سامانیوں سے امت کو بچانا ہوگا ان کی بے باکیوں پر پابندی لگانی ہوگی ان سے صرف جھاڑ پھونک اور سرمہ انگوٹھی کا کام کروانا ہوگا ورنہ اہلسنت کا وقار ان کی وجہ سے خطرے میں پڑ سکتا ہے۔

(لفظ کمل، ص، ۳۴،۳۵، دارالسلام ٹرسٹ درگاہ شریف کچھوچھا، مارچ ۱۹۹۳)

مولانا خوشتر نورانی بریلوی اس حقیقت کو یوں بیان کرتا ہے:

''مولانا اختر رضاخان ازہری، مولانا ریحان رضاخان ریحانی میاں (متولی وسجادہ نشین درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی) کے سگے چھوٹے بھائی تھے مگر دونوں میں درگاہ کی تولیت وجانشینی واقتدار کے مسائل پر شدید اختلافات تھے یہ اختلافات مولانا مصطفیٰ رضاخان بریلوی کے وصال (۱۹۸۱ء) کے بعد زیادہ شدید ہو گئے یہاں تک کہ رحمانی میاں نے مولانا ازہری میاں کی تکفیر بھی کی اور انہیں ''رضا مسجد بریلی'' کی امامت سے معزول بھی کر دیا تھا۔(بحوالہ مکتوب اختر رضاخان بنام ریحان رضاخان، ۵ رمضان ۱۴۰۲ھ)''۔

(بریدمشرق،ص ۲۲۵)

اندازہ لگائیں جو لوگ محض ایک ''گدی'' کے حصول و''مزار پر قبضہ'' کیلئے اپنے ہی بھائی کو کافر ومرتد قرار دے کر انہیں اپنے ہی شہر کی مسجد سے دھکے دے کر نکال دیتے ہیں ان لوگوں کے دادا نواب احمد رضاخان نے انگریز سے مال ودولت اور دنیا کے حصول کیلئے کیا کچھ علمائے اہل سنت دیوبند کے ساتھ کیا ہوگا؟

مزید ان کے داعی اہلسنت سجادہ نشین کچھوچھ شریف کی طرف سے یہ انکشاف ہوتا ہے کہ اختر رضاخان پر خود ان کے بھائی نے اس طرح کفر کا فتوی لگایا تھا:

''مولوی بھورے خان (مراد اختر رضاخان ہے برص کی بیماری کی وجہ سے چہرہ سرخ وسفید تھا۔ساجد) میں حوصلہ تھا تو اپنی صفائی دیئے جاتے کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں مولوی اختر رضاخان جو یہاں لاکے بٹھائے گئے تھے جن پر قلعی اور پالش کی گئی تھی پاپچی چڑھایا گیا تھا نکل گیا

تھا گولڈن کر کے دکھایا گیا تھا انہوں نے ایک پوسٹر چھاپا ہے اور اپنے بھائی سے کہا ہے مولوی ریحان خان سے چند سوالات اس پوسٹر میں لکھا ہے اپنے بھتیجے سے کہا ہے کہ آپ نے مفتی اعظم کے چالیسواں کے موقع پر اور ۲۹ شعبان کو رضا مسجد میں مغرب کے وقت جب مسجد بھر رہی تھی مجھے کافر کہا مجھے کافر کہا اور یہ کہا ہے تیری بیعت ختم، تیری بیعت بھی فسخ تیرا ایمان بھی ختم، کھڑا ہو گیا، چوبیسواں ہو گیا، تو بھی بے ایمان ہو گیا۔ یہ بڑے بھتیجے نے کہا ہے اختر رضا خان کو اور اختر رضا خان نے چھاپا ہے"۔

(سنئے کچھوچھوی مذہب سے انوکھے نور کی برسات، ۱۲، از مولانا سید محمد حسینی اشرفی، شایع کردہ مکتبہ ماہنامہ سنی آواز دار العلوم امجدیہ)

مزید انکشاف ہوتا ہے:

"میں تمام رضویوں سے کہوں گا کہ وہ ایسے شخص کو پیشوا نہ بنائیں جس کو اس کے بڑے بھائی نے کافر کہا ہے اور میں نے اپنے اخبار میں چھاپ دیا ہے کہ پہلا یزید حضرت معاویہ کا بیٹا ہے جسے بعض مسلمانوں نے کافر کہا ہے بعض نے مسلمان کہا اور تیسرا یزید اختر رضا خان بریلوی ہے جسے اس کے سگے بڑے بھائی نے کافر کہا اور کچھ لوگ مسلمان بھی کہتے ہیں جسے کچھ مسلمان کہیں کچھ کافر کہیں ایسا شخص یزید ہوتا ہے"۔

(سنئے کچھوچھوی مذہب سے انوکھے نور کی برسات، ۱۳، ۱۴، از مولانا سید محمد حسینی اشرفی، شایع کردہ مکتبہ ماہنامہ سنی آواز دار العلوم امجدیہ)

شاہزادہ کچھوچھ شریف کی طرف سے اختر رضا خان پر جو فتوی صادر ہوا وہ ایک رضا خانی کے قلم سے ملاحظہ ہو:

"ازہری صاحب جاہل، گستاخ، کاذب، سفید ریچھ، کافر، یزید اور غلیظ ہیں"۔

(سنئے کچھوچھوی مذہب سے انوکھے نور کی برسات، ۱۵، از مولانا سید محمد حسینی اشرفی، شایع کردہ مکتبہ ماہنامہ سنی آواز دار العلوم امجدیہ)

کچھوچھ شریف سے ملنے والے اختر رضا خان کو القابات پڑھیے اور شرم وحیا کا ماتم کیجئے:

"علی کے شیروں پر سفید ریچھوں (مولینا اختر کو ترجیح دی جاری ہے)۔

(مولینا اختر رضا کو یزید پر باطل قیاس کر کے) یزید کو یزید کے کردار کی روشنی میں دیکھنا ہی اسلام و شریعت کا تقاضا ہے۔

۳، مولینا اختر رضا خاں صاحب کی تخریب کاریاں۔

مولینا اختر رضا کو ان کا اصل چہرہ دکھانا۔

مولینا اختر جس لائق ہیں وہیں رکھنا۔

مولینا اختر کی حماقتیں۔

(ازہری صاحب تحفہ نور کی گالیاں پڑھ کر) اپنی ذات وصفات کو آسانی سے پہچان لیں گے۔

اعلیٰ حضرت پاخانہ میں جا کر حقہ پئیں تو کیا ہم بھی پاخانے میں جا کر حقہ پئیں۔

مولینا اختر رضا خاں جیسا لغویات کا مجرم۔

بھورے خاں فارسی سے بھی جاہل عربی سے بھی جاہل۔

مولوی بھورے خاں نے ایک لفظ بولا ہے۔

ذرا سا بھور یہ فرقہ کے لوگ بتائیں۔

(مولینا اختر) کیا گھاس چھیل کر آئیں۔

اختر رضا خان کبھی اپنے آپ کو رضوی نہیں لکھتا، رضوی لکھتے ہوئے کیا موت آتی تمہیں۔
(مولینا اختر رضا خان) اتنا بڑا جاہل۔
یہ سب پھٹکار ہے بزرگان دین کی توہین کرنے کی۔
یہ مولوی بھورے خاں صاحب جو آئے یہ اپنی طبعیت میں انتہائی گستاخ جری ہیں۔
یہ بعد والے خالی ناچتے پھرتے ہیں۔
کیوں نہیں ملاتا بریلی سے اپنا جوڑ۔
تو یہ ہیں کیا؟ چوں چوں کا مربہ۔
جس جاہل (مولینا اختر رضا خان) کو عربی بھی نہ آتی ہو۔
مرغی کے انڈے سے مرغی کا بچہ پیدا ہوتا ہے۔
اس بھوریہ فرقہ نے کیا اڑایا۔
جھوٹ بولتے پھر رہے ہیں۔
بریلی میں سفید ریچھ کا تماشا۔
مولینا اختر رضا خاں پر قلعی کی گئی تھی۔
۔۔۔۔پالش کی گئی تھی۔
۔۔۔۔نکل کیا گیا تھا۔
۔۔۔۔کو گولڈن کر کے بتایا گیا تھا۔
مولینا اختر جیسے کافر سے بیعت کرنا۔
۔۔۔۔کافر کے سپرد مسلمانوں کو کرنا۔
۔۔۔۔گندے کو تاجدار اہلسنت کہہ رہے ہو۔
مفعول ہے لڑکوں سے برا کام کراتا ہے۔
تیسرا یزید اختر رضا خاں بریلوی ہے۔
پہلے (مولینا اختر) اپنے آپ کو مسلمان ثابت کریں۔
تمہیں (مولینا اختر) کو شرم آنی چاہیے۔
(مولینا اختر رضا خاں) ازہری جاہل ہیں۔۔
۔۔۔گستاخ ہے۔
۔۔۔کاذب جھوٹا ہے۔
۔۔سفید ریچھ ہے۔

۔۔۔کافر ہے۔
(مولینا اختر رضا خاں) یزید ہے۔
۔۔۔غلیظ ہے۔
مفتی شریف الحق (صاحب) جہلا میں شریک ہو گئے (یہ نقل ہے کملی کی)۔
ورنہ کملی میں کھلے طور پر جاہل کہا ہے۔
کفر و بدکاری میں گرا پڑا اختر رضا۔
اختر رضا خان نہ کفر کریں نہ بدفعلی کریں۔
(میرے لیے) پوری بے غیرتی۔
اختر رضا خاں دین وسنیت کا دشمن۔
(نئے کچھوچھوی مذہب سے انوکھے نور کی برسات، ص ۲۹ تا ۳۱)

(۲۸) اسی طرح ابھی حال ہی میں ڈاکٹر اشرف آصف جلالی پر کثیر رضاخانیوں نے حضرت بی بی فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالی عنہا کی شان میں گستاخی کرنے کا فتوی لگایا۔

(۲۹) رضاخانی حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی صاحب کے متعلق رضاخانی فقیہ النفس مفتی شریف الحق امجدی یہ انکشاف کرتے ہیں کہ ان پر ایک ''بہت بڑے مستند مرجع فتاوی شخصیت'' نے کفر کا فتوی لگایا۔ (فتاوی شارح بخاری، ج ۳ ص ۳۱۸)

(۳۰) ماقبل میں کئی فتوے رضاخانی کنز العلماء ڈاکٹر اشرف آصف جلالی کے متعلق ہم نقل کر آئے ہیں۔

(۳۱، ۳۲، ۳۳) رضاخانی شیخ الاسلام لکھتا ہے:

''یہی وجہ ہے کہ جب ازہری صاحب اور ان کے چند ہمنواؤں نے امام احمد رضا خان فاضل بریلوی، علامہ نقی علی خان محقق بریلوی، صدر الافاضل اور صدر الشریعہ کے خلاف فتوی دیا تو غیرت ہاشمی جوش میں آ گئی اور اس آل غوث اعظم نے قلم اٹھالیا تا کہ اکابر کی عزت وآبرو کو مولانا اختر رضا خان کی مصری چالوں سے بچایا جاسکے''۔ (لفظ کملی ص ۳۵، ۳۶، دار السلام ٹرسٹ درگاہ شریف کچھوچھا، مارچ ۱۹۹۳)

ازہری نے ان پر کیا فتوے لگائے خود ہاشمی کی زبانی ملاحظہ ہو:

''خطا کار، گناہ گار، حرام کار، مجرم''۔ (لفظ کملی، ص ۶۷، دار السلام ٹرسٹ درگاہ شریف کچھوچھا، مارچ ۱۹۹۳)

(۳۴) یہی رضاخانی شیخ الاسلام رضاخانی مفتی اعظم ہند مصطفی رضا خان پر مفتی اعظم ہند اختر رضا خان ہی کا فتوی نقل کرتا ہے:

''مفتی اعظم ہند علامہ مصطفی رضا خان بریلوی نے اپنے کلام میں سرکار مخدوم صابر پاک رضی اللہ تعالی عنہ کیلئے گوسیاں سیاں، صورتیا، اٹریاں، پیاں، اور بیاں جیسے کلمات تصغیر استعمال کئے ہیں۔ لہذا اگر مفتی اعظم ہند نے مذکورہ کلمات تصغیر سرکار صابر پاک کیلئے بطور تحقیر استعمال کئے ہیں تو مولانا مصطفی رضا خان کافر ہیں۔ اور اگر بطور محبت استعمال کئے ہیں تو مولانا مصطفی رضا خان سخت ممنوع وحرام کے مرتکب ہوئے''۔ اب دیکھنا ہے کہ ازہری صاحب کے بازار میں جیت کس کی ہوتی ہے؟ طبعیت کی یا شریعت کی؟''۔
(لفظی کملی ص ۶۵، ۶۶، دار السلام ٹرسٹ درگاہ شریف کچھوچھا، مارچ ۱۹۹۳)

(۳۵) بریلوی نقیب اہل سنت ،داعی رضویت علامہ سید محمد شاہ حسینی نے اپنے ہی اس رضاخانی شیخ الاسلام اور اس کے پورے سلسلہ کچھوچھ کو کافر و مرتد کہا جس کا انکشاف رضاخانی رئیس القلم علامہ ارشد القادری یوں کرتا ہے:

''اصحاب کچھوچھ کے خلاف بہت ساری شکایات والزامات کے باوجود اب تک مستند علما اہلسنت کی طرف سے ان کے خلاف کفر و ارتداد کا کوئی فتوی صادر نہیں کیا گیا لیکن تازہ شمارے کے صفحہ ۱۶ پر ہاشمی میاں،اظہار میاں کے نام پر''ع'' کا نشان لگا کر نیچے حاشیہ میں آپ نے تحریر فرمایا ہے:

''کسی گمراہ و مرتد کو قابل تعظیم الفاظ سے یاد کرنا یا لکھنا مسلک اعلی حضرت کے خلاف ہے یہاں نقل عبارت مقصود ہے''۔

حاشیہ کی اس عبارت سے متبادر ہوتا ہے کہ آپ ان حضرات کو کافر و مرتد سمجھتے ہیں''۔

(برید مشرق ص ۴۵۳)

محشی لکھتے ہیں:

ٹی وی اور ویڈیو کے جواز وعدم جواز پر اشرفی اور رضوی نزاع میں دونوں جانب سے جو حضرات سرگرم تھے ان میں مذکوہ رسالے کے ایڈیٹر بھی شامل تھے موصوف نے''رضوی کیمپ'' کی نمائندگی فرماتے تھے اور کچھوچھ کے بعض صاحبان علم وفضل کی تکفیر وارتداد کے قائل تھے''۔(برید مشرق ص ۴۵۴)

اب ہمارا سوال

سوال یہ ہے کہ یہ جو آپ کے رضاخانی اکابر نے کفر کے فتوے جاری کئے یہ درست ہیں یا نہیں؟ اگر درست ہیں تو کیا آپ ان کی تو بہ شرعی جو رضاخانی اصولوں کے مطابق ہو ثابت نہ ہونے تک ان کو مرتد کافر دائرہ اسلام سے خارج مانتے ہیں؟ اگر ہاں تو اس کا واضح دوٹوک اعلان اب تک کیوں نہیں ہوا؟

اگر نہیں اور آپ سمجھتے ہیں کہ یہ فتوے درست نہیں تو جس طرح یہ فتوے درست نہیں ان کا کوئی اعتبار نہیں تو یہی ہم کہتے ہیں کہ خان صاحب کے جس''باغ تکفیر'' کی یہ''مولیاں'' ہیں اس باغ کے''ناتجربہ کار مالی'' خان صاحب بریلوی کے فتووں کا بھی کوئی اعتبار نہیں۔اور خان صاحب کی طرف سے بریلی میں نصب کی گئی''کفر ساز توپ'' کے چلے ہوئے جیسے یہ''گولے'' ناکارہ ہیں ویسے ہی اہل حق کے کیمپ پر کی گئی گولہ باری کا بھی کوئی اعتبار نہیں۔

یہی تو کھلی منافقت ہے کہ خان صاحب بریلوی اور ان کے ماننے والے علمائے دیوبند پر کفر کے فتوے لگائیں تو وہ معاذاللہ منزل من اللہ ہوجائیں اس کو تسلیم نہ کرنے والا کافر اور خود خان صاحب سمیت اس کے اذناب اپنے ہی مولویوں پر کفر کے فتوے لگائیں تو وہ سب کالعدم؟؟!!!۔اس منافقت کا اندازہ اس سے لگائیں کہ ان کا ہر چھوٹا بڑا رضاخانی مولانا حشمت علی رضوی کی''الصوارم الہندیہ'' کو اٹھا کر اپنے ناخواندہ حواریوں کو کہے گا دیکھو ان دیوبندیوں پر دوسو ہندوستانی علما نے کفر کے فتوے لگائے مگر اسی حشمت علی رضوی نے جب اپنے علما پر کفر کے فتوے کی مشین گن''ستر باادب سوالات'' کے نام سے شایع کی تو اسے''حیض کے چھیتڑوں'' کی طرح چھپا کر رکھا ہوا اس کتاب کو ہم نے کن کٹھن مراحل کے بعد دریافت کیا اس کی تفصیل دفاع جلد دوم کے مقدمہ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

ان کے فتوے نفس پرستی پر مشتمل ہیں

مولانا اختر رضا خان ازہری رضاخانی اور ہاشمی میاں رضاخانی کے درمیان جب اختلاف شدت اختیار کر گیا اور نوبت کفر وارتداد تک پہنچ گئی تو رضاخانی علامہ ارشد القادری نے مصالحت کی کوشش شروع کر دی وہ ہاشمی میاں کا قول اپنے خط میں اس طرح نقل کرتے ہیں:

''بیشک آپ کے بڑے بھائی سے فون پر میری گفتگو ہوئی تھی اور وہ بس اسی قدر تھی کہ میرے اور ازہری صاحب کے درمیان نہ تو عقائد ونظریات کا جھگڑا ہے، نہ معمولات اہل سنت کا صرف نفس بد کی کرشمہ سازی ہے۔ آپ پیر ومرشد ہیں، خانقاہ سے مربوط ہیں۔ آیئے! جس میں موٹانس پائیں، دبا دیجئے۔۔۔۔۔ ہاشمی صاحب! انصاف سے بتائیے کہ فون پر آپ کی یہ گفتگو مصالحت کے لیے نہیں تھی تو کس بات کے لیے تھی؟ اور جہاں تک ''نفس بد'' کی کرشمہ سازی کا سوال ہے تو اس کے ثبوت کے لیے وہ کتابیں بہت کافی ہیں، جن میں گالیوں کے ساتھ ساتھ علامہ ازہری کو یزید اور کافر تک آپ حضرات نے لکھا ہے''۔

(بریدمشرق،ص ۴۴۸)

اندازہ لگائیں کہ شیخ الاسلام خود اقرار کر رہا ہے کہ میں نے کسی معمولی آدمی کو نہیں اپنے مسلک کے سب سے بڑے مولوی اپنے مسلک کے بانی کے پوتے کو کسی اصولی مسئلہ سے اختلاف یا ضروریات دین کے انکار کی وجہ سے نہیں بلکہ صرف اپنے ''مٹے نفس'' اور ''نفس بد'' کی وجہ سے نہ صرف ''کافر و یزید'' کہا بلکہ موٹی موٹی گالیاں دی ہیں۔ یہی ہم کہتے ہیں کہ جب شیخ الاسلام کا یہ حال ہے تو کیا گارنٹی ہے کہ آپ کا ''امام اہلسنت احمد رضا بریلی'' اپنے ''موٹے نفس'' سے مجبور ہو کر منہ بھر بھر کر علمائے دیوبند کو گالیاں نہ دیتا اور تکفیر نہ کرتا؟ غرض یہ نفس کے بندے نفس کے پجاری ہیں ان کے بڑے چھوٹوں کے فتووں کا کوئی اعتبار نہیں اور یہی نفس پرستی ہے کہ علمائے دیوبند کی طرف سے ہر طرح سے ان کفریات سے برات کے باوجود بھی آج بھی یہی کہا جا رہا ہے کہ نہیں تم نے کفر کیا ہے مانو کے تم کافر ہو کیونکہ ہم نے تمہیں کافر کہہ دیا۔

نفس پرستی کی اسی بیماری کی وجہ سے ان لوگوں نے معمولی معمولی اختلاف پر شرم وحیاء کو کس طرح بالائے طاق رکھا ہوا ہے اس کا اقرار خود ایک رضاخانی کے قلم سے ملاحظہ ہو:

''بریلی اور کچھوچھہ کے درمیان میں ویں صدی کی آٹھویں دہائی تک سب ٹھیک تھا۔ ۸۰ء کے دہے میں مولانا سید محمد مدنی میاں کچھوچھوی نے ویڈیو گرافی اور ٹیلی ویژن کی بڑھتی مقبولیت، کثرت استعمال اور دعوت وتبلیغ کے لیے اس کی اہمیت وہمہ گیریت کے پیش نظر شرعی نقطہ نظر سے تحقیق کی جس کے نتیجے میں انھوں نے کچھ شرطوں کے ساتھ ویڈیو گرافی اور ٹیلی ویژن کے استعمال کو جائز قرار دیا اور پھر اپنی اس تحقیق کو قلم بند کر کے مولانا اختر رضا خان ازہری کے پاس ان کی رائے جاننے کے لیے بریلی بھیج دیا۔ ہندوستان میں بریلوی کتب فکر کے لوگ فوٹو اور ویڈیو گرافی کے عدم جواز کے سختی سے قائل تھے۔ مدنی میاں کی تحقیق جب ازہری صاحب کو ملی تو انھوں نے اس تحقیق پر آپسی تبادلہ خیال کرنے کی بجائے (جیسا کہ مدنی میاں چاہتے تھے) اپنے رسالہ ماہ نامہ سنی دنیا میں اس کو شائع کر دا دیا۔ اور اس کے بعد اس تحقیق کے رد میں ''سنی دنیا'' کے شمارہ نومبر، دسمبر ۱۹۸۵ء اور جنوری ۱۹۸۲ء میں اپنا تفصیلی مضمون شائع کر کے اس مسئلے کو عوام کی عدالت میں پیش کر دیا۔ یہاں سے کچھوچھا اور بریلی کے درمیان فوٹو اور ویڈیو گرافی کے جواز اور عدم جواز پر تحریری جنگ کا آغاز ہوا۔ ابتدا میں یہ علمی مسئلہ مدنی میاں اور ازہری میاں کے درمیان تھا، اس کے بعد دونوں جانب سے اپنے اپنے ممدوح کی حمایت میں عقیدت

مند علما کی فوج کھڑی ہوگئی اور یہ مسئلہ شریعت سے او پرانا کرانا اور عزت و آبرو کا مسئلہ بن گیا۔ اس جنگ میں دونوں جانب سے سیکڑوں کی تعداد میں مضامین اور کتابیں شائع کی گئیں، جن میں شریعت، شرافت، تہذیب اور انسانیت کو بالائے طاق رکھ دیا گیا۔ ایک دوسرے کی تکفیر تفسیق و تذلیل کی گئی۔ پاک باز خواتین کی چادر عصمت کو سر عام تار تار کیا گیا۔ سادات کے حسب و نسب پر حملے کیے گئے۔ اسلاف اکابر علما کی پگڑیاں اچھالی گئیں اور مشائخ کی قباؤں کے ٹانکے ادھیڑے گئے۔ کچھ عرصے کے بعد اس جنگ کے شعلے مذہبی جلسوں تک پہنچ گئے جہاں مذہبی خطیبوں نے مادر زاد ننگے ہو کر عوام کے سامنے اپنی تہذیب و شرافت کا اشتہار کیا۔ چند برسوں کے بعد اس جنگ میں عوام اور مریدین کی جماعت بھی کود پڑی اور اس کی آنچ ہندوستان سے نکل کر دنیا کے مختلف خطوں تک پہنچ گئی عوام نے بھی ثواب دارین کی نیت اور جذبے سے اپنے پیروں اور علما کی قیادت میں اس جنگ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا انگلیوں پر گنے جانے والے چند علماء کو چھوڑ کر پوری جماعت دو حصوں میں بٹ گئی تھی''۔

(برید مشرق، ص۲۹۶،۲۹۷)

قارئین کرام! آپ نے رضاخانی گھناونی ذہنیت کا خوب تجزیہ کرلیا ہوگا کہ محض ایک فرعی مسئلہ پر اپنے ہی مسلک کے مستند عالم نے اپنی ایک رائے تبصرے کیلئے خان صاحب بریلوی کے پوتے کو بھیجی اور اس نے اپنے دادا کی نفسیات پر عمل کرتے ہوئے اس مسئلہ کو انا کا مسئلہ بنا کر رد و قدح شروع کر دیا اور یہ معمولی مسئلہ اس قدر اختلافی بنا دیا گیا کہ شرافت و تہذیب بھی شرما گئی، عورتوں کی عزت و آبرو کو تار تار کیا گیا اور اپنے ہی جماعت کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔

اندازہ لگائیں کہ جن لوگوں نے ایک فرعی مسئلہ میں اپنی ہی جماعت کو دو حصوں میں تقسیم کر کے شرافت و تہذیب کو ننگا کر دیا اپنے ہی گھر کی عورتوں کی چادروں کو نوچ ڈالا انہوں نے علمائے دیوبند کے ساتھ ''ناموس رسالت ﷺ'' کے نام پر کیا کچھ کیا ہوگا؟ حقیقت یہ ہے کہ خان صاحب اور اس کی نفس پرست ذریعت نے بھی محض اپنے موٹے نفس کو تسکین اور انگریز کے ڈالروں کو حلال کرنے کیلئے اہلسنت کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کیا شرافت و تہذیب اور اختلاف کے تمام اصولوں کو تار تار کیا۔

بس یہی ہم آپ کو سمجھانا چاہتے ہیں کہ دیوبند بریلی کا مسئلہ کوئی علمی و اصولی مسئلہ یا اختلاف نہیں بلکہ ''بریل'' کے ''موٹے نفس'' کی تسکین اور ''شرافت و تہذیب'' کا مسئلہ ہے۔ جس دن بریلی علماء نے شرافت و تہذیب کا دامن تھام لیا نفس شیطانی پر قابو پا کر اسے سمجھا دیا کہ کل بروز قیامت اس کا جواب بھی دینا ہے بس اسی دن یہ اختلاف حل ہو جائے گا۔

لطیفہ: فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں:

''میرے بھائیو! ایک بات یہاں اور بھی سمجھ لیجئے کہ یہ اژدہام اور بھیڑ سواد اعظم اہل سنت ہی کی ہوگی اور اگر سواد اعظم ہی کو مشرک و بدعتی اور گمراہ کہہ دیا جائے تو غور فرمالیجئے کہ اتنی بڑی جنت اور اس کے اتنے بڑے دروازے یہ کثرت ہجوم اور بھیڑ کیا ان مٹھی بھر لوگوں سے پیدا ہو سکے گی جن سے ان کی اپنی چھوٹی چھوٹی مسجدیں بھی پر نہیں ہو سکتیں؟''۔ (شرح حدائق بخشش، ج ۴، ص ۳۷۵)

رضاخانیو! یہی سوال ہمارا تم سے ہے اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند احناف، اہلحدیث، جماعت اسلامی وہ پہلے تمہارے نزدیک معاذ اللہ کافر و ابدی جہنم کے مستحق ہیں معاذ اللہ۔ جو خان صاحب کی تعلیمات پر نہیں وہ گمراہ۔ باقی پوری دنیا میں مسلمان بچے تم، اور تم بھی ایک دوسرے پر کفر و گستاخی کے فتوے لگا کر کافر ہو چکے ہو تو آخر اس جنت میں جائے گا کون؟

باقی اویسی صاحب کی یہ کذب بیانی کہ ان سے تو اپنی چھوٹی چھوٹی مسجدیں نہیں پر کی جاتی اس کے منہ توڑ جواب کیلئے میری کتاب ''نواب احمد رضاخان فاضل بریلوی حیات، خدمات و کارنامے'' کا آخری باب ملاحظہ فرمائیں کہ نمازی وعبادت گزار کس کے پاس ہیں اور مسجدیں کس کیلئے ترس رہی ہیں؟۔

کفر کے فتووں کے بارے میں رضاخانیوں کی بے احتیاطی کا ثبوت رضاخانی کتب سے

اس بات کا اقرار خود رضاخانیوں کو بھی ہے کہ ہمارا فرقہ کفر کے فتووں میں جلد باز اور بے احتیاط ہے۔ان کے ہاں اختلاف کس طرح پیدا کیا جاتا ہے اور کسی کو گستاخ رسول ﷺ، نبوت وانکار نبوت کے الزامات اور کفر کے گھاٹ کس طرح اتارا جاتا ہے اس کا ایک نمونہ ماقبل کی تحریر میں آپ نے ملاحظہ فرمالیا اب اس پر ایک اور شہادت رضاخانی شیخ الحدیث مولانا عبدالرزاق بھترالوی کے اس ہوشربا انکشاف سے ملاحظہ ہو:

''سوال: جب مولانا محمد اشرف سیالوی صاحب کے عقائد یہ ہیں جو اکابر اہلسنت کے ہیں تو آپ کی کتاب تحقیقات کی مخالفت کیوں؟ آپ کو کافریوں یا گستاخ رسول کیوں کہا جارہا ہے؟

جواب: آپ سے اختلاف کرنے والے چند گروہ ہیں۔

(۱) پیر نصیر الدین گولڑوی رحمہ اللہ کے مریدین کا اختلاف۔ان کا اختلاف کیوں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک مسئلہ میں حضرت مولانا عطاء محمد بندیالوی رحمہ اللہ کے عرس پر استاذی المکرم کا ان سے دوران تقاریر اختلاف ہوا۔دونوں بزرگوں کے مشیر بے تدبیر تھے۔ابتدا پیر صاحب نے کی۔اپنے رسالہ میں استاذی المکرم کے خلاف سخت الفاظ استعمال فرمائے۔ادھر استاذی المکرم کو بھی اس قسم کے مشیر مل گئے آپ کی طرف سے جوابی کاروائی شروع ہوگئی۔۔۔۔۔استاذی المکرم کا پیر نصیر الدین رحمہ اللہ کا نام لے کر تحریر میں مخالفت کی وجہ سے پیر صاحب کے معتقدین کی مخالفت کی وجہ تو بہت واضح ہے انہوں نے تو بغیر کسی تحقیق کے کہ کس کی بات صحیح ہے، مخالفت شروع کردی۔ادھر پیر صاحب استاذی المکرم کا نام لیکر مخالفت کررہے تھے۔استاذی المکرم کے شاگرد اور پیر صاحب کے گھریلو تنازع کی وجہ سے ان کے مخالفین ان کے خلاف محاذ قائم کر بیٹھے۔نقصان دونوں بزرگ ہستیوں کا ہوا کہ پیر صاحب کو بھی لوگ وہابی کہنے لگے اور استاذی المکرم کو بھی گستاخ مصطفی کریم ﷺ کا درجہ دے دیا''۔(ارفع الدرجات، ص ۱۲، ۱۳)

ایک دوسرے کو وہابی وگستاخ عام لوگوں نے نہیں بلکہ جید بریلوی اکابر ومشائخ نے کہا جس کا ریکارڈ ہم وقتاً فوقتاً اپنی اس کتاب 'دفاع' کی سابقہ جلدوں میں بھی دیتے رہے اور ہمارے پاس محفوظ بھی ہے۔بہر حال آپ حضرات اس سے اندازہ لگائیں کہ دونوں پیر نصیر الدین صاحب اور سیالوی صاحب کوئی معمولی لوگ نہ تھے اس مسلک کے جید اکابر ومشائخ میں ان کا شمار ہوتا ہے ان کے نام پر یہ لوگ ناز کرتے ہیں مگر ان کا یہ حال ہے کہ ایک تقریر پر تنازعہ کھڑا ہوا گھر کا جھگڑا تھا اور مشیروں کی کارستانیوں کے سبب ایک دوسرے کو وہابی وگستاخ رسول ﷺ تک بنادیا۔

سوال یہ ہے کہ احمد رضاخان بریلوی بھی تو کوئی معاذ اللہ وقت کا نبی نہ تھا بشر وانسان تھے ان پر تعصب وتکبر اور تکفیر میں جلد باز ہونے کی صفات سے متصف ہونے کی فرد جرم خود ان کے زمانے کے بریلوی مشائخ نے قائم کی تو آخر اس کی کیا ''دلیل قطعی'' ہے کہ خان صاحب

بریلوی نے علمائے دیوبند پر فتوے کسی مشیر کے گمراہ کرنے یا کسی اور ذاتی غرض کیلئے نہیں لگائے؟

مفتی احمد علی سندیلوی لکھتا ہے:

''مجھے خوب معلوم ہے کہ ہمارے یہاں کافر گستاخِ رسول، گمراہ اور ضال مضل ہونے کا فتویٰ ہاتھوں ہاتھ لئے بانٹتے پھرتے ہیں، ان بے چاروں کو اتنا بھی یاد نہیں ہوتا کہ جس پر فتویٰ لگایا ہے دوسرے دن اپنی دنیوی غرض کی بنا پر اسی کو عاشق ومحب رسول بتاتے ہیں''۔ (جلالی سوال جمالی جواب، ص ۵۳)

اب اندازہ لگائیں ایسے لوگوں کے فتووں اور اختلاف کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے دلائل کے میدان میں؟

بلکہ یہ تو وہ بدبخت فرقہ ہے جس کے کفر کے فتووں سے امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی محفوظ نہیں چنانچہ مفتی غلام حسن قادری نے یہ انکشاف کیا کہ:

''بڑے ہی افسوس کے ساتھ لکھ رہا ہوں کہ مندرجہ ذیل فتویٰ سوال کی شکل میں میں نے لاہور کے تقریباً تمام مدارس (بریلوی) میں ایک فرضی سوال کی صورت میں بھیجا تو سب نے یہی جواب دیا کہ ''مذکور فی السوال شخص کافر'' ہے اور ان کو مسلمان سمجھنے والا بھی کافر ہے۔ اگر میرا ذہن شریر وشرارتی ہوتا تو میں اگلے دن اشتہار شائع کرادیتا کہ لاہور کے تمام مفتیوں نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر کفر کا فتویٰ لگادیا۔ (العیاذ باللہ)

بہرحال مفتیان کرام سے گزارش ہے کہ فتویٰ دیتے وقت احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا کریں اور دین نے جن لوگوں کو رعایت دی ہے ان کو وہ رعایت ضرور دیں اور خواہ مخواہ ہر کسی کو کافر بنانے کا وطیرہ ترک کریں اور اپنے جس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بارے میں (یعنی سیالوی کے مخالفین کو نصیحت ہے۔ساجد) تن من دھن کی بازی لگا رہے ہو ان کے اس فرمان کو ہمیشہ یاد رکھیں **یسروا ولا تعسروا بشروا ولا تنفروا**۔ آسانیاں پیدا کرو مشکلات پیدا نہ کرو (لوگوں کو) خوش خبریاں سنایا کرو نفرت نہ دلایا کرو۔

بہرحال ملاحظہ فرمائیں۔ اسے مفتیان دین متین کتاب کا نام ہے۔

عقود الجمان فی مناقب الامام اعظم ابی حنیفہ النعمان للمورخ الکبیر المحدث العارف الشیخ الامام شمس الدین محمد بن یوسف الصالح الدمشقی الشافعی المتوفی بالقرقوقیہ ۹۴۳ھ مؤلف السیرۃ الشامیۃ۔(سبل الھدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد)

فتویٰ بلا تبصرہ:

(ترجمہ) ایک آدمی نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا آپ اس آدمی کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو جنت کی امید نہیں رکھتا جہنم سے نہیں ڈرتا، اور نہ خدا سے ڈرتا ہے مردار کھاتا ہے اور بغیر رکوع وسجدہ کے نماز پڑھتا ہے اور جو نہیں دیکھتا اس کی گواہی دیتا ہے اور حق سے بغض اور فتنہ سے محبت رکھتا ہے اور رحمت سے بھاگتا ہے اور یہود ونصاریٰ کی تصدیق کرتا ہے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ سچا ولی اللہ ہے۔

اور امام صاحب نے اس کے اقوال کی توجیہ کردی کہ وہ جنت کی امید نہیں رکھتا اور جہنم سے نہیں ڈرتا کا معنی یہ ہے وہ خدا سے امید اور

خدا سے ڈرتا ہے اور خدا سے نہیں ڈرتا کا معنی یہ ہے کہ اسے اپنے او پر ظلم سے ڈر نہیں کہ خدا کرے گا کیونکہ وہ عادل ہے ۔ مردار کھانا سے مراد مچھلی کھاتا ہے بغیر رکوع وسجدے والی نماز سے مراد نماز جنازہ ہے بن دیکھے سے مراد خدا کی گواہی ہے یعنی خدا کو بغیر دیکھے الہ مانتا ہے اور اس کی الوہیت کا اقرار کرتا ہے اور نبی پاک ﷺ کو بھی دیکھے بغیر نبی ورسول مانتا ہے، حق سے بغض رکھتا ہے یعنی موت سے کہ وہ زیادہ سے زیادہ خدا کی اطاعت وفرمانبرداری کرے اور فتنہ سے محبت رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ مال واولاد سے پیار کرتا ہے یہود ونصاریٰ کی تصدیق کرتا ہے کا معنی یہ ہے کہ یہودی کہتے ہیں نصاریٰ کوئی شئے نہیں اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہودی کچھ نہیں، یعنی وہ ان کو جھوٹا کہتے ہیں اور یہ ان کو۔ تو ایک دوسرے کو جھوٹا کہنے میں دونوں سچے ہیں''۔

(ملخصاً ایک غلط فہمی کا ازالہ ص ۱۰ تا ۱۲)

اندازہ لگائیں کہ بقول ایک مستند بریلوی مفتی لاہور کے تمام بریلوی مدارس نے اس عبارت کی بنیاد پر امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر کفر کا فتویٰ لگا دیا تھا اور اسے مسلمان سمجھنے والوں کو بھی کافر کہہ دیا۔ جب تمام ہی مستند رضاخانی ادارے ایک غلط کفر کا فتویٰ جاری کر سکتے ہیں اور کفر کے فتوے میں اس قدر بے احتیاطی کر سکتے ہیں تو کیا خان صاحب کے دارالافتاء کیلئے معاذ اللہ آسمان سے وحی اتری تھی کہ اس کی کتاب حسام الحرمین منزل من اللہ ہے اسے ماننا ہی ایمان ہے اور اس کا منکر کافر ہے؟

تکفیر کے فتوے میں بے احتیاطی کی ایک اور مثال ملاحظہ ہو بریلوی مفتی اعظم ہند مصطفی رضا خان ابن خان صاحب بریلوی سے ہندوؤں کے میلے ٹھیلوں میں جانے کے متعلق سوال ہوا تو جواب دیتے ہیں:

''ایسے میلوں میں بحیثیت تماشائی جانا حرام، حرام، اشد حرام، بہت اخبث نہایت ہی اشنع کام ہے بحکم فقہائے کرام معاذ اللہ کفر انجام۔۔ ان لوگوں پر توبہ وتجدید ایمان، تجدید نکاح لازم''۔ (فتاویٰ مصطفویہ، ص ۹۶)

اب خان صاحب کی سنئے وہ کہتے ہیں:

''کافروں کے میلے میں جانے سے آدمی کافر نہیں ہوتا کہ عورت نکاح سے نکل جائے جو لوگ ایسے فتوے دیتے ہیں شریعت مطہرہ پر افتراء کرتے ہیں''۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۱، ص ۱۲۰)

معلوم ہوا کہ خان صاحب کا لڑکا اس قسم کے فتوے دے کر شریعت پر افتراء کرنے والا تھا۔ غلام نصیر الدین سیالوی عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ حصہ اول کے شروع میں لکھتا ہے کہ بیٹا وشاگرد اوروں سے اپنے باپ واستاذ کا مذہب زیادہ بہتر جانتا ہے تو بقول خان صاحب بریلوی ان کا بیٹا شریعت پر افتراء کرتا تھا، مسلمانوں کو کافر بنانے کیلئے غلط فتوے دیتا تھا، اب اس نے یہ افتراء اور غلط فتنے باپ ہی سے سیکھے ہوں گے کیونکہ رضاخانیوں کا یہی نظریہ ہے کہ بیٹا باپ کے نقش قدم پر ہوتا ہے ۔ تو ایسے لوگ جو شریعت پر افتراء کریں ناحق مسلمانوں کو کافر بنائیں ان کے فتووں کی کیا حیثیت؟ یہ تو رضاخانی مفتی اعظم ہند کا حال ہے تو آج کے چنڈو خانوں کے فتووں کا کیا حال ہوگا؟

ایک اور مثال ملاحظہ ہو رضاخانی فیض ملت مفتی جلال الدین امجدی نے ایک شعر کے متعلق فتویٰ دیا:

''شعر مذکور کفر ہے ناقل وشاعر دونوں پر توبہ وتجدید ایمان لازم ہے اور بیوی والے ہوں تو تجدید نکاح بھی کریں''۔

مگر رضاخانی فقیہ ملت شریف الحق امجدی اس فتوے کو رد کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''۔۔اس شعر کو کفر نہیں کہا جا سکتا اور نہ قائل پر توبہ وتجدید ایمان کا حکم دیا جا سکتا ہے''۔ (فتاویٰ شارح بخاری، ج ۱، ص ۲۳۲)

یہ ہے ان مفتیوں کا حال جن کے فتوے علمائے دیوبند کے خلاف پیش کئے جاتے ہیں اور پھر کہا جاتا ہے جو نہ مانے وہ بھی کافر۔

ایک اور مثال ملاحظہ ہو مولوی حشمت علی رضوی کو یہ لوگ ''مظہر اعلیٰ حضرت'' کہتے ہیں یعنی جس نے اعلیٰ حضرت کو دیکھنا ہو تو اسے دیکھے اس نے کفر کے فتووں کا ایک مکمل انسائیکلوپیڈیا بنام ''تجانب اہل سنت'' لکھا اسی طرح اپنے ہی مولویوں کے کفر پر ''ستر باادب سوالات'' نامی کتاب لکھی تفصیل جلد دوم میں گزر چکی، کیا رضاخانی ان کفر کے فتووں سے مکمل اتفاق کرتے ہیں؟ آج کے بعض رضاخانی کہیں گے یہ ان کا ذاتی موقف تھا ہم اس سے متفق نہیں یعنی انہوں نے کفر جیسے سنگین مسئلہ میں غلط فتویٰ دیا تو جب ''مظہر اعلیٰ حضرت'' کے کفر کے فتووں کا یہ حال ہے تو ''اصلی اعلیٰ حضرت'' کا اندازہ خود لگالیں۔

رضاخانی حجۃ الاسلام، غزالی و رازی اور فلاں فلاں اشرف سیالوی کہتا ہے:

''ہمارے لوگ مطالعہ کرتے کوئی نہیں اور فٹ گستاخی کے فتوے جڑ دیتے ہیں''۔ (مجلہ حجۃ الاسلام نمبر ص ۱۹۱)

ایک اور رضاخانی اپنوں کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''سچ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں اکثر بزرگ آپ کا موقف صحیح طور پر سمجھ ہی نہیں سکے اکثر نے تو آپ کی کتاب اور موقف کو پڑھنا ہی حرام سمجھا ہوا ہے اور بلاوجہ آپ پر فتوے لگاتے رہے ہیں''۔ (مجلہ حجت الاسلام ص ۲۱۹)

رضاخانی اختلاف کو پیدا کرنے اور پھر اسے ختم کرنے میں کتنے سنجیدہ ہیں ایک رضاخانی کے قلم سے ملاحظہ ہو:

''جب قبلہ شیخ الحدیث صاحب نے ''تحقیقات'' لکھی تو ہمارے قریب سے بعض علماء نے بہت شور مچایا اور چھوٹی چھوٹی رسالیاں چھاپ کر دار العلوم سوہاوہ اور جامعہ رضویہ احسن القرآن دینہ بھیجتے رہے اور بعض مناظروں کے چیلنج ارسال کرتے رہے، ہم نے انہیں باادب عرض کیا کہ آپ کو ان سے اختلاف ہے تو آپ ان سے بیٹھ کر بات کریں ہم انہیں یہاں بلواتے ہیں یا آپ کو گاڑی میں ساتھ لے چلتے ہیں سرگودھا جا کر بات ہو جائے گی لیکن اکثر اہل علم کی جرات نہیں پڑتی تھی کہ حضرت کے روبرو بات کریں بلکہ وہ اعتراف کرتے کہ ہم تو ان کے سامنے طفل مکتب ہیں لیکن اعتراضات کرنے سے پھر بھی باز نہ آتے۔

ایسے لوگ بھی اعتراضات اٹھا رہے ہیں جن کو علم دین کے حروف تہجی الف ب سے بھی کوئی تعلق نہ تھا اور اپنے بزعم خویش سنی ہونے اور مسلک اہل سنت کی خدمت کے دعوے دار ہو کر آپ پر غلیظ فتوے لگاتے۔ اس کیفیت میں بعض احباب نے یہ پروگرام بنایا کہ حضور شیخ الحدیث کے مشورے سے دار العلوم رحمانیہ رضویہ سوہاوہ میں ایک نشست علماء کی رکھی جائے جس میں صرف علماء آئیں اور حضور اشرف العلماء بھی تشریف لائیں اور وہ اپنا موقف بیان کریں اور اس کی وضاحت کریں اور علماء ان سے لکھ کر سوال کریں تاکہ علماء کی سرگودھا جانے کی زحمت بھی ختم ہو جائے اس پروگرام کیلئے سیکیورٹی کے اچھے انتظام کئے گئے تھے اور علماء کے علاوہ کسی کو داخلے کی اجازت نہ تھی اور دعوتی کارڈ مع انٹری کارڈ جاری کئے گئے۔ جونہی یہ کارڈ زعلماء کو ارسال کئے گئے تو کچھ صاحبان جبہ و دستار کو یہ محفل ہضم نہ ہوئی اور انہوں نے شہر میں ایک طوفان برپا کرنے کی نویدیں سنائیں اور ہر قیمت پر اس پروگرام کو ختم کرنے پر زور دینے لگے ہم نے اس کے اغراض و مقاصد جو کارڈ پر بھی درج تھے بیان کئے لیکن ان کی ایک ہی رٹ تھی کہ شیخ الحدیث صاحب قبلہ کو یہاں نہیں آنا چاہئے ان میں سے بعض احباب گوجرخان دینہ منگلہ سے بھی بھرپور دخیل تھے''۔ (مجلہ حجت الاسلام ص ۲۲۶، ۲۲۷)

ایک رضاخانی لکھتا ہے:

''فقیر کی نگاہ اس وقت اپنے مسلک کے بعض علماء کی طرف گئی کہ دیکھو یہ دوسرے مسلک کا ہو کر کیسی عقیدت رکھتا ہے اور ہمارے اپنے کیا گل کھلا رہے ہیں ۔اختلاف کا اتنا بھونڈا طریقہ کہ عقل نفرت کھائے ،دل بے زار ہو جائے فہم فراست ان سے دور بھاگے، جنگ و جدل کا ماحول اور دوسرے کیلئے لوگوں کے دلوں میں عداوت پیدا کرنا یہ رویہ قابل مذمت ہے ۔اور ہمارے بزرگوں کا قطعا نہیں''۔
(مجلہ حجت الاسلام،ص ۲۵۱)

رضاخانیوں نے یہ اصول گھڑا کہ جو نظریہ شاگرد، بیٹے، مرید کا ہو ہی پیر، باپ واستاد کا ہوتا ہے (دیکھو شروع عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ حصہ اول) تو اب ہم اسی اصول پر کہتے ہیں کہ یہ سب بزرگ ومشائخ خان صاحب کے ماننے والے ہیں جب ان بزرگوں کا یہ حال ہے تو خان ساحب بریلوی میں سرخاب کے پر تو نہیں لگے ہوئے تھے؟ وہ بھی اسی تعصب فتنہ گری کے شوق میں ہر ایک کو کافر بنانے پر تلا ہوا تھا۔

نواب احمد رضا خان کی دیانت وامانت اور خدا خوفی کا کیا حال تھا؟ اس ایک واقعہ سے اندازہ لگائیں ۔ایک دفعہ خان صاحب کو ان کے پیر نے دو گروہوں کے درمیان ثالث اور حَکم بنا کر فیصلے کا اختیار دیا،مگر افسوس کہ موصوف نے انصاف ودیانت کا خون کر کے اپنے پسند کے آدمی کے حق میں فیصلہ دے دیا، جس پر جھگڑا ختم ہونے کے بجائے مزید بڑھ گیا، دونوں گروہ ان کے پیر صاحب کے پاس لڑتے جھگڑتے گئے اور اس غلط فیصلے سے اس قدر دلبرداشتہ تھے کہ پیر صاحب کے ادب واحترام کا بھی پاس نہ کیا اور اصل معاملہ دیکھ کر خود پیر صاحب کو بھی کہنا پڑا کہ یہ فیصلہ غیر شرعی تھا ملاحظہ ہو:

''خان صاحب بریلی کے فیصلہ ثالثی پر (جو حضور اقدس قدس سرہٗ کا مجوزہ تھا)ایک فریق نے عذرات کی اور گستاخانہ حملہ کیا(یہی کہا ہوگا کہ ہم نے آپ لوگوں پر اعتماد کیا اور آپ لوگوں نے ذاتی اثر ورسوخ اور اقربا پروری کا مظاہرہ کیا، ساجد)یہ حضور اقدس قدس سرہ کا ظرف عالی تھا کہ آپ نے فیصلے کو یہ فرما کر منسوخ فرما دیا کہ:''واقعی فیصلہ شرعی نہیں ہے''۔(تذکرہ نوری ،ص ۱۹۰)

اندازہ لگائیں جو خان صاحب بریلوی دو گروہوں کے درمیان فیصلہ میں شرعی حدود کو قائم نہ رکھ سکا اور غلط فیصلہ صادر کر دیا اس نے علمائے دیوبند کی تکفیر میں کس قدر دیانت وانصاف کا خون اور شریعت کے احکامات کو پامال کیا ہوگا؟ اس کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

کسی کو کافر بنانے میں خان صاحب بریلوی کی ''عدم احتیاط'' کی ایک اور مثال رضاخانی کتب سے ''ایمان ابی طالب'' بھی ہے خان صاحب چودہ صدیوں میں ہمارے مطالعہ کی حد تک وہ واحد شخص ہیں جس نے خواجہ ابو طالب کے کفر پر پوری کتاب لکھی مگر رضاخانی حجۃ الاسلام، اشرف العلماء، غزالی ورازی دوراں اشرف سیالوی اس پر سیخ پا ہو کر لکھتا ہے:

''پھر جناب ابو طالب کے بارے میں بھی میرے کچھ ذہنی تاثرات ہیں میں اس بات کا قطعا قائل نہیں ہوں کہ ان کے بارے میں کفر کفر کے فتوے دئے جائیں ۔۔۔اس لئے احتیاط کا تقاضہ یہی ہے کہ نہ کافر کے فتوے لگاؤ نہ مومن کے دعوے کرو معاملہ اللہ پر چھوڑ دو''۔
(فتاوی اشرف العلماء، ج ا،ص ۲۸)

اب ابو طالب کے کفر پر اور اسے کافر کافر کہنے پر خان صاحب نے پورا ایک تفصیلی فتوی لکھا جو بعد میں کتاب کی صورت میں شائع ہوا اس میں تو ان کا موقف خلاف احتیاط ہو گیا اور علمائے دیوبند پر صرف تین صفحات لکھے وہ وحی الہی ہو گیا؟؟ اس باب میں علمائے دیوبند کو کافر

نہ کہنے والا بھی کافر یا للعجب!!!۔

رضاخانی مفتیوں کی کیا حالت ہے؟ اس پر ایک اور دلیل ملاحظہ ہو ایک مفتی ہے ان کا نام ''مفتی شریف الحق امجدی'' ہے جو بیک وقت:

''(۱) محدث (۲) مفسر (۳) شارح (۴) متکلم (۵) مناظر (۶) مدرس (۷) مصنف (۸) اصولی (۹) محقق (۱۰) مرشد (۱۱) مقرر (۱۲) مدبر (۱۳) ناقد (۱۴) مورخ (۱۵) سیاح (۱۶) مفتی''۔ تھے۔ (فتاوی شارح بخاری، ج ۱ ص ۲۰)

جس نے پچیس ہزار فتاوی بریلی قیام کے دوران تحریر فرمائے۔ (فتاوی شارح بخاری، ج ۱ ص ۸۰) جو صدر الشریعہ کا شاگرد جسے خان صاحب نے پورے ہند کیلئے قاضی مقرر کیا اور بریلوی مفتی اعظم ہند کا ''معتمد خاص'' تھا۔ اس ''گوہر نایاب'' مفتی کا تعارف رضاخانی میڈان انڈیا شیخ الاسلام یوں کراتے ہیں: ''مفتی شریف الحق کی جہالت''۔ (لفظ کملی، ص ۷۲)

اتنا سب کچھ ہونے کے بعد بھی ان کے ہاں مفتی ''جاہل'' ہی رہتا ہے تو ایسے لوگوں کے فتووں کا کیا اعتبار؟ کیونکہ خود رضاخانیوں نے یہ اصول نقل کیا:

''پہلے ہم قارئین کرام کے سامنے دیوبند کے اس ''حضرت اقدس، محدث کبیر، جلیل القدر صاحب قلم، فقیہ النفس، محدث دار العلوم دیوبند، شارح حجۃ اللہ البالغۃ'' کے بارے میں کچھ باتیں عرض کرتے ہیں جن سے اس مفتی کی حیثیت واضح ہو جائے گی اور جب مفتی کی حیثیت واضح ہوگئی تو پھر اس کے فتوے کی حیثیت کو قارئین کرام خود جان لیں گے''۔ (کشف القناع، ج ۱ ص ۲۵۱، ۲۵۲)

مزید لکھتا ہے:

''بدعتی اور شیعہ کا فتوی موصوف اہل سنت و جماعت بریلوی پر کس منہ سے نقل کر رہے ہیں؟''۔

(کشف القناع، ج ۱ ص ۲۶۴)

تو جب آپ کے مفتیوں کا حال یہ ہے اور وہ خود مسلمان نہیں تو ایسے جاہل، کافر، مرتد، گستاخ رسول ﷺ منکرین نبوت مصطفی ﷺ کے فتووں کو ہم پر کیوں تھوپ رہے ہیں؟

ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو کہ بریلوی مفتیان و دار الافتاوں کے ہاں کفر کے فتوے کس طرح تیار کئے جاتے ہیں اور کسی کو اسلام سے کس طرح خارج کیا جاتا ہے؟ ان لوگوں کے شیخ الاسلام نے اپنے ہی ہم مسلک خواجہ دین وملت، امام علم وفن علامہ خواجہ مظفر حسین کو اسلام سے نکالنے کیلئے یہ سازش رچائی:

''ٹی وی کی تحقیقی منظر عام پر آتے ہی مدنی گروپ میں ایک کہرام مچ گیا۔ اور بعض روایت کے مطابق مدنی صاحب پر غشی پر غشی طاری ہونے لگی، اندیشہ تھا کہ کہیں ہارٹ اٹیک کے شکار نہ ہو جائیں۔ میٹنگ بلائی گئی اور طے پایا کہ مدنی صاحب کو دلاسا دیا جائے اور سمجھایا جائے کہ ہم لوگ ایسی کاروائی کرنے والے ہیں کہ جس سے خواجہ صاحب کا وجود صفحہ ہستی سے مٹ جائے گا۔ اگر ایسا کرنے میں ہم لوگ کامیاب نہ بھی ہو سکے تو کم از کم ان کی کتاب کو بے اثر ثابت کرنے کیلئے ہم لوگ اہم اقدام کرنے والے ہیں اور پھر سوچے سمجھے پلان کے مطابق ٹی وی کی تحقیق، کی مختلف عبارتوں کا اقتباس دار الافتاؤں میں روانہ کر کے فتاوی حاصل کئے جانے لگے لیکن وہ فتاوے ان کے منشاء کے مطابق نہ ہوئے تو آخر میں یہ طے ہوا کہ اقتباس کے بجائے دوسری تدبیر کی جائے۔ اور پھر اس طرح سوال مرتب کر کے جواب حاصل کیا گیا کہ

شریعت مطہرہ کے بالمقابل نئی شریعیت کی داغ بیل ڈالنے والے پر شرعا کیا حکم ہے؟، دارالافتاؤں سے اپنے منشا کے مطابق جواب حاصل کرنے کے بعد مولوی ہاشمی صاحب نے اپنے شرارت پسند ذھن سے کھلا خط، اور بنام خیل اطہر رامپوری یہ پوسٹر شائع کیا کہ خواجہ صاحب نے مدنی میاں پر نئی شریعت کی داغ بیل ڈالنے کا الزام لگا دیا ہے۔ اور نئی شریعت کی داغ بیل ڈالنے والا کافر ہے تو خواجہ صاحب نے الزام دینے میں مدنی صاحب کی تکفیر کی ہے۔ اور کسی مسلم کی تحقیر کرنا خود کفر ہے لہذا خواجہ صاحب کافر ہیں۔ اور پھر اپنی دیگر تحریروں میں خواجہ صاحب کی تکفیر کی خوب اشاعت کی اور تقریروں میں لوگوں کو ورغلایا اور برانگیختہ کیا کہ چونکہ خواجہ صاحب کافر ہو گئے اس لئے وہ واجب القتل اور مباح الدم ہو گئے جو بھی ان کو قتل کرے گا وہ ثواب پائے گا اور میں اس کے لئے جنت کی ضمانت دیتا ہوں"۔

(مدنی وہاشمی کا علمی وشرعی محاسبہ،ص ۳۱، ۳۲،از مفتی عبدالحکیم نوری مصباحی، نوری دارالاشاعت یوپی)

رضاخانیوں نے یہ طریقہ واردات خان صاحب بریلوی سے سیکھا تھا اس نے بھی پہلے علمائے دیوبند کی عبارات سیاق وسباق سے کاٹ کر ایک کفریہ ملغوبہ تیار کیا اور بعد میں یہ جھوٹ و پروپگینڈا شروع کیا کہ معاذ اللہ علمائے دیوبند چونکہ گستاخان رسول ﷺ وکافر مرتد ہیں لہذا واجب القتل جو ان کو قتل کرے اسے جنت کی ضمانت۔

ہمارے اکابر کو رجوع نہ کرنے کا طعنہ دینا

رضاخانیوں نے اپنی کئی کتب میں علمائے دیوبند کو یہ طعنہ دیا کہ کفر کا فتوی کوئی معمولی فتوی تو نہیں، گستاخی رسول ﷺ کا الزام کوئی معمولی الزام تو نہیں، ان دیوبندیوں کی عبارات کوئی منزل من اللہ تو نہ تھیں آخر توبہ کر لیتے اس میں ان کی کونسی عزت کم ہو جانی تھی؟ اور یہ اختلاف ختم ہو جاتا۔ مفتی منیب الرحمن صاحب کا روزنامہ دنیا ۶ جولائی ۲۰۲۰ء کے اخبار میں ایک کالم شائع ہوا جس کے آخر میں موصوف لکھتے ہیں:

"پاک وہند کے مسلمانوں کو چند عبارتوں نے ہمیشہ کیلئے تقسیم کر دیا ان کی تاویلیں پیدا کرنے میں درجنوں کتابیں لکھی گئیں لیکن شاید ایسے ہی "خیر خواہ" ان کے ارد گرد تھے جنہوں نے شاید یہ باور کرایا ہوگا کہ اگر آپ ان عبارتوں کو بدل دیں گے تو اسے آپ کی شکست پر محمول کیا جائے گا اس سے اسلام کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا"۔

خدا جانے کے مفتی صاحب کا اشارہ کس طرف ہے ایک اہم دینی منصب پر بیٹھے شخص کو میرے خیال میں یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ اشاروں کنایوں میں بات کرے اور وہ بھی ایسی بات جس کا نہ سرہو نہ پیر۔ مفتی صاحب اپنے زعم میں بریلوی مکتبہ فکر کے سب سے بڑے مسند افتاء پر بیٹھے ہوئے ہیں کیا ہم پوچھ سکتے ہیں کہ انہوں نے جو یہ قیاس ارائیاں کی ہیں یہ کس دلیل کی بنیاد پر؟ بہر حال اگر اشارہ علمائے دیوبند کی طرف ہے تو مفتی صاحب! خدا کو حاضر وناظر جان کر کہیں کہ ان عبارات میں کوئی گستاخی نہ ہونے کے باوجود بھی کیا حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسے تبدیل نہ کر دیا؟ کیا آپ کی جانب سے اختلاف ختم ہو گیا؟ بلکہ الٹا کہا گیا کہ انہوں نے اپنے "کفر پر رجسٹری" کر دی (معاذ اللہ)۔ تو اب آپ ہی انصاف فرمائیں کہ اس افتراق وانتشار کا اصل سبب ومحرک کون لوگ ہیں؟

اس موقع پر اب یہی سوال ہمارا رضاخانیوں سے ہے۔ اشرف سیالوی کے مخالف گروپ کا دعوی ہے کہ اشرف سیالوی منکر نبوت تھا اس کا بیٹا نصیر الدین سیالوی بھی اسی عقیدے پر مرا۔ یہی دعوی جلالی کا مولوی سعید اسد کے متعلق ہے۔ لیکن اشرف سیالوی بغیر توبہ کے اس دنیا سے چلا گیا اس کے خلاف کتب لکھی گئیں، مناظرے کے چیلنج کئے گئے مگر اس نے اپنے موقف سے ہٹنے سے انکار کر دیا کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ

میرے یہ مولوی میری شہرت سے جلتے ہیں مجھ سے حسد کرتے ہیں میرا موقف دلیل کی بنیاد پر ہے میں کیوں رجوع کروں؟

ابھی حال ہی میں یہی صورتحال ڈاکٹر اشرف آصف جلالی کے ساتھ پیش آئی کئی رضاخانی مولویوں نے اسے رجوع وتوبہ کا کہا اس نے صاف انکار کر دیا کہ میرا موقف جب شریعت کے مطابق ہے تو میں کیوں رجوع کروں؟۔ دلچسپ بات یہ کہ اپنے موقف پر اس نے زبردست دلائل بھی دیئے جس کا جواب دینے کی جرات یہ سطور لکھے جانے تک کسی رضاخانی کو نہ ہوئی۔

پس یہی سوچ ہمارے اکابر کی تھی کہ بات رجوع کرنے کی نہیں، بات عبارات کے منزل من اللہ ہونے کی نہیں معاذ اللہ۔ بات تو نواب احمد رضا خان کی جہالت، ضد و تعصب کی ہے۔ جب ان عبارات میں کوئی شائبہ بھی گستاخی کا نہیں تو ہم بھلا کسی کی ضد میں کیوں ایک صحیح موقف سے رجوع کر کے خود کو عوام میں مشکوک بنائیں؟ رضاخانیوں کے فتووں سے تو نہ اپنے بچے نہ پرائے۔ کس کس بات سے کون کون توبہ کرے گا؟ کل کو اسی توبہ و رجوع کو اپنی حقانیت کی دلیل بنالیں گے یا پھر کوئی نیا محاذ کھول دیں گے۔ اور ہمارا یہ تجزیہ رضاخانی کتب کے مطابق ہے چنانچہ رضاخانیوں کے فتاوی فیض رسول میں ہے:

''پھر اگر چہ اس نے توبہ کر لی ہو اور اپنے سنی ہونے کا اعلان کرتا ہو اسے امام نہیں بنا سکتے بلکہ لازم ہے کہ اسے زمانہ دراز تک معزول رکھیں اور اسکے احوال کو بغور دیکھیں اگر وہ ثابت قدم رہتا ہے تو اسکو امام بنایا جاسکتا ہو'' (فتاوی فیض رسول جلد ا ص ۲۸۷)

مزید یہ مفتی لکھتا ہے:

''سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جب صبیغ تمیمی سے جس پر بحث متشابہات کے سبب بدمذہبی کا اندیشہ تھا اس نے شدید توبہ کر لی تو حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کو فرمان بھیجا کہ مسلمان اس کے پاس نہ بیٹھیں اسکے ساتھ خرید و فروخت نہ کریں بیمار پڑے تو عیادت نہ کریں مرجائے تو جنازہ پر حاضر نہ ہوں تو اس حکم کی تعمیل میں ایک مدت تک یہ حال رہا کہ اگر وہ سو آدمی بیٹھے ہوتے وہ آجاتا تو لوگ متفرق ہو جاتے حالانکہ وہ بہت پہلے توبہ کر چکا تھا پھر جب حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین کو مطلع کیا کہ اب اسکا حال اچھا ہو چکا ہے تو آپ نے صبیغ کے ساتھ لوگوں کو اٹھنے بیٹھنے کی اجازت دے دی''۔ (فتاوی فیض رسول جلد ا ص ۲۸۸)

یعنی توبہ کے بعد بھی اس بیچارے کی خیر نہیں اور وہ رضاخانیوں کے ہاں مشکوک ہی رہے گا جب تک ایک زمانہ طویل تک علمائے دیوبند کو گالیاں نہ دیتے رہے۔ ایسے ماحول میں توبہ کے مطالبہ کی کیا وقعت؟

اسی فرقے کے بانی نواب احمد رضا خان کہتے ہیں:

''عرض: یہ دعا کہ اللہ وہابیوں کو ہدایت کرے جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد: وہابیہ کیلئے دعا فضول ہے ثم لا یعودون ان کیلئے آچکا ہے وہابی کبھی لوٹ کر نہ آئے گا اور جو ہدایت پا جائے وہ وہابی نہ تھا ہو چلا تھا''۔ (ملفوظات، حصہ دوم، ص ۲۸۶)

جب آپ کے مذہب میں معاذ اللہ وہابیوں کی قسمت میں ہدایت و توبہ کی توفیق ہی نہیں تو جن سے آپ توبہ و رجوع کا مطالبہ کر رہے ہیں وہ تو بقول آپ کے وہابیوں کے پیشوا اور اصل فسادی تھے وہ کیسے توبہ کر سکتے ہیں؟

یہاں سے آپ خان صاحب کا تعصب ملاحظہ فرمائیں کہ ازلی جہنمی کی ہدایت کی دعا سے بھی شریعت نے منع نہیں کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابوجہل جیسے فرعون امت کیلئے ہدایت کی دعائیں مانگتے رہے مگر خان صاحب کا تو مذہب ہی نرالا ہے۔ ایسے آدمی سے انصاف، خیر، اتحاد کی کیا توقع

کی جا سکتی ہے؟ جب توبہ کی توفیق ہی نہیں اور توبہ کے بعد بھی شک وشکوک اور اعتماد کا فقدان اور سنی مسلمان سمجھنے سے گریز تو توبہ کا مطالبہ محض عوامی ہمدردی حاصل کرنے کے ایک ڈھونگ کے سوا کچھ نہیں۔

ایک اور دلچسپ سوال

۲۸ جون ۲۰۲۰ء کو ڈاکٹر اشرف آصف جلالی نے ایک ویڈیو بیان اپلوڈ کیا جس کا عنوان تھا:

Maulana Saeed Asad se Chand Khari Khari Batem

اس میں موصوف کہتے ہیں کہ امام المناظرین مولانا سعید اسد اسی طرح علامہ سعید ارشد کاظمی صاحب نے میرا موقف سمجھے بغیر ہی میرے خلاف بیانات وتحاریر دینی شروع کردی ہیں جس سے ہزاروں لوگ گمراہ ہوئے اور افسوس کہ انہیں اب تک رجوع کی توفیق نہیں ہوئی (یہ رجوع والی بات دوسرے بیان میں ہے)۔

سوال یہ ہے کہ اس جدید دور میں جہاں ہر ایک کے پاس موبائل فون ہے ایک بٹن دبانے پر ہر ایک کے ساتھ رابطہ کیا جاسکتا ہے اور موقف لیا جاسکتا ہے اس دور میں بھی اگر جید بریلوی اکابر بلکہ ''امام المناظرین'' تک کو غلط فہمی ہوسکتی ہے مگر اپنی ذاتی شہرت وانا کی وجہ سے وہ رجوع نہیں کرتے تو آخر اس کی کیا دلیل ہے کہ خان صاحب بریلوی کو علمائے دیوبند کی عبارات سمجھنے میں غلطی و دھوکا نہیں ہوا یا اس نے سمجھنے میں دھوکا دہی وتعصب سے کام نہیں لیا اور حقیقت یہ ہے کہ اسے اپنے اس فراڈ کا بخوبی علم تھا اس لئے اس نے ساری زندگی ''الشہاب الثاقب'' کی تردید نہیں کی اور نہ دوبارہ حرمین شریفین جانے کی جرات کرسکا مگر اپنی ذاتی انا، تکبر اور حسد کی آگ میں جل بھننے کی وجہ سے خدا خوفی کو سامنے رکھ کر توبہ کرنے کی توفیق نہ ہوئی۔

کیا تاریخ میں پہلی دفعہ علمائے اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند پر کفر کے فتوے لگے؟

سادہ لوح عوام کو ورغلانے کیلئے رضاخانی یہ شوشہ بھی چھوڑتے ہیں کہ مکہ ومدینہ کے کفر کے فتوے کوئی معمولی نہ تھے، اکابر دیوبند پر کفر کے فتوے کوئی معمولی نہ تھے یقیناً انہوں نے کچھ نہ کچھ کیا ہوگا تو کفر کے فتوے لگے۔ اسی طرح رضاخانی معصوم بن کر آپ سے پوچھیں گے کہ آخر علمائے اہل السنۃ والجماعۃ احناف پر ہی یہ فتوے کیوں لگے؟ آخر انہوں نے بھی تو معاذ اللہ کچھ کیا ہوگا؟ ایسے تو کوئی پاگل نہیں کہ خواہ مخواہ مستند علماومشائخ پر کفر جیسے سنگین الزام وفتوے لگادے؟

(۱) اس کے جواب میں عرض ہے کہ علمائے اہل سنت دیوبند اہل سنت کا وہ پہلا طبقہ نہیں جس پر مخالفین کی طرف سے اس قسم کے سوقیانہ وکفریہ الزامات لگائے گئے ہیں۔ عقیدہ کے پہلے امام امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ پر ابوالحسن بن علی بن ابراہیم بن یزداد بن ہرمز الاھوازی نے ایک کتاب ''مثالب ابن ابی بشر'' لکھی اور اس کتاب میں امام اشعری رحمۃ اللہ علیہ کو: معاذ اللہ

(۱) گمراہ۔

(۲) زندیق۔

(۳) منافق کہ انہوں نے صرف زبان سے اعتزال سے توبہ کی ہے دل سے اب بھی معتزلی ہیں معاذ اللہ۔

(۴) لوگوں کو دکھانے کیلئے نماز پڑھتے ہیں اصل میں نماز کے چور ہیں۔

(۵) یہود النسل ہیں۔ معاذ اللہ

(۶) ملحد ہیں۔

(۷) مناظرے سے فرار ہونے والا قلیل العلم ہے۔

(۸) اللہ کی رحمت سے مایوس ولعنت کا مستحق قرار دیا۔

معاذ اللہ۔ (یاد رہے کہ کم وبیش یہی الزامات جناب نواب احمد رضاخان بریلوی نے علمائے اہل سنت پر لگائے ہیں) اھوزی مرحوم کی اس کتاب سے ایک طوفان برپا ہوگیا بالآخر حافظ الدین والدنیا امام ابن عساکرؒ (متوفی ۵۷۱ھ) میدان عمل میں آئے اور ''تبیین الکذب المفتری فیما نسب الی الامام الاشعری'' جیسی مایہ ناز کتاب لکھی۔

(۲) امام طبری رحمۃ اللہ علیہ کی امامت کی دنیا معترف ہے لیکن ان کے بارے میں مورخ ابن اثیر الجزری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ثُمَّ دَخَلَتْ سَنَۃَ عَشْرٍ وَّ ثَلَاثِ مئۃٍ... وفی ھذہ السنۃِ تُوُفِّيَ محمدُ بنُ جریر الطبریُّ صاحبُ تاریخ، ببغداد و مولدُہُ سنۃَ اربعٍ و عشرین و دُفن لیلا بدارہ لان العامّۃَ اجتَمَعَتْ و مَنَعَتْ دَفْنَہ نِہاراً وادَّعَوْا علیہ الرِفْضَ وَالْاِلْحَادَ وَ کَانَ عَلِيُّ بْنُ عیسی یَقُول واللہِ لَوْسُئِلَ ھولآء عن مَعْنِ الرفضِ والالحادِ مَاعَرَفُوْہُ وَلَافَھِمُوْہُ (الکامل فی التاریخ، ج۶ص۶۷۹)

(خلاصہ) اس سال محمد بن جریر طبری فوت ہوئے ان کو ان کے گھر ہی پر رات کے وقت دفن کیا گیا کیونکہ عام لوگوں نے جمع ہو کر مسلمانوں کے قبرستان میں ان کو دفن کرنے سے منع کر دیا تھا کہ معاذ اللہ یہ آدمی رافضی وملحد ہے۔ حضرت علی بن عیسی فرماتے ہیں کہ خدا کی

قسم اگران الزام تراشیاں کرنے والوں سے رفض والحاد کا معنی پوچھ لیا جائے تو اس کی تعریف تک نہیں آتی (اور اتنے جلیل القدر امام پر یہ الزام لگاتے ہوئے نہیں شرماتے۔ یہی حال آج کم وبیش جماعت رضائیہ کا ہے کہ اگران سے ''گستاخی'' کی تعریف پوچھ لی جائے تو وہ تک بتلانے سے قاصر ہیں لیکن اپنے ہر مخالف کو گستاخ رسول ﷺ ثابت کرنے کو عین دین واسلام بنایا ہوا ہے)

(۳) امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۹۷۳) نے ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ کے دفاع کے حوالے سے اس پر بڑی تفصیل سے کلام کیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مرض الوفات میں ملحدین نے ان کے تکیہ کے نیچے انہی کے متعلق گمراہ کن عقائد لکھ کر رکھ دئے اگران کے طلبا کو امام صاحب کے عقائد کا تفصیلی تعارف نہ ہوتا توان اوراق کی وجہ سے ایک خلق کثیر گمراہ ہو جاتی۔

فرماتے ہیں شیخ الاسلام مجدالدین فیروز آبادی رحمۃ اللہ علیہ صاحب القاموس ان کی طرف ایک کتاب منسوب کی گئی جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے رد میں تھی اور اس کتاب میں امام صاحب پر کفر کے فتوے لگائے گئے تھے جب ابو بکر الخیاط الیمنی کو اس کا پتہ چلا تو انہیں خط لکھا کہ آپ کو شرم نہیں آتی اتنے بڑے امام کے خلاف اتنی رکیک کتاب لکھی تو انہوں نے جواب میں لکھا واللہ یہ مجھ پر جھوٹ ہے یہ کتاب جہاں ملے جلا دو یہ میری کتاب نہیں۔

اسی طرح امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی احیاء علوم الدین میں تحریف کی گئی خوش قسمتی سے قاضی عیاض کو اس نسخے کا پتہ چل گیا اور اسے جلانے کا حکم دیا۔ آگے فرماتے ہیں کہ ان کم بختوں نے یہی کام میرے ساتھ کیا میری کتاب ''البحر المورود'' میں گمراہ کن عقائد داخل کر کے اس کتاب کو میری طرف منسوب کر کے مکہ ومصر کے علاقوں میں تین سال تک پھیلاتے رہے۔ میں نے اپنی کتاب میں ان عقائد سے برات کا اعلان کیا اور اپنی کتاب کو وقت کے جید علما کی طرف تقاریظ کیلئے بھیجا سب نے میری تائید کی جس کے بعد بعض حاسدین نے یہ مشہور کر دیا کہ مصر کے علما نے اپنی تائیدات سے رجوع کر لیا جس کے بعد میں نے دوبارہ ان علما کی طرف اپنی کتاب بھیجی اور سب نے زور وشور سے میری تائید کی۔ (ملاحظہ ہو الیواقیت والجواھر، ج ا، ص ۲۳)

یہی کام خان صاحب بریلوی نے کئے فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ایک جعلی فتوی منسوب کیا علمائے دیوبند سو سال سے کہتے کہتے تھک گئے کہ یہ فتوی جعلی ہے اس کا ثبوت دو مگر مجال ہو جو شرم وحیا آئے اور اس جھوٹ کو تسلیم کریں۔

مزید لکھتے ہیں:

''سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالی عنہ جیسے صحابی جو یک از عشرہ مبشرہ تھے کہ بارے میں کوفہ کے بعض جاہل لوگوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو شکایت کی کہ نماز صحیح طرح نہیں پڑھتے معاذ اللہ۔

عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پر کھولتا ہوا پانی نماز کے دوران ڈالا گیا کہ یہ ریاکاری کیلئے نماز پڑھتے ہیں (معاذ اللہ) جب نماز ختم کی تو لوگوں سے پوچھا کہ کیا ہوا؟ تو اس ظلم کے بارے میں بتلایا گیا تو فرمایا حسبنا اللہ و نعم الوکیل اور ایک زمانے تک ان کو سر اور چہرے پر اس سے تکلیف ہوتی رہی۔

ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو سات دفعہ علماء کی ہی ایک جماعت کے کہنے پر بسطام سے نکالا گیا۔ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کو بغداد میں ہتھکڑیوں سے جکڑ کر لایا گیا اور ایک پوری جماعت ان کے ساتھ یہ گواہی دینے آئی کہ یہ معاذ اللہ زندیق ہو چکا ہے۔

سھل بن عبد اللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ کو شہر سے نکالا گیا اور وہ بیچارہ بصرہ دوڑے یہ الزام لگا کر کہ اس کے عقائد کفریہ ہیں۔ اور وہ اس امامت و

مقام ومرتبہ کے باوجود دوبارہ اپنے شہر کی طرف نہ لوٹ سکے اور بصرہ ہی میں فوت ہوئے۔

اسی طرح جنید بغداری رحمۃ اللہ علیہ پر توحید پر گفتگو کرنے کی وجہ سے کئی دفعہ کفر کے فتوے لگائے گئے۔

محمد بن فضل رحمۃ اللہ علیہ کو صرف اس لئے شہر سے نکالا گیا کہ وہ صفات باری تعالی پر مشتمل آیات میں تاویل کے قائل نہ تھے تو جب لوگوں نے ان کو نکالنا چاہا تو کہا کہ میں اس وقت تک شہر سے نہیں نکلوں گا جب تک تم میرے گلے میں ایک رسہ نہ ڈال دو اور بازار میں یہ منادی کردو کہ یہ ایک بدعتی ہے تو ان بدبختوں نے ایسا ہی کیا۔جس پر شیخ محمد بن فضل البلخی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو بددعا دی: اے اہل بلخ تمہارے دلوں سے اللہ نے معرفت کا نور نکال دیا'' اسی لئے مشائخ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد بلخ سے کبھی کوئی صوفی نہیں پیدا ہوا۔

اسی طرح باوجود امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی وسعت علمی وطول مجاہدات کئی دفعہ کفر کا فتوی لگایا گیا۔اسی طرح ابو بکر نابلسی رحمۃ اللہ علیہ کی شکایت کی گئی سلطان کے سامنے کہ یہ زندیق ہو چکا ہے اور سلطان وقت نے ان کو سلاخوں سے داغنے کا حکم دیا۔

شیخ نسیمی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ ان کے مخالفین نے نقل کفر کفر نہ باشد حلب میں ایک کاغذ پر قل ھو اللہ احد لکھی اور موچی کے پاس گئے کہ یہ محبت کا تعویذ ہے اسے چپل میں سے دیں ہم نے محبوب کو پہنانا ہے موچی نے ایسا ہی کر دیا اس کے بعد نسیمی کے پاس جوتا لائے اور کہا یہ ہماری طرف سے ہدیہ اسے پہن لیجیے اس بیچارے کو کیا علم تھا پہن لیا اور فوراً حلب کے نائب امیر کے پاس گئے کہ ہمیں صحیح سند کے ساتھ یہ بات پہنچی کہ شیخ ایک ایسا جوتا پہنتا ہے کہ جس کے اندر قل ھو اللہ احد لکھی گئی ہے اگر آپ کو ہم پر یقین نہیں تو ہمارے ساتھ اپنے کارندے بھیج دیں۔امیر کے کارندے فوراً روانہ ہوئے اور جب شیخ کو پکڑ کر ان کا جوتا کھولا گیا تو ایسا ہی تھا جیسا کہا گیا۔اس پر بیچارے نسیمی خاموش رہے کہ کیونکہ ان کو یقین تھا کہ اب موت یقینی ہے۔

اندازہ لگائیں کہ جب مخالفین کسی کی مخالفت میں اس حد تک گر سکتے ہیں تو خان صاحب نے اگر جعلی فتوی منسوب کر دیا یا عبارات کو آگے پیچھے کر کے کفر بنا دیا تو کونسے تعجب کی بات ہے؟

اسی طرح شیخ ابومدین رحمۃ اللہ علیہ، شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ پر زندیقیت کا الزام لگایا گیا اور انہیں شہر بدر کیا گیا۔شیخ عز بن عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ پر کفر کا فتوی لگایا گیا یہاں تک کہ ان کو ایک مجلس کرنی پڑی جس میں اپنی صفائی دی جس کے بعد سلطان اس کا معتقد ہوا۔

بلکہ شیخ تاج الدین سبکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ جیسے جلیل القدر امام پر پر کفر کا فتوی لگایا گیا اور ان کے خلاف لوگ کھڑے کئے گئے جنہوں نے یہ گواہی دی کہ یہ زنا ولواطت کو جائز سمجھتا ہے شراب کو حلال کہتا ہے اور رات کے وقت زنار باندھتا ہے۔جس کے بعد انہیں گرفتار کر کے شام سے مصر لایا گیا شیخ جمال الدین اسنوی نے ان کے قتل کا فتوی دیا جس کے بعد کچھ شیوخ کھڑے ہوئے اور انہیں اس عذاب سے بچایا۔

(تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو الیواقیت والجواھر ص ۳۳ تا ۳۶)

اگر اتنے بڑے شیخ پر اتنے سنگین الزام لگ سکتے ہیں تو خان صاحب نے اگر علمائے دیوبند پر یہ الزام لگا دیا کہ معاذ اللہ، اللہ کو بالفعل کذاب کہتے ہیں، ختم نبوت کے منکر ہیں نبی کے علم کو جانوروں کے علم کے برابر سمجھتے ہیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔

قصہ مختصر یہ مذموم حرکتیں ہر دور میں اہل حق کے ساتھ باطل نے کی ہیں کہ جن کفریہ عقائد سے وہ خود بیزار، ساری عمر ان عقائد کا رد کرتے رہے وہی چیزیں ان کی طرف منسوب کر دیں۔خان صاحب کی طرف سے ہمارے اکابر کے ساتھ یہ حرکت تو ہمارے اکابر کے حق ہونے کی دلیل ہے۔

جہاں تک علمائے حرمین کے کفر کے فتووں کی بات ہے تو وہ ہم دفاع کی پچھلی جلدوں میں واضح کر چکے ہیں کہ وہ فتوے تو خان صاحب اور ان کی کتب پر بھی لگے مگر رضاخانیوں نے تسلیم نہیں کئے ۔شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ پر بقول رضاخانی علمائے حرمین کے فتوے لگائے مگر خان صاحب نے تسلیم نہیں کئے اسی طرح حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ پر ان کے زمانے میں ایک خان ہی نے جعلی فتوے تیار کر کے علمائے حجاز سے ان کے خلاف کفر کے فتوے لئے اور یہ پروپگینڈا اس قدر شدید کیا گیا کہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کا شکار ہو گئے اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی تکفیر کر دی ۔ چنانچہ پروفیسر مسعود لکھتے ہیں:

''علمائے حجاز سے کفر کے فتوے لگائے گئے ایک دو نہیں ایک ساتھ ۷۱۔۔۔سیلاب مخالفت کچھ اتنا شدید تھا کہ اس کا زور تقریبا ایک صدی تک قائم رہا''۔۔۔(سیرت مجدد الف ثانی ،ص ۲۷۹،مدینہ پبلشنگ کراچی)

پھر علمائے حرمین نے اکابر دیوبند پر نہیں بلکہ اس کفری مفہوم پر فتوے لگائے جو خان صاحب نے ان کے سامنے پیش کئے اسے تو ہم بھی کفر کہتے ہیں ۔ماقبل میں تو ہم نے اہل باطل کی طرف سے اہل حق پر چند فتاوی کا ذکر کیا تھا۔اب خود اہل حق پر اہل حق کی طرف سے کفر کے فتووں کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں ۔مولانا ذیشان احمد مصباحی صاحب لکھتے ہیں:

۱-۲-فرعون اور ابن عربی کی تکفیر

فرعون کا کفر کتاب وسنت اور اجماع امت سے ثابت ہے ۔فرعون کا شمار ان بدنصیبوں میں ہوتا ہے جو کافر ہی نہیں کفر کا استعارہ ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ یہودیت ومسیحیت بھی اس کے کفر پر متفق ہیں اور ایک عام انسان بھی فرعونیت کو کفر و بغاوت کا دوسرا نام سمجھتا ہے ۔لیکن اس کے باوجود شیخ محی الدین ابن عربی (۶۳۸ھ/ ۱۲۴۰ء)، جو اصحاب سلوک ومعرفت کے یہاں امام المکاشفین اور کثیر علماء اہل سنت کے نزدیک قابل احترام بلکہ واجب توقیر ہیں،فرعون کے کفر کے قائل نہیں ہیں ۔فرعون نے ڈوبتے ہوئے کہا تھا:

میں اس بات پر ایمان لایا کہ سوائے اس ذات کے کوئی معبود نہیں جس پر بنی اسرائیل ایمان رکھتے ہیں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں ۔

حَتّٰٓى اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَاۗءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (یونس:۹۰)

اس طرح کی آیات نے شیخ محی الدین ابن عربی کو فرعون کی تکفیر سے روک دیا۔آپ لکھتے ہیں:

فرعون نے جب حضرت موسیٰ کو قتل کرنا چاہا تو اس وقت اس کی بیگم- جن کو اللہ تعالیٰ نے عطائے کمال کے لیے پیدا کیا تھا، جیسا کہ اس کی شہادت ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ملتی ہے کہ انہیں اور مریم بنت عمران کو وہ کمالات حاصل ہوئے جو مردوں کے ساتھ مختص ہیں-نطق الہی سے بول پڑیں: یہ میری اور تمہاری آنکھ کی ٹھنڈک ہے ۔قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ۔ (قصص:۹)

چناں چہ حضرت موسیٰ سے ان کی آنکھ اس طور پر ٹھنڈی ہوئی کہ ان کو وہ کمالات حاصل ہوئے جن کا ذکر ہم پیچھے کر چکے اور فرعون کی آنکھ اس طور پر ٹھنڈی ہوئی کہ ڈوبتے وقت اللہ تعالیٰ نے اسے دولت ایمان سے سرفراز کیا اور اسے طاہر ومطہر اور بے عیب اس دنیا سے اٹھایا؛ کیوں کہ ایمان لانے کے بعد اور اللہ کی جانب سے موت دیے جانے سے قبل اس نے کوئی گناہ نہیں کیا اور اسلام ماقبل کے گناہ کو مٹا دیتا ہے ۔اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی عنایت خاص کی آیت وشہادت بنا دیا تا کہ اللہ کی رحمت سے کوئی مایوس نہ

ہو۔(۱)

شیخ ابن عربی کی اس رائے کے برخلاف چوں کہ علماے امت کا متفقہ فیصلہ ہے کہ فرعون نے اس وقت ایمان کا اقرار کیا جب عالم غیب اس پر کھل چکا تھا اور موت بالکل سامنے تھی۔گویا فرعون حالت غرغرہ یا حالت یاس/ باس میں ایمان لایا تھا اور اس وقت کا ایمان معتبر نہیں۔اس وقت تو ہر بڑے سے بڑا کافر خدا کی ذات وصفات پر ایمان لے آتا ہے،مگر اس کا کیا حاصل؟ اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

فَلَمْ يَكُ يَنفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا سُنَّتَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِي عِبَادِهِ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكَافِرُونَ (غافر:۸۵)
ہمارا عذاب دیکھنے کے بعد ان کا ایمان لانا ان کے لیے نافع نہیں ہوگا۔یہی اللہ کی سنت ہے جو اس کے بندوں میں رائج ہے اور یہیں منکر خسارے اٹھاتے ہیں۔

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْآنَ (نساء:۱۸)
ان لوگوں کے لیے توبہ نہیں ہے جو گناہ کرتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ جب موت ان میں سے کسی کے سامنے آجاتی ہے تب وہ کہتا ہے کہ اب میں توبہ کر رہا ہوں۔

شیخ ابن عربی کی رائے پر علما کے مختلف ردعمل سامنے آئے اور انہوں نے مختلف نظریات پیش کیے،مثلاً:

پہلا نظریہ

کسی نے کہا کہ شیخ ایک اجماعی عقیدے کی مخالفت کی وجہ سے بدترین کفر و زندقہ میں مبتلا ہیں۔اس خیال کے حامل شیخ ابن تیمیہ (۷۲۸ھ/ ۱۳۲۸ء)اور ان کے ہم خیال علما ہیں شیخ ابن تیمیہ رقم طراز ہیں:

فرعون نے کفر کیا اور اس کی موت حالت کفر میں ہوئی۔مسلمانوں کے یہاں اس کا جہنمی ہونا ضروریات دین سے ہے،بلکہ دین یہود اور دین نصاریٰ میں بھی ضروریات سے ہے،چوں کہ ان تینوں مذاہب کے ماننے والے اس بات پر متفق ہیں کہ فرعون دنیا کا سب سے بڑا کافر ہے.....بلکہ مسلمان اس بات پر بھی متفق ہیں کہ فرعون کو مومن کہنے والے تو الگ رہے،جو اس کے کافر اور جہنمی ہونے میں توقف کرے،لازم ہے کہ اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے۔پھر اگر وہ توبہ کرلے تو بہتر ہے بصورت دیگر اسے کفر وارتداد کے سبب قتل کردیا جائے.....یہاں مقصود یہ بتانا ہے کہ فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ وغیرہ کے مصنف کے متبع،نظریۂ حلول واتحاد کے حامل اور ہم نواہی وہ لوگ ہیں جو فرعون کی تعظیم کرتے ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اس کی موت حالت ایمان میں ہوئی۔اس کو ڈبونا ایسا ہی ہے جیسا کہ قبول اسلام کے وقت کافر کو غسل دینا۔وہ کہتے ہیں کہ قرآن میں کوئی ایسی آیت نہیں جو فرعون

(۱) فصوص الحکم،فص حکمۃ علویۃ فی کلمۃ موسویۃ،۲۰۱

کے کفر پر دلالت کرتی ہو۔(۱)

دوسرا نظریہ

ایک طبقۂ علما نے کہا کہ فصوص کی عبارت میں مخالفین اسلام نے تحریف و تدلیس کی ہے۔ یہ شیخ ابن عربی کا موقف نہیں ہو سکتا؛ کیوں کہ شیخ نے خود فتوحات مکیہ کے اندر فرعون کی تکفیر کی ہے اور اسے جہنم کے پست ترین طبقے میں شمار کیا ہے۔ اس طبقے کی پیشوائی امام عبدالوہاب شعرانی (۹۷۳ھ/ ۱۵۶۵ء) کرتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

منکرین کا ایک دعویٰ یہ بھی ہے کہ شیخ نے ایمان فرعون کی مقبولیت کا قول کیا ہے، جو کہ شیخ کے اوپر سراسر تہمت و افترا ہے۔ شیخ نے خود فتوحات کے باب نمبر ۶۲ میں صراحت کی ہے کہ فرعون ان جہنمیوں میں سے ہے جو ہمیشہ ہمیش جہنم میں ہی رہیں گے اور فتوحات شیخ کی آخری تالیفات میں سے ہے، شیخ نے اپنی موت سے تقریباً تین سال پہلے اس کو لکھا۔(۲)

علامہ ابن عابدین شامی (۱۲۵۲ھ/ ۱۸۳۶ء) بھی تقریباً اسی رائے کے حامی ہیں۔ آپ رد المحتار میں فرماتے ہیں:

فرعون کی تکفیر پر علماے اسلام کا اجماع ہے، جیسا کہ ترمذی نے سورۂ یونس کی تفسیر میں یہ بات نقل کی ہے، اگر چہ امام عارف محقق سیدی محی الدین ابن عربی نے اپنی کتاب فصوص میں اس کی مخالفت کی ہے۔ علامہ ابن حجر ہیتمی [۹۷۴ھ/ ۱۵۶۶ء] نے زواجر میں لکھا ہے کہ ہم اگر چہ اس کے قائل کی جلالت شان کے قائل ہیں، لیکن اس کے باوجود یہ بات مردود ہے، کیوں کہ عصمت صرف انبیا کو حاصل ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی واقعہ ہے کہ شیخ نے اپنی دوسری کتاب میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ فرعون، ہامان اور قارون کے ساتھ جہنم میں ہے اور جب ایک ہی امام کے اقوال مختلف ہو جائیں تو اس کے اس قول کو لیا جائے گا جو ظاہر دلائل کے موافق ہو اور اس کے خلاف قول کو ترک کر دیا جائے گا۔(۳)

حافظ عراقی کو بھی اسی گروپ میں شامل کرنا چاہیے جو فتوحات اور فصوص کو کفریات سے لبریز بتاتے ہیں، مگر اس کے باوجود وہ ابن عربی کو کھل کر کافر نہیں کہتے۔ اس کے بجائے وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ عبارات فی الواقع انہی کی ہیں اور وہ مرتے دم تک اس پر قائم رہے تو وہ یقینی طور پر کافر اور دائمی جہنمی ہیں۔ تاہم میں انہیں کافر نہیں کہتا کیوں کہ میرے نزدیک ان سے ان کلمات کا صدور اور ان پر ان کا قائم رہنا

---

(۱) كفر فِرْعَوْن، وَمَوته كَافِرًا، وَكَونه من أهل النَّار هُوَ مِمَّا علم بالاضطرار من دين الْمُسلمين، بل وَمن دين الْيَهُود وَالنَّصَارَى، فَإِن أهل الْملَل الثَّلَاثَة متفقون على أَنه من أعظم الْخلق كفرا ۔۔۔۔ وَلِهَذَا كَانَ الْمُسلمُونَ متفقين على أَن من توقف فِي كفره وَكَونه من أهل النَّار فَإِنَّهُ يجب أَن يُسْتَتَاب، فَإِن تَابَ وَإِلَّا قتل كَافِرًا مُرْتَدا، فضلا عَمَّن يَقُول إِنَّه مَاتَ مُؤمنا ۔۔۔ وَالْمَقْصُود هُنَا أَن هَؤُلَاءِ الاتحادية من أَتبَاع صَاحب "فصوص الحكم" وَصَاحب "الفتوحات المكية" وَنَحْوهم، هم الَّذين يعظمون فِرْعَوْن، وَيدعونَ أَنه مَاتَ مُؤمنا، وَأَن تغريقه كَانَ بِمَنْزِلَة غسل الْكَافِر إِذا أسلم، وَيَقُولُونَ: لَيْسَ فِي الْقُرْآن مَا يدل على كفره. (جامع الرسائل: ۱/ ۲۰۷-۲۰۳، رِسَالَة فِي الرَّد على ابْن عَرَبِيّ فِي دَعْوَى إِيمَان فِرْعَوْن)

(۲) الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر، فصل دوم، ص: ۳۳۔ امام شعرانی کا یہ دعویٰ اس سے رد ہو جاتا ہے کہ خود فصوص کے اندر فتوحات کا حوالہ موجود ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ فتوحات پہلے کی ہے اور فصوص اس کے بعد کی ہے۔ لکھتے ہیں: ص: قد بينا هذا في الفتوحات المكية دیکھیے (فصوص الحکم، فص حکمۃ نفثیۃ فی کلمۃ شیثیۃ)

(۳) رد المحتار على الدر المختار: ۴/ ۲۳۱، كتاب الجهاد، مَطْلَبٌ تَوْبَةُ الْيَأْسِ مَقْبُولَةٌ دُونَ إيمَانِ الْيَأْسِ

ثابت نہیں ہے۔ ہاں! ہم ان کلمات اور عقائد کو ضرور کفریہ کہتے ہیں۔(۱)

تیسرا نظریہ

ایک طبقہ یہ کہتا ہے کہ فرعون کے کفر پر مرنے کی بات اپنی جگہ مسلم ہے اور اس کے ساتھ شیخ ابن عربی کی بات بھی اپنی جگہ درست ہے۔ دونوں باتوں میں تطبیق یوں ہے کہ یہ بات تو اصلا نص سے ثابت ہے کہ فرعون ڈوبنے سے پہلے ایمان لایا تھا لیکن عام علما اسے اس لیے رد کرتے ہیں کیوں کہ وہ حالت یاس کا ایمان ہے اور حالت یاس کا ایمان علما کے نزدیک معتبر نہیں، جب کہ بعض صوفیہ کے یہاں معتبر ہے، شیخ ابن عربی بھی انہیں میں شامل ہیں، اس لیے انہوں نے ایمان فرعون کو معتبر قرار دیا ہے۔

علامہ محمود آلوسی بغدادی (۱۲۷۰ھ/ ۱۸۵۴ء) نے لکھا ہے کہ اس سلسلے میں ایک قول امام مالک کا بھی نقل کیا جاتا ہے جس کا کوئی حوالہ نہیں ہے، البتہ قاضی عبد الصمد حنفی (وفات: بعد ۴۳۰ھ/ ۱۰۳۹ء) جو امام ابن عربی سے سو سال پہلے کے ہیں، انہوں نے لکھا ہے کہ اہل تصوف کے یہاں حالت یاس کا ایمان معتبر ہے۔ اس تناظر میں کفر فرعون کے سلسلے میں دعویٰ اجماع پر سوال قائم ہو جاتا ہے۔

ہاں! یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہمیں یہی تسلیم نہیں کہ جسے انہوں نے صوفیہ کا مذہب کہا ہے وہ واقعی مستند اور مجتہد صوفیہ کی رائے ہے بھی؛ کیوں کہ یہ خیال عام دلائل کے خلاف ہے، لہٰذا یہ ممکن نہیں کہ محقق صوفیہ کا یہ مذہب ہو۔

اس کا ایک دوسرا جواب یہ بھی دیا جا سکتا ہے کہ کفر فرعون پر جو اجماع ہے وہ اس تناظر میں ہے کہ وہ صحیح طور سے اللہ پر ایمان نہیں لایا، بلکہ یونہی تقلیدی طور پر ایمان لے آیا، جس کا اظہار اس کے اس قول سے ہوتا ہے: آمَنتُ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا الَّذِي آمَنَتْ بِهِ بَنُو إِسْرَائِيلَ۔ میں اس بات پر ایمان لایا کہ اس ذات کے سوا کوئی معبود نہیں جس پر بنو اسرائیل کا ایمان ہے۔ یا بطور تنزل یہ کہا جائے کہ وہ اللہ پر ایمان تو لایا، البتہ رسول یعنی حضرت موسیٰ پر ایمان نہیں لایا، اس طرح اس کے کفر پر اجماع کا دعویٰ درست رہے گا۔(۲)

چوتھا نظریہ

: علمائے اسلام کا ایک طبقہ وہ ہے جو شیخ کے بات کی تاویل کرتا ہے، یا زیادہ سے زیادہ خطا قرار دیتا ہے، لیکن ایسی خطا نہیں جس کی بنیاد پر شیخ کی تکفیر و تضلیل کی جائے، بلکہ اس سے آگے بڑھ کر ان کی ولایت و قطبیت کا قائل ہے۔ اس گروہ کے پیشوا امام ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ/ ۱۴۴۸ء) کو قرار دیا جا سکتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

> میرا اعتقاد ہے اور اللہ کے حضور میں اس کے لیے جواب دہ ہوں کہ شیخ محی الدین ابن عربی علم ظاہر کے لحاظ سے امام اہل شریعت اور عرفان و عمل کے لحاظ سے مربی اہل طریقت ہیں اور ذوق و فہم کے لحاظ سے شیخ مشائخ اہل حقیقت ہیں۔
>
> ۔۔۔میرا اعتقاد ہے کہ شیخ کا مقصد ایمان فرعون کا اثبات نہیں ہے۔ اس کی دلیل وہی ہے جو فتوحات مکیہ کے حوالے سے مذکور ہوا۔

---

(۱) الاجوبۃ المرضیۃ عن الاسئلۃ المکیۃ، سوال: ۲۱

(۲) تفسیر آلوسی/ روح المعانی، سورہ یونس، آیت: ۹۰۔ علامہ آلوسی کا دونوں جواب مخدوش ہے۔ اول اس لیے کہ وہ محض تخمین پر مبنی ہے اور ثانی اس لیے کہ رسول کی دعوت پر ایمان لانا حقیقت میں رسول پر ہی ایمان لانا ہے۔ حضرت موسیٰ کی دعوت یہی تھی کہ ایک خدا پر ایمان لاؤ۔ فرعون کے جادوگروں نے بھی یہی کہا تھا کہ ہم موسیٰ و ہارون کے رب پر ایمان لے آئے۔ (اعراف: ۱۲۲) اسے اہل علم بلا اختلاف معتبر مانتے ہیں۔

ان کا مقصد صرف یہ بتانا ہے کہ فرعون کے کفر کے دلائل قطعی نہیں ہیں۔اسی لیے فصوص میں کہا کہ اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے اور اس میں کوئی ایسی بات نہیں جو قطعی طور پر امام کے کفر کو واجب کرے۔زیادہ سے زیادہ یہ کہ انہیں زلت قلم اور لغزش قدم لاحق ہوگئی جس پر بعد میں خود ہی متنبہ ہوگئے اور یہی محفوظ اولیاء اللہ کی شان ہے۔(۱)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۰۵۲ھ/ ۱۶۴۲ء) کا نام بھی اسی سیاق میں لیا جاسکتا ہے۔آپ فرماتے ہیں:

فرعون کا ایمان باجماعِ امت مقبول نہیں ہے؛ کیوں کہ وہ ڈوبنے کے وقت ایمان لایا تھا اور ڈوبنے کے وقت کا ایمان حالت یاس کا ایمان ہے، اس لیے کہ وہ اس وقت زندگی سے مایوسی اور اضطرار کی حالت میں ہے، اختیاری حالت میں نہیں ہے۔تمام مجتہدین وعلما ومشائخ اور مقتدایان امت کا یہی عقیدہ ہے۔اسی وجہ سے فرعون کی ہر جگہ شریعت میں مذمت ہی کی گئی ہے، وہ کفر واستکبار میں ضرب المثل ہے۔، بہت سی آیات قرآنی اس کے کافر و جہنمی ہونے پر ظاہراً دلالت کرتی ہیں بلکہ بعض آیات تو نص ہیں یعنی اس کی تکفیر ہی کے لیے لائی گئی ہیں۔

۔۔۔شیخ محی الدین ابن عربی کے حقائق ومعارف اپنی جگہ مسلم ہیں کسی کو اس مقام پر مجال دم زدن نہیں۔جس طرح انہوں نے مشائخ کے حقائق اور احوال ومواجید مذکورہ رسالہ میں بیان فرمائے ہیں وہ برحق ہیں۔مگر یہ مسئلہ فقہی ہے۔اتنی بات تو مسلم ہے کہ آدمی سہو ونسیان سے پاک نہیں ہے اور انبیا صلوات اللہ علیہم اجمعین کے سوا خطا وخلل سے کوئی بھی بشر معصوم نہیں ہے۔

۔۔۔الغرض چوں کہ غیر انبیا کے لیے عصمت ثابت نہیں ہے، اس لیے اگر اجتہاد میں خطا بھی واقع ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔ بیشتر ائمہ مذاہب جو دین کے مقتدا اور عالَم کے پیشوا ہیں ان سے بھی چند مقامات پر اجتہاد میں خطا واقع ہوئی ہے۔اگر کسی ایک مسئلہ میں شیخ ابن عربی سے چوک ہوگئی، تو اس میں تعجب کی کون سی بات ہے۔(۲)

پانچواں نظریہ

شیخ ابن عربی کے قول ایمان فرعون کے حوالے سے علمائے اسلام کا پانچواں طبقہ ان کا حامی وموید ہے اور ان کے مخالفین کی تنگ نظری وکم فہمی کا قائل ہے۔اس گروہ کے امام ملا جلال دوانی (۹۱۸ھ/ ۱۵۱۲ء) ہیں۔شیخ ابن عربی کی تائید میں اِیمانُ فِرعَون کے نام سے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس کا رد ملا علی قاری (۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۵ء) نے فِرُّ العَونِ مِن مُدَّعِی اِیمانِ فِرعَون کے نام سے کیا ہے۔قابل غور ہے کہ ملا علی قاری بھی اس رسالے میں چوتھے نظریے کے حامل نظر آتے ہیں، یعنی ابن عربی کی رائے کو شدت سے رد کرتے ہیں اور ساتھ ہی ان کو علمائے اسلام اور مشائخ طریقت کا معتمد وپیشوا بھی قرار دیتے ہیں۔(۳) اگر چہ بعد میں ترقی کر کے وہ پہلے گروہ میں شامل

---

(۱) یہ علامہ ابن حجر عسقلانی کے ایک فتوے کا اقتباس ہے۔یہ فتویٰ محمد محمد عبداللطیف ابن الخطیب کی تحقیق سے شائع ہونے والی علامہ جلال الدین دوانی کی کتاب ایمان فرعون کے آخر میں ص:۹۰ پر شامل ہے۔اس کتاب کے ساتھ ملا علی قاری کی کتاب فر العون من مدعی ایمان فرعون بھی شامل ہے، جو اسی کتاب کا رد ہے۔آخر میں محقق نے امام سیوطی اور علامہ ابن حجر کی آرا بھی شامل کی ہیں۔تلاش بسیار کے باوجود کسی دوسری جگہ ابن حجر کا یہ فتویٰ راقم کو نہیں ملا۔اس کے برخلاف ہمیں ابن حجر عسقلانی کے حوالے سے ایسی تحریریں بھی ملتی ہیں جو ابن عربی کے نقد یا بالواسطہ مدح پر مبنی ہیں۔واللہ اعلم!

(۲) تکمیل الایمان، مترجمہ مولانا سعید اللہ، بحث: ایمان فرعون، زیر طبع

(۳) رسالہ فر العون، مشمولہ در رسالہ ایمان فرعون، آخری سطور، ص: ۸۴-۸۵

ہو گئے اور وحدت الوجود کے خلاف لکھے گئے اپنے رسالے میں شیخ کو کافر وزندیق کہتے ہوئے ان کی کتابوں کے مطالعے کو ناجائز وحرام ٹھہرادیا۔(۱)

ملا جلال نے بڑے کروفر کے ساتھ حضرت ابن عربی کے موقف پر عقلی ونقلی شواہد پیش کیے ہیں۔اسی طرح متصوفین میں کئی ایک مشائخ ایسے ہیں جنہوں نے شیخ ابن عربی کی ہم نوائی کی ہے۔ان میں مخدوم اشرف جہاں گیر سمنانی (۸۲۸ھ/ ۱۴۲۵ء(۲))، مخدوم علی مہائمی (۸۳۵ھ/ ۱۴۳۲ء(۳))، مولانا عبدالرحمن جامی (۸۹۸ھ/ ۱۴۹۳ء) اور علامہ عبدالغنی نابلسی (۱۱۴۳ھ/ ۱۷۳۰ء(۴)) کے نام بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ملا جامی لکھتے ہیں:

> اس بات پر قرآن سب سے بڑا اور سچا شاہد ہے کہ فرعون ڈوبتے وقت مادی قوت کے معطل ہوجانے کے بعد غرغرہ اور احوال آخرت کے ظہور سے پہلے ہی ایمان لے آیا تھا۔۔۔اس کے برخلاف اہل ظاہر جن آیات سے فرعون کے کفر پر استدلال کرتے ہیں وہ قابل تاویل ہیں۔(۵)

علمائے اسلام کے ذوق علمی، توسع دینی اور ایمانی وغیر تکفیری مزاج کو دیکھ کر خوش گوار حیرت ہوتی ہے۔شیخ ابن عربی اجماع کے خلاف جاتے ہوئے فرعون کو مومن قرار دے رہے ہیں۔ان کے اس عمل کے بعد علما کا ایک طبقہ ابن عربی کی تکفیر کرتا ہے، دوسرا طبقہ خود ابن عربی کا ہم نوا بن جاتا ہے اور امت کا بڑا طبقہ ابن عربی کے موقف کو رد کرتا ہے لیکن اس موقف کی بنیاد پر ابن عربی کی تکفیر نہیں کرتا، بلکہ اسے شیخ ابن عربی کی کتابوں میں الحاق یا شیخ کی ایک اجتہادی خطا قرار دے کر آگے بڑھ جاتا ہے۔

بیسویں صدی کے عظیم فقیہ مولانا احمد رضا خان محدث بریلوی کا حال یہ ہے کہ وہ اس مسئلے میں ابن عربی کے خلاف ہیں، مگر اس کے باوجود انہیں ابن عربی بے حد عزیز ہیں، حد تو یہ ہے کہ ملا علی قاری سے بھی زیادہ عزیز ہیں، جنہوں نے ابن عربی کی تردید اور پھر تکفیر کی اور دل چسپ بات یہ ہے کہ انہیں ملا علی قاری بھی عزیز ہیں، وہ ان کی بھی تکفیر نہیں کرتے۔محدث بریلوی کے یہ الفاظ دیکھیے اور ان کے تیور سے ان کے موقف تک پہنچنے کی کوشش کیجیے:

> یہی روش آداب بحمد اللہ تعالیٰ ہم اہل توسط واعتدال کو ہر جگہ ملحوظ رہتی ہے۔یہی نسبت ہمارے نزدیک امام ابن الجوزی کو حضور سیدنا غوث اعظم اور مولانا علی قاری کو حضرت خاتم ولایت محمدیہ شیخ اکبر سے ہے۔نہ ہم بخاری وابن جوزی وعلی قاری کے اعتراضوں سے شان رفیع امام اعظم وغوث اعظم وشیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر کچھ اثر سمجھیں، نہ ان حضرات سے کہ بوجہ خطائی الفہم معترض

(۱) دیکھیے رسالہ الرد علی القائلین بوحدۃ الوجود مطبوعہ، دار المامون للتراث، دمشق، ۱۹۹۵ء

(۲) اخبار الاخیار، احوال میر سید اشرف سمنانی، بحوالہ مکتوبات اشرفی

(۳) خصوص النعم شرح فصوص الحکم، فص حکمۃ علویۃ فی کلمۃ موسویۃ

(۴) جواہر النصوص فی حل کلمات الفصوص، حکمۃ علویۃ فی کلمۃ موسویۃ

(۵) ولکن القرآن أصدق شاهد بإيمانه عند الغرق قبل أن يغرغر وتظهر أحكام الدار الآخرة عليه بعد تعطيل قواه الحسية۔۔۔ فإن الآيات التي يستدل بها أهل الظاهر على عدم قبول إيمانه قابلة للتأويل۔ (شرح الجامی علی فصوص الحکم، فص حکمۃ علویۃ فی کلمۃ موسویۃ)

ہوئے، الجھیں۔ ہم جانتے ہیں کہ ان کا منشا اعتراض بھی نفسانیت نہ تھا۔(۱)

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

حضرت خاتم الولایۃ المحمدیۃ فی زمانہ بحر الحقائق ولسان القوم بجنانہ وبیانہ سیدی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نَفَعَنَا اللہُ فِی الدَّارَینِ بِفَیضَانِہ(۲)

قابل غور یہ ہے کہ علمائے اسلام ابن عربی کے ایمان وکفر کے حوالے سے مختلف خیموں میں بٹے ہیں، لیکن ان میں سے کوئی بھی اپنے مخالف خیمہ کی تکفیر نہیں کرتا۔ یعنی ان میں کوئی یہ نہیں کہتا کہ ابن عربی کافر اور تم ان کو مسلمان کہتے ہو لہٰذا تم بھی کافر، نہ یہ کہتا ہے کہ ابن عربی مسلمان ہیں اور تم ان کو کافر کہتے ہو، لہٰذا تم بھی کافر۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ضرب در ضرب تکفیر یا قانونِ گردشِ کفر صرف دور اخیر کی ایجاد ہے۔ (مسئلہ تکفیر اور متکلمین، ص ۳۰۲ تا ۳۱۲)

ابن منصور حلاج کی تکفیر

شیخ عفیف الدین یافعی (۷۶۸ھ/۱۳۶۷ء) کے بقول حسین بن منصور حلاج (۳۰۹ھ/۹۳۱ء) کے سلسلے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ بعض ان کی تعظیم میں غلو کرتے ہیں تو بعض ان کی تکفیر میں اور بعض توقف کرتے ہیں، جب کہ محققین انہیں معذور سمجھتے ہیں اور ان کے ہفوات کی تاویل کرتے ہیں۔ ان محققین میں امام غزالی (۵۰۵ھ/۱۱۱۱)، سیدنا عبد القادر جیلانی (۵۶۱ھ/۱۱۶۶ء) اور شیخ شہاب الدین سہروردی (۶۳۲ھ/۱۲۳۴ء) جیسے اکابر شامل ہیں۔(۳)

شیخ ابن تیمیہ (۷۲۸ھ/۱۳۲۸ء) رقم طراز ہیں:

وہ باتیں جن کا اعتقاد حلاج کو تھا، جن پر حلاج کا قتل ہوا، جس کے اندر بھی وہ باتیں ہوں، وہ مسلمانوں کے نزدیک متفقہ طور پر کافر ومرتد ہے؛ کیوں کہ مسلمانوں نے اسے زنادقہ اور ملحدین کی الحادی اور حلولی باتوں کی بنا پر قتل کیا تھا، مثلاً حلاج کا یہ قول: ''أنا اللہ'' اور ''ایک معبود آسمان میں ہے اور ایک معبود زمین میں ہے۔'' حلاج کے یہاں بے شمار خرق عادت واقعات اور طرح طرح کے کرشمے ہیں۔ جادو کے تعلق سے کتابیں بھی اس کی طرف منسوب ہیں اور بالجملہ امت میں اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں کہ جو انسان میں اللہ کے حلول ہونے کا قول کرے یا اللہ کے ساتھ متحد ہو جانے کا عقیدہ رکھے، یا یہ کہے کہ انسان معبود ہو سکتا ہے اور وہ خود معبودوں میں سے ایک ہے، تو وہ کافر، مباح الدم ہے اور اسی وجہ سے حلاج کا قتل ہوا۔(۴)

علامہ شمس الدین ذہبی (۷۴۸ھ/۱۳۴۸ء) لکھتے ہیں:

---

(۱) مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان فی معرفۃ ما یعتبر من حوادث الزمان: ۲/۱۹۰

(۲) فتاویٰ رضویہ: ۱۵/۶۸۰

(۳) مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان فی معرفۃ ما یعتبر من حوادث الزمان: ۲/۱۹۰

(۴) مجموع الفتاویٰ: ۲/۴۸۰

المَقتُولُ عَلَى الزَّندَقَةِ، مَارَوىٰ وَللهِ الحَمدُ شَيئاً مِنَ العِلمِ، وَكَانَت لَهُ بِدايَةٌ جَيِّدَةٌ وَ تَألَّهَ وَ تَصَوَّفَ، ثُمَّ انسَلَخَ مِنَ الدِّينِ، وَتَعَلَّمَ السِحرَ وَأَرَاهُم المَخَارِيقَ، أَبَاحَ العُلَمَاءُ دَمَهُ فَقُتِلَ سَنَةَ احدىٰ عَشرَةَ وَ ثَلاثِمائَةٍ.

اسے زندیق ہونے کی وجہ سے قتل کیا گیا تھا، اللہ کا شکر ہے کہ اس نے علم کی کوئی بات روایت نہیں کی۔ اُس کی ابتدائی حالت اچھی تھی، زہد وتصوف کی طرف مائل ہوا، پھر وہ دین سے نکل گیا، جادو سیکھا اور لوگوں کو کرشمے دکھائے۔ علمائے کرام نے اس کے قتل کا فتویٰ دیا اور اسے ۳۱۱ھ [۹۲۳ء] میں قتل کر دیا گیا۔ (۱)

علامہ ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ/ ۱۴۲۲ء) لکھتے ہیں:

وَأَخبارُ الحَلَّاجِ كَثِيرَةٌ وَالنَّاسُ مُختَلِفُونَ فِيهِ وَأَكثَرُهُم عَلَى أَنَّهُ زِندِيقٌ ضَالٌّ. (۲) حلاج کی تفصیلات بہت ہیں اور حلاج کے سلسلے میں علما مختلف الخیال ہیں اور ان میں سے اکثر کی رائے یہ ہے کہ وہ زندیق اور گمراہ تھا۔

ایک طرف ابن منصور (۳۱۱ھ/ ۹۲۳ء) کے لیے اس قدر شدید رویہ اور دوسری طرف علما ومشائخ، ارباب ظاہر و باطن کی ایک بڑی جماعت ہے جو منصور کو نہ صرف برحق مانتی ہے بلکہ انہیں مقتدایان اہل حق کی صفوں میں شمار کرتی ہے اور جو لوگ انہیں مدعی الوہیت اور نہ معلوم کیا کیا قرار دیتے ہیں، ان کے جواب میں صرف یہ کہتی ہے کہ یہ بے چارے منصور کو نہیں سمجھ سکے۔

یہی ابن تیمیہ ہیں جو منصور حلاج پر کوئی تیر خالی نہیں جانے دینا چاہتے، حضرت غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (۵۶۱ھ/ ۱۱۶۶ء) کی مدح وتوصیف سے بھی نہیں تھکتے، جب بھی ان کا نام آتا ہے ادب واحترام سے نام لیتے ہیں، انہیں اولیاء الرحمن میں شمار کرتے ہیں، ان کے نام کے ساتھ بالعموم قَدَّسَ اللہُ رُوحَہ کہتے ہیں، مگر ان کے یہی ممدوح یعنی شیخ عبد القادر جیلانی ہیں جو منصور کے تعلق سے نرم گوشہ رکھتے ہیں، فرماتے ہیں کہ عَثَرَ الحَلَّاجُ فَلَم يَكُن فِي زَمَنِهِ مَن يَأخُذُ بِيَده وَلَو كُنتُ فِي زَمَنِه لَأَخَذتُ بِيَدِه۔ (۳) حلاج پھسل گیا، اس کے زمانے میں کوئی ایسا نہیں تھا جو اس کا ہاتھ تھامتا، اگر میں اس کے زمانے میں ہوتا تو اس کا ہاتھ تھام لیتا۔

ابو القاسم نصر آبادی (۳۷۲ھ/ ۹۸۲ء) کہتے ہیں:

إِن كَانَ بَعدَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ مُوَحِّدٌ فَهُوَ الحَلَّاجُ. (۴)

انبیا اور صدیقین کے بعد اگر کوئی موحد ہے تو وہ منصور ہیں۔

خلیفۂ عباسی مقتدر باللہ (۳۲۰ھ/ ۹۳۲ء) کے زمانے میں قاضی بغداد محمد بن داؤد (۲۹۷ھ/ ۹۰۹ء) نے حضرت منصور کا قضیہ اٹھایا تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ سیاسی قتل (Political Murder) تھا۔ مولانا ظفر احمد تھانوی (۱۹۷۴ء) نے اس پر تفصیلی بحث کی ہے۔ اس بحث کے آخر میں لکھتے ہیں:

---

(۱) میزان الاعتدال: ۱/ ۵۴۸

(۲) لسان المیزان: ۳/ ۲۱۱

(۳) مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان فی معرفۃ ما یعتبر من حوادث الزمان: ۲/ ۱۹۰

(۴) تاریخ بغداد: ۸/ ۱۱۹

بعض مورخین کا یہ لکھنا بالکل غلط ہے کہ علما وفقہا نے ابن منصور کے قتل کا فتویٰ دیا تھا بلکہ یہ لکھنا چاہیے تھا کہ وزیر نے بضد ہو کر علما پر زور ڈالا اور مجبور کر کے ان سے فتویٰ حاصل کیا۔ پس قتل ابن منصور کا اصل مفتی وزیر حامد بن عباس تھا، نہ علما وفقہا وقضاۃ الاسلام؛ کیوں کہ جس صورت سے یہ فتویٰ حاصل کیا گیا ہے وہ ہرگز فتویٰ شرعی کہلانے کا مستحق نہیں۔ اسی لیے حضرت مولانا رومی نے فرمایا:

چوں قلم در دست غدارے بود
لاجرم منصور بردارے بود(۱)

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کے کفر وارتداد پر اس عہد کے تقریباً چار سو علما کا دستخط تھا، جن میں ایک نام جنید بغدادی کا بھی لیا جاتا ہے، اگر چہ یہ روایت درست معلوم نہیں ہوتی، اس لیے کہ عام تذکرہ نگاروں کے مطابق حلاج کو ۳۰۹ھ/ ۹۲۱ء میں پھانسی دی گئی تھی جب کہ اس سے بارہ سال قبل ۲۹۷ھ میں جنید بغدادی راہی ملک عدم ہو چکے تھے۔

بالآخر خلیفہ کے حکم سے ۳۰۹ھ/ ۹۱۱ء میں آپ کو دار ورسن کو چومنا پڑا۔ لیکن عجیب بات ہے کہ تقریباً چار سو علما کے ذریعے دیا گیا متفقہ فتویٔ کفر والحاد بھی بعد میں نہ صرف متنازع بن گیا بلکہ اصحاب شریعت وطریقت کی ایک جماعت کے یہاں اسے غیر مستند ٹھہرا دیا گیا۔ بقول داتا گنج بخش ہجویری (۴۶۶ھ/ ۱۰۷۴ء):

آپ کے مقام کے متعلق مشائخ طریقت کا اختلاف ہے؛ ایک گروہ کے نزدیک آپ مقبول بارگاہ ہیں اور ایک کے نزدیک مطعون بارگاہ۔ وہ طبقہ جو آپ کو مردود بارگاہ سمجھتا ہے ان میں حضرت عمرو بن عثمان مکی، ابویعقوب سہروردی، ابویعقوب اقطع اور علی بن سہل اصفہانی وغیرہم ہیں۔ جنہوں نے آپ کو مقبول بارگاہ قرار دیا ان میں حضرت ابن عطا، محمد بن حنیف، ابوالقاسم نصر آبادی اور جملہ مشائخ متاخرین ہیں۔(۲)

مولانا ظفر احمد تھانوی (۱۹۷۴ء) نے حلاج کے موید علما میں سے حسب ذیل علما ومشائخ کے تائیدی اقوال و بیانات نقل کیے ہیں: ۱-شیخ ابوالقاسم نصر آبادی، ۲-ابوالعباس بن عطاء، ۳-ابن خفیف شیرازی، ۴-ابوبکر شبلی، ۵-ابوالقاسم قشیری، ۶-شیخ ابن عربی، ۷-شیخ عبدالقادر جیلانی، ۸-فریدالدین عطار، ۹-مولانا رومی، ۱۰-امام شعرانی، ۱۱-شیخ عبدالقدوس گنگوہی، ۱۲-شیخ عبدالحق ردولوی، ۱۳-علامہ عبدالرؤف مصری، ۱۴-مولانا رشید احمد گنگوہی، ۱۵-مولانا اشرف علی تھانوی، ۱۶-علامہ یوسف نبہانی۔ آخر میں مصنف کتاب مولانا ظفر احمد تھانوی لکھتے ہیں:

یہ وہ حضرات ہیں جن کے اسمائے گرامی اس وقت سرسری طور پر ذہن میں آگئے ہیں، تحقیق سے اور بھی بہت سے علما اور اولیا ملیں گے جنھوں نے ابن منصور کو تسلیم کیا اور طبقۂ صوفیہ و جماعت اولیا میں شمار کیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ زمانہ مابعد میں ان مطاعن کا کوئی اثر باقی نہیں رہا جو مخالفین نے ذکر کیے ہیں۔ اور حقیقت تو یہ کہ مثنوی مولانا روم کے ظہور کے بعد سے عام طور پر سب لوگ ابن منصور کو بڑے درجہ کے لوگوں میں شمار کرنے لگے ہیں۔

---

(۱) سیرت منصور حلاج، ص:۹۸

(۲) کشف المحجوب (اردو) ص:۴۶۵

ابن منصور کی ولایت وسعادت اور علو منزلت کے لیے ان حضرات اولیاء کرام کا اپنی جماعت میں ان کو شمار کرنا، مغلوب الحال و معذور کہنا اور ان کے تبریہ وتزکیہ کا اہتمام فرمانا، اتنی بڑی دلیل ہے کہ اولیا وصوفیا میں سے ہر ایک کو یہ دولت نصیب نہیں ہوتی۔(۱)

محمود شبستری نے واقعۂ منصور میں ایک الگ ہی نکتہ تلاش کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

روا باشد انا اللہ از درختے

چرا نبود روا از نیک بختے (۲)

فاضل بریلوی (۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) نے ایک مقام پر اسی فلسفے کے تحت سرمد ومنصور کو شجر طور کے مقام پر رکھا ہے۔(۳) واقعۂ منصور کے سلسلے میں ایک دوسرے پر مقام پر ایک دل چسپ واقعہ لکھا ہے جس سے اس پورے سانحے کی خوب صورت توجیہ وتطبیق ہو جاتی ہے۔ لکھتے ہیں:

ان کی ایک بہن ان سے بدرجہا مرتبۂ ولایت ومعرفت میں زائد تھیں، وہ آخر شب کو جنگل تشریف لے جاتیں اور یاد الٰہی میں مصروف ہوتیں۔ ایک دن ان کی آنکھ کھلی، بہن کو نہ پایا، گھر میں ہر جگہ تلاش کیا، پتہ نہ چلا، ان کو وسوسہ گزرا، دوسری شب میں قصداً سوتے میں جان ڈال کر جاگتے رہے، وہ اپنے وقت پر اٹھ کر چلیں، یہ آہستہ آہستہ پیچھے ہو لیے، دیکھتے رہے، آسمان سے سونے کی زنجیر یاقوت کا جام اترا اور ان کے دہن مبارک کے برابر آ گا، انہوں نے پینا شروع کیا، ان سے صبر نہ ہو سکا کہ یہ جنت کی نعمت نہ ملے، بے اختیار کہہ اٹھے کہ بہن تمہیں اللہ کی قسم کہ تھوڑا میرے لیے چھوڑ دو۔ انہوں نے ایک جرعہ چھوڑ دیا، انہوں نے پیا، اس کے پیتے ہی ہر جڑی بوٹی ہر در ودیوار سے ان کو یہ آواز آنے لگی کہ کون اس کا زیادہ مستحق ہے کہ ہماری راہ میں قتل کیا جائے؟

انہوں نے کہنا شروع کیا "أنا الأحق" بے شک میں سب سے زیادہ اس کا زیادہ سزاوار ہوں۔ لوگوں کے سننے میں آیا "أنا الحق" (میں حق ہوں۔ت) وہ دعویٰ خدائی سمجھے اور یہ کفر ہے اور مسلمان ہو کر جو کفر کرے مرتد ہے اور مرتد کی سزا قتل ہے۔(۴)

فاضل بریلوی نے کس حسن تاویل وتعبیر کا سہارا لیا ہے اور کس طرح چند جملوں میں ایک طرف حضرت حلاج کو عارفین کاملین کی صف میں داخل کر دیا ہے تو دوسری طرف ان کی تکفیر کرنے والے اور ان کو قتل کرانے والے علما کو بھی مکمل بچا لیا ہے۔

ان کی اس مختصر تحریر کے مطابق اگر حضرت منصور اپنے رب کے حضور محبوب وماجور ہیں تو دوسری طرف ان کی تکفیر وقتل کے درپے علما اپنے فہم میں خاطی ہونے کے باوجود اپنے اعتبار سے معذور اور برحق ہیں؛ کیوں کہ ان کے فہم کے مطابق حلاج مرتد ہو چکے تھے اور مرتد کی سزا قتل ہے۔

---

(۱) سیرت منصور حلاج، ص: ۶۴-۸۹

(۲) مفاتیح الاعجاز اردو ترجمہ شرح گلشن راز، اردو ترجمہ، ص: ۱۴۴

(۳) احکام شریعت، ص: ۱۵۹

(۴) فتاویٰ رضویہ، ۲۶/مسئلہ: ۲۱۱

فاضل بریلوی نے موافقین ومخالفین کوایک ساتھ جس طرح سے بچایا ہے، یہ انہیں کے فن توفیق وتطبیق اور ایجاز بیان کا حصہ ہے۔
(مسئلہ تکفیر اور متکلمین، ص ۳۳۲ تا ۳۳۸)
اگر فتوی تکفیر کوئی معمولی چیز نہیں تو رضاخانی یہاں کیا کہیں گے؟

خلاصہ کلام:

خان صاحب بریلوی اور اس کے فتوے حسام الحرمین کی کوئی حیثیت دلائل کے میدان میں نہیں کیونکہ:

(۱) خود خان صاحب نے مکہ ومدینہ کے علماء کے کفر اور کفر کلامی جو شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق تھی اس کی تائید نہیں کی اس سے اختلاف کیا۔ تو حسام الحرمین کا ماننا بھی کوئی ضروری نہیں۔

(۲) رضاخانیوں کے ہاں متعصب ومتشدد کے فتووں کا اعتبار نہیں اور خان صاحب سے بڑا متعصب ومتشدد کون ہوگا؟ تفصیل ما قبل میں ہو چکی۔

(۳) خود خان صاحب بریلوی نے بدایونی، فرنگی محلی علما اور دیگر رضاخانیوں نے اپنے ہی ہم مسلک رضاخانیوں پر کفر کے فتوے لگائے مگر رضاخانی اسے تسلیم نہیں کرتے تو علمائے دیوبند کے متعلق ان کے فتووں کا کیا اعتبار؟

(۴) حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف جو فتوی منسوب کیا وہ جعلی تھا جس کا ثبوت قیامت تک کوئی مائی کا لال رضاخانی نہیں دے سکتا۔ اسی طرح تحذیر الناس کی عبارت میں بھی قطع و برید کی گئی لہذا ایسے جعلساز، کذاب، جلد باز آدمی کے فتووں کا کوئی اعتبار نہیں۔

(۵) دیوبندی اگر خان صاحب کی تعریف کریں تو خان صاحب کی کرامت تو کئی رضاخانی اکابر ومشائخ نے اکابر دیوبند کی تکفیر نہیں کی لہذا یہ اکابر دیوبند کی کرامت اور کرامت ولایت کا خاصہ ہے لہذا یہ اکابر ولی تھے نہ کہ معاذ اللہ کافر۔

(۶) بقول رضاخانی فرقہ یہ عبارات اس قدر گستاخانہ ہیں کہ عام آدمی کے سامنے بھی رکھی جائیں تو گستاخی ہی تسلیم کرے گا جبکہ جید بریلوی مشائخ وعلماء نے نہ صرف رضاخانیوں کے اس نظریہ سے اختلاف کیا بلکہ ان عبارات کا زبردست دفاع کیا۔ معلوم ہوا کہ ان عبارات میں کوئی گستاخی نہیں اور خان صاحب نے محض دلی بغض سے مجبور ہو کر یہ حرکت کی ایسے آدمی کے فتووں کا کوئی اعتبار نہیں۔

(۷) خان صاحب بریلوی اپنی کتب واذناب کی کتب کی روشنی میں اسلام سے خارج ہے اور بقول حشمت علی رضوی مشرک کافر کی کتاب مردود ہوتی ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا تو خان صاحب کے فتووں کتب کا بھی کوئی اعتبار نہیں۔

(۸) جو الزام رضاخانیوں کا علمائے دیوبند پر ہے وہی کچھ بلکہ باصول رضاخانیہ اس سے سنگین ان کے گھر میں بھی ہے مگر یہ اس پر خاموش ہیں معلوم ہوا کہ یہ فتوے محض تعصب میں ہیں حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

(۹) بقول فرقہ رضاخانیہ معاذ اللہ مرزائیوں کو ختم نبوت کے انکار کا راستہ ہم نے دکھایا، گستاخیوں کے دروازے ہم نے کھولے لیکن آج تک پارلیمنٹ یا سپریم کورٹ میں ان گستاخیوں کو لے جانے کی جرات ان رضاخانیوں کو نہ ہوئی جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ سب محض ڈھونگ ہے اندرون خانہ یہ بھی حسام الحرمین کو کذب و بہتان کا مجموعہ سمجھتے ہیں۔

(۱۰) رضاخانی مولوی قاضی عبد النبی کوکب لکھتا ہے:

''انہوں نے مدرسہ دیوبند کے جید اساطین علم کی بعض عبارات کو کفریہ قرار دیا اور اس فتوی میں انہوں نے اس شرعی احتیاط و مراعات کو ملحوظ نہ رکھا جو ایسے نازک موقع پر ملحوظ رکھنی ناگزیر ہوتی ہے''۔ (مقالات یوم رضا ص ۲۱، دائرۃ المصنفین لاہور)

اس اقرار کے بعد اب کس کو یہ شک وشبہ رہ جاتا ہے کہ خان صاحب نے تکفیر اہل السنۃ میں شرعی حدود سے تجاوز کیا اور محض اپنا فرقہ بنانے کیلئے تکفیر کا یہ ڈھونگ رچایا۔

تلك عشرة كاملة

ایک ممکنہ تاویل

ہم نے ماقبل میں ناقابل تردید دلائل سے اس بات کا ثبوت دیا کہ خان صاحب واذناب کا اہل السنۃ والجماعۃ سے تکفیر کا اختلاف محض حسد، تعصب اور منافقت کی بنیاد پر ہے ہوسکتا ہے کوئی رضاخانی اپنی اعلیٰ حضرتی کا ثبوت دیتے ہوئے یہاں یہ حوالہ نقل کرے کہ:

''مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کی بھی جن کی سخت ترین مخالفت اہل حق سے عموماً اور حضرت والا سے خصوصاً شہرہ آفاق ہے ان کے بھی برا بھلا کہنے والوں کے جواب میں دیر دیر تک حمایت فرمایا کرتے ہیں اور شد ومد کے ساتھ رد فرمایا کرتے ہیں کہ ممکن ہے ان کی مخالفت کا سبب واقعی حب رسول (ﷺ) ہی ہو اور وہ غلط فہمی سے ہم لوگوں کو حضور ﷺ کی شان میں گستاخ سمجھتے ہوں کیا ٹھکانہ ہے اس رواداری اور حسن ظن اور اہتمام حفظ حدود کا بالخصوص ایک شخص کے انتقال کے بعد کیونکہ خاتمہ کی کس کو خبر ہے کہ کیسا ہوا ہو''۔

(اشرف السوانح، ج ۱ ص ۱۸۸)

تو حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو خان صاحب کی تکفیری مہم کو ''حب رسول ﷺ'' کی بنیاد پر سمجھ رہے ہوں اور آپ اسے بغض وعناد قرار دے رہے ہوں؟۔

تو جواباً عرض ہے کہ یہ کتاب حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی لکھی ہوئی نہیں اور رضاخانیوں کا قاعدہ ہے:

''ملفوظات کی ترتیب کا یہ قاعدہ ہوتا ہے کہ کسی بزرگ کی خدمت میں اس کے مسترشدین ومتوسلین جو حاضر ہوا کرتے ہیں، اس کے ارشادات سن کر اپنے اپنے مقام پر پہنچ کر اپنی یادداشت کے مطابق قلم بند کر لیتے ہیں ملفوظات میں اگر کوئی غلطی واقع ہو جائے تو قلم بند کرنے والے کی یادداشت کی غلطی سمجھی جائے گی اس غلطی کی بنا پر خود صاحب ملفوظ پر اعتراض کرنا بے ایمانی اور خباثت نفسانی ہے''۔

(مبلغ وہابیہ کا گریز بحوالہ کلمہ حق ص ۴۲ شمارہ ۱۵)

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کی حیثیت بھی ملفوظ کی ہے لہذا اس کو یقینی وقطعی طور پر حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کرنا رضاخانی اصول کی بنیاد پر بے ایمانی وخباثت ہے کیونکہ اس میں ''یادداشت کی غلطی'' کا امکان ہے۔

بالفرض اس قول کو کی نسبت حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی طرف قطعی یقینی جزمی طور پر ہو تب بھی رضاخانی عبدالمجید سعیدی لکھتا ہے:

''یہ تو علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی معلومات کی حد تک ہے''۔ (تنبیہات، ج ۲ ص ۹۷۶)

تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات اپنی معلومات کی حد تک ہیں اور میری اپنی معلومات کی حد تک۔ اور خود رضاخانی لکھتا ہے کہ رضاخانیوں کے متعلق جو اطلاعات حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچی تھیں وہ:

''ان تک غیر مصدقہ اطلاعات پہنچی ہیں''۔(کشف القناع، ج۱ص ۲۲۴)

ظاہر ہے کہ غیر مصدقہ اطلاعات کے مقابلے میں ہمارا موقف دلائل و براہین پر قائم ہے۔

پھر اس عبارت میں صاف طور پر''ممکن ہے'' کے الفاظ ہیں جو اس بات کی طرف اشارہ ہیں کہ حضرت یہ سب''امکان عقلی'' کے درجہ میں کر رہے ہیں نا کہ''امکان وقوعی'' کے طور پر۔اس کو ایک مثال سے سمجھیں کہ''ممکن ہے کہ خان صاحب سے فتوی کفر لگانے میں غلطی واقعی ہوئی ہو'' کوئی بھی رضاخانی اس امکان عقلی کو رد نہیں کر سکتا تو کیا حقیقۃ واقعۃ بھی ایسا ہی ہے؟ کوئی رضاخانی اس کو تسلیم نہیں کرتا۔پس یہ عبارت بھی محض امکان عقلی پر محمول ہے جس کیلئے وقوع ضروری نہیں۔

اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نواب احمد رضاخان کو بدعتی و گمراہ سمجھتے تھے جس کی تفصیل ہم دفاع جلد اول کے مقدمہ میں دے چکے ہیں۔

غلام نصیر الدین سیالوی میاں شیر محمد شرقپوری کی طرف سے اکابر دیوبند کے اعزاز و اکرام کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''تو ثابت ہوگیا کہ آپ سے جو حسن سلوک صادر ہوا ان کے عقائد سے عدم واقفیت کی بنا پر ہوا''۔

(عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ، حصہ اول،ص ۶۵)

تو خان صاحب کے بارے میں یہ سارا''حسن ظن'' بھی''عدم واقفیت'' کی بنا پر ہے۔آخر میں ہم رضاخانیوں کا ہی حوالہ نقل کر دیتے ہیں کہ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر دیوبندی اکابر دراصل خان صاحب بریلوی کو سمجھتے کیا تھے؟

حامد حسین قریشی رضاخانی لکھتا ہے:

''مباہلہ کیلئے حامد حسین قریشی حامد رضوی قادری تیار ہے مباہلہ اس پر ہوگا!

وہابی نجدی علماء دیوبندی اشرف علی تھانوی، رشید احمد گنگوہی، محمد قاسم نانوتوی، خلیل احمد انبیٹھوی، اسمٰعیل قتیل دہلوی نام نہاد شہید، حسین احمد صاحب نام نہاد مدنی اور محمود الحسن دیوبندی کا مسلک یہ ہے کہ اعلیحضرت احمد رضاخان بریلوی کے عقائد خلاف قرآن واحادیث ہیں ان میں شرک و بدعت وضلالت کی ملاوٹ ہے''۔(میزائل بہ طمانچہ و مجتہد دیوبندی:ص ۳۳۵)

اس میں صاف اقرار ہے کہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نواب احمد رضاخان کو مشرک و بدعتی سمجھتے تھے لہذا معاملہ ہی ختم۔

لیکن اب بھی اگر رضاخانی نہ مانے تو انہی کے گھر کا یہ اصول اتمام حجت کے طور پر ہم پیش کرتے ہیں کہ:

''فیض احمد گولڑوی صاحب کا تھانوی صاحب کے متعلق یہ تاثر ان سنی سنائی باتوں پر مبنی ہے جو کہ دیوبندی عقیدت مندوں نے ان کیلئے مشہور کر رکھی تھیں اور ان افسانوں کو فیض احمد گولڑوی صاحب نے بوجہ سادہ دلی حقیقت سمجھ لیا''۔

(کشف القناع،ص ۲۰۰)

رضاخانی بس گولڑوی صاحب کی جگہ اس عبارت میں حکیم الامت علیہ الرحمۃ کا نام اور حکیم الامت کے نام کی جگہ خان صاحب بریلوی کا نام شامل کر دیں۔

عبارات کے حوالے سے ایک دفعہ پھر دعوت

رضاخانیوں کو اچھی طرح علم ہے کہ حسام الحرمین میں علمائے دیوبند کی عبارات کے ساتھ جو دجل وفریب کیا گیا ہے اسے دلائل کے میدان میں ثابت کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ الحمدللہ یہ مرتے مرتے مرجائیں گے لیکن ہمارے سامنے ان عبارات پر گفتگو کیلئے نہیں بیٹھیں گے۔ کیونکہ انہیں ہماری تیاری اور رضاخانیت پر مضبوط گرفت کا بخوبی علم ہے۔ لیکن ہمارے اس دنیا سے چلے جانے کے بعد یہ پھر شوشے چھوڑیں گے کہ ہم نے فلاں کو چیلنج دیا، فلاں کو دعوت دی مگر کسی کو میدان میں آنے کی جرات نہ ہوئی۔

لہٰذا میں ایک دفعہ پھر ان سطور کے توسط سے یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ کسی کو ایسا کچھ شوق ہو تو اسے پورا کیا جاسکتا ہے۔ ایک رضاخانی لکھتا ہے:

''فاتح رافضیت، فاضل جلیل، حضرت علامہ مولانا محمد علی رضوی صاحب حفظہ اللہ''۔ (کشف القناع ص ۳۴)

یہ ''فاتح رافضیت، فاضل جلیل علامہ'' پہلے ''فاتح دیوبندیت'' بھی کہلاتے تھے شاید اپریل ۲۰۱۷ء میں مٹیاری میں ہمارے سامنے عبارات اکابر پر گفتگو نہ کرنے کی بنیاد پر بدترین ذلت آمیز شکست کھانے کے بعد اس اعزاز سے محروم کردئے گئے ہیں۔ حالانکہ شریف الحق امجدی کے بقول مناصب منسوخ نہیں ہوتے۔ (فتاوی شارح بخاری ج۱ص ۵۲۶) اور یہ مقام بھی مقام بیان تھا کیونکہ دیوبندیوں کے خلاف کتاب کی تیاری کیلئے تو فاتح دیوبندیت سے مدد لینی چاہئے تھی نہ کہ فاتح رافضیت سے۔ اور یہ ''فاضل جلیل علامہ'' مناظرہ مٹیاری میں بندے کو ''صرف صغیر'' بھی نہ سنا سکے۔ بہرحال یہ موصوف میرے شہر سے صرف ڈھائی گھنٹہ کی مسافت پر رہتے ہیں۔ میں ان موصوف کو دعوت دیتا ہوں کہ باقیوں کو چھوڑیں آپ اور ہم پڑوسی ہیں۔ آئیے بیٹھئے ہمارے ساتھ!!! آپ اپنے دعوے میں ''حسام الحرمین میں موجود اکابر دیوبند کی عبارات کو حسام کی ترتیب پر'' رکھیں اور ہم اپنے دعوے میں ''خان صاحب و دیگر بریلوی علماء، اکابر ومشائخ کا ایمان انہی کی کتب وعبارات کی روشنی میں'' رکھتے ہیں اور گفتگو کیجئے اور اس اختلاف کو ختم کیجئے۔

مگر میں پیشن گوئی کرتا ہوں کہ یہ علامہ جلیل اور فاتح فلاں فلاں زہر کا پیالہ تو پی لے گا مگر ہمارے سامنے بیٹھنے کی جرات نہیں کرے گا۔ اگر میرے اس دعوے کے ردعمل میں موصوف کی ایمانی غیرت نے جوش مارا تو میرا نمبر ان علامہ صاحب کے پاس موجود ہے اگر وہ بات کرنا چاہتے ہیں تو مجھ سے خود بلاواسطہ رابطہ کریں یا حیدرآباد میں میں اپنے نمائندوں کے ذریعہ بھی ان سے بات کرنے کو تیار ہوں۔

حیرت ہے کہ کوئی رضاخانی اگر حسام الحرمین کا انکار کرے تو یہ مناظرے کیلئے پہنچ جائیں اسے مناظرے کی دعوت دیں مگر ہم اس کتاب کو جھوٹ کا پلندہ کہیں اور میدان مناظرہ میں اسے ثابت کرنے کا وعدہ کریں مگر ان کو سانپ سونگھا ہوا ہے۔

اس کے جواب میں یہ لوگ کہیں گے کہ ملک کے حالات ٹھیک نہیں۔ تو بھائی ہم نے کیا کوئی خودکش حملہ کرنا ہے؟ ہم نے کیا دوبدو بیٹھ کر کشتی لڑنی ہے؟

ہم نے تو ایک علمی مجلس منعقد کرنی ہے۔ حکومت کا کوئی ایسا قانون نہیں کہ کسی اختلاف ومسئلہ کیلئے چند اشخاص کا بیٹھنا غیر قانونی ہے۔ بلکہ اس بیٹھنے سے اختلاف ختم ہوگا حکومت تو اس پر خوش ہوگی۔ اور پھر حکومت مداخلت تب کرے گی جب آپ اس کو اطلاع دیں جب ہم اپنی رضاورغبت سے چار سے پانچ آدمی دونوں جانب سے بیٹھیں گے تو حکومت کو کیا خبر کے ہم نے کیا کیا؟ اس لئے خدارا یہ بہانے ختم کریں

اور ایک علمی فکری نشت کیلئے ہماری اس دعوت پر لبیک کہیں۔

خان صاحب کے اصول تکفیر بقلم رضاخانی فخر الاماثل

ہم یہاں رضاخانی فخر الاماثل استاذ العلماء علامہ مفتی فیض الرسول قادری سابق شیخ الحدیث دعوت اسلامی کا ایک مضمون نقل کر رہے ہیں جس میں اس نے تکفیر مسلم کی شناعت و اصول تکفیر پر خود خان صاحب بریلوی کی کتب سے ایک لاجواب مضمون تیار کیا تھا۔ جس نے رضاخانیت پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ رضاخانی مناظر مولوی عبدالمجید سعیدی صاحب کو اس کا جواب لکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی مگر تمام تر کوششوں کے باوجود فخر الاماثل کی کسی ایک دلیل کا جواب بھی نہ دے سکے اور محض بلیک میلنگ سے کام لیتے رہے۔

ہمیں قوی امید ہے کہ مرور زمانہ کے ساتھ رضاخانی دیگر کتب کی طرح اسے بھی غایب کر دیں گے لہذا ریکارڈ کیلئے اسے یہاں نقل کیا جارہا ہے جہاں مناسب ہوگا وہاں قوسین ( ) میں ہم اپنا تبصرہ بھی نقل کرتے رہیں گے۔ (ساجد)

علامہ مفتی فیض الرسول قادری

تکفیر مسلم کی شناعت، فاضل بریلوی کی نظر میں

الحمدللہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سیدالمرسلین اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

وذکر فان الذکری تنفع المومنین اور سمجھاؤ کہ سمجھانا مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے (کنزالایمان)...... وما یذکر الا من ینیب: اور نصیحت نہیں مانتا مگر جو رجوع لائے۔

وما یذکر الا اولوا الالباب اور نصیحت نہیں مانتے مگر عقل والے (ایضاً) ...... انما تنذر الذین یخشون ربھم بالغیب و اقاموا الصلوۃ و من تزکی فانما یتزکی لنفسہ والی اللہ المصیر: اے محبوب تمہارا ڈر سنانا انہیں کو کام دیتا ہے جو بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے اور نماز قائم رکھتے ہیں اور جو ستھرا ہوا تو اپنے ہی بھلے کو ستھرا ہوا اور اللہ ہی کی طرف پھرنا ہے (ایضاً) ...... قد افلح من زکیھا و قد خاب من دسیھا: بے شک مراد کو پہنچایا جس نے اسے ستھرا کیا اور نامراد ہوا جس نے اسے معصیت میں چھپایا۔ (ایضاً)

مقدمہ: امام مالک واحمد و بخاری و مسلم و ابوداؤد و ترمذی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور اقدس سید عالم ﷺ فرماتے ہیں: جو شخص کلمہ گو کو کافر کہے تو اُن دونوں میں ایک پر یہ بلا ضرور پڑے گی۔ اگر جسے کہا وہ حقیقۃً کافر تھا جب تو خیر ورنہ یہ کلمہ اسی کہنے والے پر پلٹے گا۔

امام احمد و بخاری و مسلم حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے راوی حضور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں: جو شخص کسی کو کافر یا دشمن خدا کہے اور وہ ایسا نہ ہو تو یہ کہنا اسی پر پلٹ آئے گا اور کوئی شخص کسی کو فسق یا کفر کا طعن نہ کرے گا مگر یہ کہ وہ اسی پر الٹا پھرے گا اگر جس پر طعن کیا تھا ایسا نہ ہوا۔ یہ اختصاراً ہے۔

امام ابن حبان اپنی صحیح مسمی بالتقاسیم والانواع میں بسند صحیح حضرت ابوسعید خدری رضی ﷺ سے راوی حضور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں: کبھی ایسا نہ ہوا کہ ایک شخص دوسرے کی تکفیر کرے اور وہ دونوں اس سے نجات پا جائیں بلکہ ان میں ایک پر ضرور گرے گی۔ اگر وہ کافر تھا تو یہ بچ گیا ورنہ اسے کافر کہنے سے یہ خود کافر ہوا۔ (فتاوی رضویہ ج ۶ ص ۷۰۹، ۷۱۰)

(یہ علمائے دیوبند کی حقانیت تھی کہ ان احادیث کے بمصداق جو فتوے علمائے دیوبند پر خان صاحب نے لگائے تھے وہ پلٹ کر رے اسی کے منہ پر پڑے اور آج رضاخانی زہر کا پیالہ تو پی سکتے ہیں خان صاحب واذ ناب کی کتب پر ہم سے مناظرہ نہیں کر سکتے۔ ساجد)

مذہب صحیح و معتمد و مرجح فقہائے کرام میں تفصیل ہے کہ اگر بطور سب و دشنام بے اعتقاد تکفیر کہا تو کافر نہ ہوگا ورنہ کافر ہو جائے گا۔ فتاوٰی ذخیرہ و فصول عمادی و شرح درر و غرر و شرح نقایہ برجندی و شرح نقایہ قہستانی و نہر الفائق و شرح وہبانیہ علامہ عبدالبر و درمختار و حدیقہ ندیہ و جواہر اخلاطی و فتاوٰی عالمگیری و در المختار و غیرہا کتب معتمدہ میں تصریح فرمائی کہ یہی مذہب مختار و مختار للفتوی و مفتی بہ ہے۔ علما فرماتے ہیں جب اس نے اپنے اعتقاد میں اسے کافر سمجھا اور وہ کافر نہیں بلکہ مسلمان ہے تو اس نے دین اسلام کو کفر ٹھہرایا اور جو ایسا کہے وہ کافر ہے۔

(فتاوی رضویہ ج ۶ ص ۷۱۲)

مزید بحوالہ جامع الرموز فرماتے ہیں:

مختار یہ ہے کہ اگر اس خطاب سے گالی کا اعتقاد رکھتا ہے تو کفر نہیں اور اگر مخاطب کو کافر جانتا ہے تو کفر ہوگا کیونکہ اس صورت میں اس نے اسلام کو کفر جانا ہے، جیسا کہ عمادی میں ہے۔ اور مواقف میں جو آیا ہے کہ وہ بالاجماع کافر نہیں، تو اس سے اجماع متکلمین مراد ہے۔۔ جو تکفیر پر تقریر دلیل گزری ہے آپ جانتے ہیں لازم مذہب، مذہب نہیں ہوتا، رہا معاملہ احادیث کا تو وہ محققین کے ہاں مؤول ہیں اپنے ظاہر پر نہیں جیسا کہ شارحین کرام نے ذکر کیا ہے۔ (فتاوی رضویہ ج ۶ ص ۷۱۴، ص ۷۱۷)

(۱) اقسام قطعی کے بارے نظریہ:

قطعی کی تین قسمیں ہیں (۱) قطعی عام جس میں عوام و خواص سب شریک ہوں، یہ ضروریاتِ دین میں ہوتی ہے۔

(۲) قطعی خاص جو علم سے شغف رکھنے والوں کے ساتھ خاص ہے، یہ وہ ہے جو دیگر اجماعی فرائض اعتقادیہ میں ہوتی ہے۔

(۳) قطعی اخص، جس کا حصول علماء میں کسی کو ہوتا ہے کسی کو نہیں ہوتا، اس لحاظ سے ان علماء کے درمیان باہم فرق ہوتا ہے، جیسے قسم دوم کے حاصل ہونے میں عوام اور علماء کے درمیان فرق ہوتا ہے۔ بارہا ایسا ہوتا ہے کہ ایک عالم کا ذہن کچھ ایسے قرائن پالیتا ہے جو دلیل کے گرد احاطہ و ہجوم کئے ہیں جن کے باعث اس کے نزدیک وہ دلیل ظنی، درجہ یقین تک پہنچ جاتی ہے اور وہ قرائن دوسرے عالم پر عیاں نہیں ہوتے یا عیاں ہوتے ہیں تو ان کے کچھ معارض قرائن بھی اس کے سامنے جلوہ نما ہوتے ہیں جو دلیل کو پھر اسی درجہ ظن پر لوٹا دیتے ہیں۔ (فتاوی رضویہ ج ۱ ص ۱۸۷)

اقول: عقائد میں یقین، قطعی عام اور قطعی خاص دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ (فتاوی رضویہ ج ۱ ص ۱۸۰)

مزید فرماتے ہیں بلکہ مذہب معتمد و محقق میں استحلال بھی علی الاطلاق کفر نہیں جب تک زنا یا شرب خمر یا ترک صلاۃ کی طرح اس کی حرمت ضروریاتِ دین سے نہ ہو۔ غرض ضروریات کے سوا کسی شے کا انکار کفر نہیں اگرچہ ثابت بالقواطع ہو کہ عند التحقیق آدمی کو اسلام سے خارج نہیں کرتا مگر انکار اُس کا جس کی تصدیق نے اُسے دائرہ اسلام میں داخل کیا تھا اور وہ نہیں مگر ضروریاتِ دین کما حققہ العلماء المحققون من الائمۃ

المتکلمین، خلافت خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا منکر مذہب تحقیق میں کافر نہیں حالانکہ اُس کی حقانیت بالیقین قطعیات سے ثابت۔ (فتاوی رضویہ ج ۵ ص ۱۰۱)

(۲) ثبوتِ ضروریات دین کے بارے نظریہ:

سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ان کا ثبوت قرآن عظیم یا حدیث متواتر یا اجماع قطعی، قطعی الدلالات و واضحۃ الافادات سے ہوتا ہے جن میں نہ شبہے کی گنجائش نہ تاویل کو کوئی راہ۔ اوران کا منکر یا ان میں باطل تاویلات کا مرتکب کافر ہوتا ہے۔

(فتاوی رضویہ ج ۲۹ ص ۳۸۵)

(۳) تعریف ضروریات دین کے بارے نظریہ:

سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میرے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ ضرورت یہاں بداہت کے معنی میں ہے اور یہ بات طے شدہ ہے کہ مختلف لوگوں کے اعتبار سے بداہت ونظریت بھی مختلف ہوتی ہے۔ بہت سے نظری مسائل کی بنیاد کسی اور نظری مسئلہ پر ہوتی ہے۔ اگر وہ بنیاد کسی طبقہ کے نزدیک روشن و واضح ہو کر ایک مقررہ قاعدہ اور واضح علم کی حیثیت اختیار کرلے تو دوسرا مسئلہ جس کے واضح ہونے کے لئے بس اسی پہلے مسئلہ کے واضح ہونے کی ضرورت تھی، اس طبقہ کے نزدیک ضروریات کی صف میں آجاتا ہے اگرچہ وہ بذات خود نظری تھا۔۔۔۔۔۔۔ یہی حال ضروریاتِ دین کا ہے (کہ بعض لوگوں کے لئے بدیہی بعض کے لئے نظری اور بعض کے لئے نامعلوم)۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ا ص ۱۸۲)

حاشیہ مسلم الثبوت میں ہے "قال بعض الغضلاء ان الضروری من الدین یختلف بالنسبة الی المکلفین فربما یکون ضروریا بالتسبة الی جماعة وکان جاحه من هولاء کافر دون من لم یکن ضروریا بالقیاس الیه۔ یعنی بعض فضلاء نے فرمایا کہ بے شک ضروریات دین مکلفین کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہیں۔ پس بعض اوقات ایک مسئلہ ایک جماعت کے نزدیک بدیہی ہوتا ہے لہٰذا اس جماعت میں سے جو شخص اس کا انکار کرے تو کافر ہوگا۔ اور جن کے حق میں وہ مسئلہ بدیہی نہیں ان میں سے کوئی انکار کرے گا تو کافر نہیں ہوگا۔ (مسلم الثبوت ص ۵ حاشیہ نمبر ۱۰ مطبوعہ میر محمد آرام باغ کراچی)

(اس اصول کی رو سے یہ حق رضاخانیوں کو کس نے دیا کہ خان صاحب کا فتوی حسام الحرمین نہ ماننے والے کافر ہیں معاذ اللہ کیونکہ خود خان صاحب کہہ رہے ہیں کہ ضروریات دین بعض اوقات کسی کے نزدیک بدیہی ہوں گے تو اس کے نزدیک تو یقیناً انکار کفر ہوگا لیکن جس کے نزدیک وہ بدیہی نہیں اس کے نزدیک انکار ہرگز کفر نہیں۔ ساجد)

(۴) منکر معوذتین کے بارے نظریہ:۔

فتاویٰ عالمگیری کتاب السیر باب فی احکمات المرتدین ج ۲ ص ۲۸۸ میں مؤلفین رحمہم اللہ فرماتے ہیں: جب کوئی شخص معوذتین کے قرآن میں سے ہونے کا انکار کرے اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور بعض متاخرین نے کہا کہ اس کی تکفیر کی جائے گی کیونکہ صدر اول کے بعد معوذتین کے قرآن میں ہونے پر اجماع منعقد ہوگیا ہے جبکہ صحیح قول اول ہے کیونکہ اجماع متاخر اختلاف متقدم کو ختم نہیں کرتا اسی طرح ظہیریہ میں ہے۔ اس کے تحت حاشیہ عالمگیری میں سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بلکہ حق مطلقاً تکفیر ہے کیونکہ معوذتین کا قرآن کریم سے ہونا بیشک ضروریات دین میں سے ہے اور صدر اول میں کسی سے اس کا انکار منقول نہیں، سوا اس حکایت کے جو حضرت ابن مسعود رضی

اللہ عنہ کی نسبت بیان کی جاتی ہے جبکہ خود انہی سے منقول مشہور روایات بالاجماع بتاتی ہیں کہ وہ معوذ تین کو قرآن کریم کا جزء مانتے تھے تو صحیح یہ ہے کہ انکار کی ان کی طرف نسبت باطل ہے۔ مگر بایں ہمہ سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تکفیر منکر معوذ تین کی نفی کرنے والے فقہاء (فقیہ ابوللیث، امام قاضی خاں، مؤلفین عالمگیری اور ان کے متبعین) کی تکفیر نہیں فرمائی۔

(جب یہ فقہا ایک بدیہی، قطعی، متواتر چیز کا انکار کرنے والے کو کافر نہیں کہہ رہے تو کیا حسام الحرمین کا انکار کرنا معوذ تین کے انکار سے بھی زیادہ قطعیت کا انکار ہے جو اس کا منکر کافر ہوگا؟ ساجد)

(۵) منکر حرمت رِبوا کے بارے نظریہ:۔

سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ المعتمد حاشیہ نمبر ۳۵۵ میں فرماتے ہیں: اس میں اس کا رد ہے جس نے یہ گمان کیا کہ سود کی حرمت کا انکار کفر نہیں اس لئے کہ سود کی حرمت مال غیر کی وجہ سے ہے اور مال خیر کا حرام ہونا لعینہ نہیں اور حرام لغیرہ کے انکار پر حکم کفر نہیں اور حق یہ ہے کہ مدار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات میں تکذیب پر ہے جو وہ اپنے رب کے پاس سے لائے تو جب کسی شی کا اللہ کی طرف سے لانا ضروری ثابت ہو تو اس کے انکار پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب بداہۃ ثابت ہوگی اور اس سوا کسی امر دیگر کی طرف نظر نہیں کی جائے گی۔اھ مزید فرماتے ہیں: غصب کی حرمت ضروریات دین میں سے ہے تو ایسی صورت میں حرمت لعینہ اولغیرہ کا فرق کام نہ دے گا جیسا کہ بعض علماء سے یہ سرزد ہوا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۹، ص ۶۷۶)

مگر اس کے باوجود سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تکفیر منکر حرمت ربوا کی نفی کرنے والے علماء کی تکفیر نہیں فرمائی۔

(تو حسام الحرمین جس کے بارے میں رضاخانیوں کا دعوی ہے کہ اس کی انکار بھی معاذ اللہ تکذیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اس کا منکر کیسے کافر؟ ساجد)

(۶) منکرِ حرمت سجدہ تعظیمی کے بارے نظریہ:

سید اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سجدہ تحیت کی تحریم قرآن کریم، چالیس احادیث متواترہ، ایک سو دس نصوص فقہ، اجماع علماء واجماع اولیاء سے ثابت ہے نیز ص ۴۹۳ میں سجدہ تحیت باجماع قطعی حرام ہونے اور اس کے بارے احادیث متواترہ وارد ہونے کا ذکر ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۲ ص ۴۳۱)

بایں ہمہ سید اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے منکرین (سجدہ تعظیمی کے قائلین صوفیہ) کی تکفیر نہیں فرمائی۔

(علمائے دیوبند کے بارے میں بھی رضاخانیوں کا یہی دعوی ہے کہ معاذ اللہ ان سے قطعی طور پر کفر ثابت ہوا جب قطعی حرام کا منکر کافر نہیں جو یقینا کافر ہے تو معاذ اللہ علمائے دیوبند کے کفر کا انکار کرنے والا کیسے کافر؟ ساجد)

(۷) منکر خلافت شیخین کے بارے نظریہ:

سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حکم فقہی مطلق تبرائی رافضیوں کا ہے اگرچہ تبرا و انکار خلافت شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سوا ضروریات دین کا انکار نہ کرتے ہوں۔ اس میں محتاط متکلمین کا قول ہے کہ وہ گمراہ اور جہنمی کتے ہیں کافر نہیں، اور یہی ہمارا مسلک ہے۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ۱۴، ص ۲۵۹)

(۸) منکر ایمان علی کے بارے نظریہ:

سیدا علیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ، سیدنا علی المرتضیٰ وسیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہما کے بارے فرماتے ہیں: روز ولادت سے سن تمیز تک اسلام فطری کہ ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے سن تمیز سے روز بعثت تک اسلام توحیدی کہ ان حضرات والاصفات نے زمانہ فترت میں بھی کبھی بت کو سجدہ نہ کیا ،کبھی غیر خدا کو خدا نہ قرار دیا ہمیشہ ایک ہی جانا، ایک ہی مانا، ایک ہی کہا، ایک ہی سے کام رہا۔ پھر ظہور بعثت سے ابدالآباد تک حال تو ظاہر وقطعی ومتواتر ہے۔(فتاویٰ رضویہ جلد ۲۸ص ۴۵۹)

مزید فرماتے ہیں: کسی کو کسی مسلمان کے کافر قرار دینے پر اس وقت کافر قرار دیا جا سکتا ہے جب اس میں کوئی تاویل وشبہ نہ ہو ورنہ اگر ایک وہاں شبہ ہوسکتا ہو تو کافر نہیں ہوگا کیونکہ جب وہ بظاہر مسلمان ہے تو ہم دل پھاڑ کر دیکھنے اور امور غیبیہ پر مطلع ہونے کے پابند نہیں اور نہ ہی ہم اس کے کسی ایسے عمل پر مطلع ہوئے ہیں جو ضروریات دین کے انکار میں سے ہو۔۔۔۔کیا آپ نہیں جانتے کہ خوارج (اللہ انہیں رسوا کرے) نے امیر المومنین مولائے مسلمین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کافر قرار دیا پھر وہ ہمارے نزدیک کافر نہیں، جیسا کہ اس پر درمختار، بحر الرائق، ردالمحتار اور دیگر معتبر کتب میں تصریح ہے۔(فتاویٰ رضویہ جلد ۶ ص ۷۱۷)

مولانا عبد العلی بحر العلوم ،فواتح الرحموت میں فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام کا انکار کرنا ایسا ہے جیسے کسی قطعی مسئلے کا تاویل باطل سے انکار کرنا یا کسی اجماعی مسئلے کا تاویل باطل سے انکار کرنا اور یہ کفر نہیں اھ۔

(جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قطعی متواتر ایمان کا انکار کرنے والے کافر نہیں تو معاذ اللہ علمائے دیوبند کے متعلق خان صاحب کے فتوے کا انکار کرنے والے جو کسی طور قطعی کیا ظنی بھی نہیں بلکہ جھوٹ کا پلندہ ہے کیسے کافر ہوئے؟ ساجد)

(۹) منکر دلالت آیت قرآنی کے بارے نظریہ:

سیدے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں: عموم واستغراق ''النبیین'' میں تشویش وتشکیک سب کفر صریح وارتداد قبیح۔۔۔۔۔۔اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے اب تک تمام امت مرحومہ نے اسی معنی ظاہر ومتبادر وعموم استغراق حقیقی تام پر اجماع کیا۔ اس کا آیہ کریمہ میں افادہ استغراق سے انکار اور ارادہ بعض پر اصرار کیا اسے حکم کفر سے بچالے گا کہ وہ صراحۃ آیہ کریمہ اس تفسیر قطعی یقینی اجماعی ایمانی کا منکر ومبطل ہے جو خود حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی اور جس پر تمام امت مرحومہ نے اجماع کیا اور بنقل متوتر ضروریاتِ دین سے ہو کر ہم تک آئی۔ آیت کے معنی متواتر، مجمع علیہ، قطعی ضروری کا انکار، اس پر کفر ثابت کرے گا اگر چہ اس کے کلام میں صراحۃ نفس مسئلہ کا انکار نہیں۔اھ

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۴ ص ۳۳۸)

مزید فرماتے ہیں: ہاں اگر ارباب طائفہ صراحۃ ایمان لائیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں خواہ حضور کے بعد، کبھی کسی جگہ کسی طرح کی کوئی نبوت کسی کو نہیں مل سکتی، حضور کے خاتم النبیین وآخر الانبیاء والمرسلین ہونے میں اصلاً کوئی تخصیص، تاویل، تقیید تحویل نہیں اور ان تمام مطالب کو نصوص قطعیہ واجماع یقینی وضروریات دین سے ثابت یقیناً مانیں ان تمام طوائف ملعونہ مذکورہ ان کے اکابر کو صاف صاف کافر مرتد کہیں، صرف بزعم خود اپنی نحوی ومنطقی جہالتوں، بطالتوں، کج فہمیوں کے باعث آیہ کریمہ میں لام عہد لیں اور استغراق نامستقیم سمجھیں تو اگر چہ بوجہ انکار تفسیر متواتر اجماعی قطعی اسلوب فقہی اس پر اب بھی لزوم کفر مانے مگر از انجا کہ اس نے اعتقاد صحیح کی تصریح اور کبرائے منکرین کی تکفیر صریح کردی اس کی تکفیر سے زبان روکنا ہی مسلک تحقیق واحتیاط ہوگا۔ اھ(فتاویٰ رضویہ ج ۱۴ ص ۳۳۹)

(حضرت امام نانوتوی کے بارے میں ان بدبختوں کا دعویٰ باطل یہی ہے کہ خاتم النبیین کی تفسیر منقول متواتر کا انکار کیا جو کفر ہے مگر

یہاں خان صاحب کہہ رہے ہیں کہ اگرچہ تفسیر متواتر کا انکار کیا لیکن چونکہ دیگر مدعیان نبوت کو کافر جانتا ہے اس لئے تحقیق واحوط یہی ہے کہ تکفیر نہ کی جائے مگر حجۃ الاسلام کے متعلق یہ تحقیقی واحوطی مذہب خدا جانے کہاں چلا جاتا ہے؟ حالانکہ انہوں نے نہ معنی متواتر کا انکار کیا نہ اس میں کوئی تخصیص اور بانگ دہل مدعیان نبوت کو کافر جانا اور خاتم النبیین کا اپنا مذہب واعتقاد گردانا۔ مگر برا ہو تعصب کا۔ ساجد)

(۱۰) دعویٰ الوہیت والے اقوال صوفیہ کے بارے نظریہ:۔

سوال: حضرت منصور شمس تبریز وسرمد نے ایسا لفظ کہا جس سے خدائی ثابت ہوتی ہے تو دار پر آئے اور کھال کھینچی گئی لیکن وہ ولی اللہ گنے جاتے ہیں، اور فرعون، ہامان، شداد اور نمرود نے دعویٰ خدائی کیا تو کافر فی النار ہوئے اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: ان کافروں نے خود کہا ملعون ہوئے اور انہوں نے خود نہ کہا اس نے کہا جسے کہنا شایان ہے آواز ان میں سے مسموع ہوئی جیسے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے درخت سے سنا ''انی انا اللہ رب العٰلمین'' میں ہی ہوں اللہ سارے جہاں کا، کیا درخت نے کہا تھا، حاشا بلکہ اللہ نے، یونہی یہ حضرات اس وقت شجرہ موسیٰ ہوتے ہیں۔ مزید فرماتے ہیں: وہ ضرور تجلی ربانی تھی کلام بایزید کی زبان سے سنا جاتا تھا، جیسے درخت سے سنا گیا اور متکلم اللہ عزوجل تھا اسی نے وہاں فرمایا: ''یموسیٰ انی انا اللہ رب العالمین'' اسی نے یہاں بھی فرمایا ''سبحانی ما اعظم شانی'' اور ثابت ہو تو یہ بھی کہ ''لوائی ارفع من لواء محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم'' بیشک لواء الٰہی لواء محمدی سے ارفع واعلیٰ ہے۔ اھ۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۴ ص ۶۶۶، ۶۸۲)

(۱۱) قدم عرش وکرسی والے قول صوفیہ کے بارے نظریہ:

سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ملت اسلامیہ میں ذات وصفات الٰہی عزجلالہ کے سوا کوئی شی قدیم نہیں۔ انواع بھی غیر ذات و صفات ہیں تو کسی شی کا قدیم نوعی ماننا بھی مخالف اسلام ہے بلکہ ہم روشن کر چکے کہ قدم نوعی بے قدم شخصی ناممکن اور غیر کے لیے قدم شخصی ماننا قطعاً ضروریاتِ دین کا انکار ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۲۷ ص ۴۶۸) ۔مزید فرماتے ہیں: اور عرش وکرسی کے قدیم ہونے کا جو قول بعض صوفیہ قدسنا اللہ تعالیٰ باسرارہم سے منقول ہے تو ان سے ثابت ہونے کی تقدیر پر مؤول ہے جیسا کہ حدیقہ ندیہ میں عارف باللہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی نے فرمایا اور شرح مواقف کے حاشیہ پر حسن چلپی کے قدم نے لغزش کی لہٰذا آگاہی چاہیے۔ (المعتمد حاشیہ نمبر ۲۵۸)

(۱۲) بعض اشعار کی تاویل کے بارے نظریہ:

سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا گیا کہ اکثر میلاد خواں، میلاد شریف میں یہ اشعار پڑھتے ہیں: ہوئے ممکن سے جب واجب نبی ملکوت میں پہنچے۔۔۔۔ وہاں سب دیکھ احمد کو ظہور اللہ کہتے ہیں۔ الست مرتبہ لاہور لاہوت سمجھو ذات احمد کا۔ اس مرتبہ میں احمد کو عین اللہ کہتے ہیں'' تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا:

ان اشعار کا پڑھنا سخت حرام ہے لیکن ان کا قائل کافر نہیں کیونکہ یہ قابل تاویل ہیں اھ (فتاویٰ رضویہ جلد ۱۵ ص ۳۰۲)

جب سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ان اشعار کے بارے سوال کیا گیا: ''چہ خوش گفت بہلول فرخندہ قال کہ من از خدا پیش بودم دوسال۔ من آن وقت کردم خدارا سجود کہ ذات وصفات خدا ہم نہ بود'' تو جواباً ارشاد فرمایا: پہلے شعر کا مطلب یہ ہے کہ میں اس عالم اجساد میں آنے سے دو ہزار برس پہلے خدا کی طرف سے وجود رکھتا تھا اور دوسرے شعر کا مطلب یہ ہے کہ جس وقت میں نے سجدہ کیا اس وقت میں ذات وصفات نہیں۔ بااین ہمہ دونوں شعر موہم معنی کفر ہیں اور ان کا اطلاق سخت اشد حرام، واللہ تعالیٰ اعلم۔ اھ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۵ ص ۳۰۴)

(۱۳) قطعیات میں تاویل مجتهد کے بارے نظریہ:

سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بعض اوقات وہ ان قطعیات کی بھی تاویل کرتا ہے جو اس پر ظاہر شدہ مسئلہ کے خلاف آتے ہیں جیسے سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مسئلہ کنز میں ہوا اور سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں انہوں نے بہت کچھ کہہ ڈالا باوجود یکہ اصحاب بدر کے بارے میں عموماً اور عشرہ مبشرہ کے بارے میں خصوصاً بہت سی نصوص قطعیہ وارد ہیں۔۔۔۔تو مجتہد اخلاف کے باوجود حکم پر جزم رکھتا ہے اور جزم کے باوجود اپنے مخالف اور منکر کی تکفیر سے انکار کرتا ہے یہ جس کی طرف میں نے اشارہ کیا بہت نادر الوقوع علم ہے جسے محفوظ رکھنا ضروری ہے۔اس سے باذنِ الٰہی ایسے بہت عقدے حل ہوجاتے ہیں جن میں کچھ لوگ حیرت زدہ ہیں اور جن سے ناآشنائی کے باعث کچھ لوگ ہلاکت میں پڑے۔(فتاویٰ رضویہ ج ا ص ۱۸۳)

(جزم یعنی یقین وقطعیت کے باوجود بھی اگر مخالف کی تکفیر سے انکار کیا جاسکتا ہے تو بالفرض علی سبیل التنزل یہ بکواس تسلیم بھی کرلیں کہ معاذ اللہ علمائے دیوبند بالجزم کافر ہیں تو دوسرے کا انکار کفر کیسے ہوسکتا ہے؟ ساجد)

(۱۴) آئمہ واولیاء کی ناقابل تاویل عبارات کے بارے نظریہ:

سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ بھی ناممکن ہو تو جن کی ولایت وامامت ثابت وتحقیق ہے جن کے ایسے فعل کو افعال خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قبیل سے ٹھہرائیں گے اور ایسے کلام کو متشابہات سے کہ ان پر طعن کریں نہ اس سے بحث اور گمراہ ہے وہ کہ متشابہات کا اتباع کرے۔قال اللہ تعالیٰ "واما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ماتشابہ منہ"۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے متشابہ کلام کی پیروی کرتے ہیں۔متشابہات جس طرح اللہ ورسول کے کلام میں ہیں یونہی ان اکابر کے کلام میں ہوتے ہیں۔اھ(فتاویٰ رضویہ ج ۲۲ ص ۵۱۶ تا ۵۱۸)

(ہائے کاش کہ اکابر اہل السنۃ جن کی ولایت خود رضاخانیوں کو بھی مسلم ان کی عبارات کے متعلق بھی خان صاحب بریلوی اپنے اس اصول کو پیش نظر رکھتے۔مگر برا ہو تعصب کا۔ساجد)

(۱۵) بے ارادہ قلبی کفر صریح بولنے والے کے بارے نظریہ:

سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ جس نے بخوشی جان بوجھ کر بقائمی ہوش وحواس کلمہ کفر بولا وہ ہمارے نزدیک قطعی طور پر کافر ہے۔۔۔۔رہا یہ مسئلہ کہ کیا وہ اس کلمہ کے ساتھ عند اللہ کافر ہوجائے گا یا نہیں،تو ایک قول یہ ہے کہ نہیں ہوگا جب دلی ارادہ نہ پایا جائے کیونکہ تصدیق کا محل دل ہے یہی وہ حکایت ہے جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے جب کہ عام علماء کرام اور جمہور امناء نے کہا ہے کہ وہ کافر ہوجائے گا اگرچہ دلی طور پر عزم نہ پایا جائے کیونکہ وہ دین کے ساتھ کھیلنے والا ہے۔اور یہ یقینا کفر ہے۔(فتاویٰ رضویہ ج ۲۷ ص ۱۸۱)

اسی طرح مبسوط سرخسی،بدائع الصنائع،فتح القدیر،فتاویٰ عالمگیری اور عنایہ کتاب الاکراہ میں ہے: جو شخص بلا اکراہ اپنے اختیار کیساتھ کفر کرنے کا اقرار کرے پھر کہے کہ میں نے جھوٹا اقرار کیا تھا تو اس صورت میں قضاء اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی کیونکہ یہ بات خلاف ظاہر ہے کیونکہ ظاہر تو بحالت اختیار بولنے کا صدق ہی ہے لیکن دیانۃً اس کی تصدیق کی جائے گی کیونکہ اس نے ایسی بات کا دعویٰ کیا ہے جس کا لفظ احتمال رکھتا ہے اھ۔

(۱۶) تکفیر ابی طالب کے بارے نظریہ:

سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آیاتِ قرآنیہ واحادیثِ صحیحہ متوافرہ متظافرہ سے ابوطالب کا کفر پر مرنا اور دم واپسیں ایمان لانے سے انکار کرنا اور عاقبت کار اصحاب نار سے ہونا ایسے روشن ثبوت سے ثابت جس سے کسی سنی کو مجال دم زدن نہیں ۔۔۔۔جب ابوطالب کا کفر ادلہ کالنہار سے آشکار تو رضی اللہ عنہ کہنے کا کیونکر اختیار، اگر اخبار ہے تو اللہ تعالیٰ عزوجل پر افترا، بکفار کو رضائے الٰہی سے کیا بہرہ، اور اگر دُعا ہے کما ھو الظاہر تو دعا بالمحال حضرت ذی الجلال سے معاذ اللہ استہزاء، ایسی دُعا سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہی فرمائی۔۔۔ہاں ابوالہب وابلیس لعنہما اللہ کی مثل کہنا محض افراط اور خون انصاف کرنا ہے، ابوطالب کی عمر خدمت وکفالت ونصرت وحمایت حضرت رسالت علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والتحیۃ میں کٹی اور یہ ملا عنہ در پردہ وعلانیہ درپے ایذاء واضر ار رہے۔۔۔۔۔ابوطالب کے باب میں اگرچہ قول حق وصواب وہی کفر وعذاب، اور اس کا خلاف شاذ ومردو باطل ومطرود پھر بھی اس حد کا نہیں کہ معاذ اللہ خلاف پر تکفیر کا احتمال ہو اور ان اعداء اللہ کا کافر وابدی جہنمی ہونا تو ضروریاتِ دین سے ہے جس کا منکر خود جہنمی کافر، تو فریقین کا نہ کفر یکساں نہ ثبوت یکساں، نہ عمل یکساں نہ سزا یکساں، ہر جگہ فرقِ زمین وآسمان، پھر مماثلت کہاں۔

(فتاویٰ رضویہ ج۲۹ ص۶۶۱، ۶۴۰)

(۱۶) تکفیر یزید کے بارے نظریہ:

سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یزید پلید کے میں ائمہ اہلسنت کے تین قول ہیں، امام احمد وغیرہ اکابر اسے کافر جانتے ہیں تو ہرگز بخشش نہ ہوگی، اور امام غزالی وغیرہ مسلمان، تو اس پر کتنا ہی عذاب ہو بالآخر بخشش ضرور ہوگی اور ہمارے امام سکوت فرماتے ہیں کہ نہ ہم مسلمان کہیں گے نہ کافر۔لہٰذا ہم بھی سکوت کریں گے۔(فتاویٰ رضویہ ج۱۴ ص۶۸۲)

(۱۸) تکفیر دھلوی کے بارے نظریہ:

سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کلماتِ دہلوی کے بارے فرماتے ہیں: صریح گستاخی ہے، صریح سب ودشنام ہے، کھلی گستاخی ہے، اس میں کوئی تاویل کی جگہ بھی نہیں، واللہ واللہ ان گالیوں کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی اور انہیں ایذا پہنچی۔ پھر آخر میں حاشیہ میں فرمایا: اس (یزید) خبیث سے ظلم وفسق وفجور متواتر مگر کفر متواتر نہیں۔اوران حضرت (دہلوی) سے یہ سب کلمات کفر اعلیٰ درجے تواتر پر ہیں (فتاویٰ رضویہ ج۱۵ ص۱۹۷، ۲۰۳) سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے المعتمد میں اس کی تصدیق فرمائی مگر اس کے باوجود تکفیر دہلوی سے سکوت فرمایا۔اسی طرح المعتمد میں ہے کہ ایک شخص نے کہا ہر صاحب فندق دیوث ہے اگرچہ نبی مرسل ہو (معاذ اللہ) مگر اس کے باوجود سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اسکے قائل کی تکفیر نہیں فرمائی۔ اھ

(ان تین حوالوں میں شخصی تکفیر سے انکار کرنے والوں کو خان صاحب نے کافر نہیں کہا تو آخر خان صاحب نے جو حسام الحرمین کا کفری فتویٰ جاری کیا اس شخصی تکفیر کا انکار کرنے والے کافر کیوں؟)

(ماہنامہ متاع کارواں بہاولپور، بابت مارچ ۲۰۱۷ء ص۱۷ تا ۲۶)

مفتی موصوف اسی مضمون کی دوسری قسط میں لکھتے ہیں:

مفتی کے فتویٰ تکفیر کی شرعی حیثیت:

سوال: سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ اقسام قطعی، ثبوت ضروریات دین اور تعریف ضروریات دین کی روشنی میں معلوم ہوا کہ مفتی کا فتویٰ نہ تو ضرورت دینی ہے اور نہ ہی قطعی وفرض اعتقادی اجماعی ہے کیونکہ قطعی عام اور قطعی خاص دونوں کا علم کم از کم دنیا بھر کے ماہر علماء کو تو ہونا

ضروری ہے جبکہ مفتی کے فتویٰ کا علم تو تمام آئمہ مجتہدین کو بھی ممکن نہیں ۔

(لہٰذا ان رضاخانیوں کو ڈوب مرجانا چاہئے جو خان صاحب کے فتووں کو نہ ماننے والوں کو کافر کہتے ہیں ۔ساجد)

ثانی: سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ منکر معوذ تین و منکر حرمت ربوا کی تکفیر تو فرماتے ہیں مگر اس تکفیر کی نفی کرنے والے فقہاء کی تکفیر نہیں کرتے بلکہ ان کی تعظیم وتکریم کرتے ہیں ۔

ثالث: سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ بالا تقریباً پانچ صورتوں کے علاوہ خود قائل ہی کی تکفیر نہیں کرتے ۔اب قارئین کرام خود اندازہ فرمائیں کہ جب منکرین قطعیات (حرمت سجدہ تعظیمی، خالفت شیخین، ایمان علی المرتضیٰ، دلالت آیت قرآنی وغیرہ) کی تکفیر نہیں کی گئی تو مفتی کا فتوی جو واقع میں قطعی معتبر فی اصول الدین ہی نہیں تو بھلا اس میں دلائل کیساتھ اختلاف کرنے والے اہل علم وتقوی کی تکفیر یا تضلیل یا تفسیق کیسے ممکن ہے؟ (رضاخانیوں سے زبردست سوال ۔ساجد)

رابع: خود سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ہندیہ، شامی، بحر وغیرہ میں مذکور اس روایت ''جب کوئی شخص دیدہ دانستہ کلمہ کفر بولے لیکن کفر کا اعتقاد (ارادہ قلبی) نہ رکھتا ہو تو ہمارے بعض اصحاب نے کہا وہ کافر نہیں ہوگا اور بعض نے کہا کہ کافر ہوگا'' کی بناء پر صریح کفریات لکھنے والے فلسفی کی تکفیر میں کچھ مدت توقف کیا چنانچہ فرماتے ہیں میں نے یقین کرلیا کہ اُس شخص کے لیے کوئی جائے فرار نہیں اور نہ ہی حکم تکفیر سے ہٹنے کی گنجائش ہے ۔اے اللہ! مگر ایک ضعیف روایت جو ہمارے بعض علماء سے جامع اصغر میں منقول ہے وہ یہ کہ ارادہ قلبی معتبر ہے، جامع اصغر میں اس کو وارد کیا پھر اُس کا خوب رد کیا لیکن میں نے اُس میں زیادہ سوچ بچار کی اور گناہ سے بچنے کے لیے توقف کو پسند کیا یہ سمجھتے ہوئے کہ مخالف اگرچہ کمزور ہے مگر یہاں کافی ہے ۔چنانچہ میں نے گہری نظر ڈالی اور فکر میں مبالغہ کیا یہاں تک کہ مولیٰ تبارک وتعالیٰ نے مجھ پر آشکارا فرمادیا کہ تکفیر پر اجماع ہے، نزاع تو فقط کفر میں ہے ۔اھ

اس کے بعد ''بالجملہ حکم اخیر یہ ہے'' کے تحت فرمایا: بالفرض اگر بہ ہزار وقت کوئی بچتی ہوئی صورت نکل بھی سکی تو یہ بالجزم بین ومبین وصریح وظاہر کہ وہ اپنے ان اقوال کے سبب علامہ علمائے دین وجماہیر آئمہ کاملین کے نزدیک کافر اور اس احکام ارتداد جاری ۔اھ

اس سے ظاہر ہے کہ اس تکفیر میں متکلمین کے نزدیک کوئی گنجائش کا پہلو نکل سکتا ہے جس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ فقیہ عبدالرحمن بن محمد شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب کسی مسلمان سے ایسا کلمہ سرزد ہو جس کا معنی وہ نہ جانتا ہو یا معنی تو پہچانتا ہو مگر قرائن اسکے عدم ارادہ پر دلالت کرتے ہوں یا اس کا معنی پہچاننے کے بارے میں شک ہو تو اس صورت میں اسکی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

(بغیۃ المسترشدین فی تلخیص بعض الائمۃ من العلماء والمتاخرین ج ۱ص ۲۴۱)

(تو ظالم انسان! اکابر دیوبند کی عبارات کو معاذ اللہ کفریہ بھی نہ تھیں بالفرض معاذ اللہ ہوتی تب بھی اکابر دیوبند نے اپنی مراد واضح کردی تھیں کہ جو کفریہ معنی خان صاحب بریلوی نے لئے ہیں وہ ہماری مراد نہیں تو کفر کا فتوی اس اصول کی روشنی میں کیسے؟ ۔ساجد)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر مفتی کا فتویٰ تکفیر ضرورت دینی یا کم ازکم فرض اعتقادی ہوتا اور اس میں توقف کفر یا فسق ہوتا تو سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فلسفی مذکور کی تکفیر میں نہ تو کبھی توقف فرماتے اور نہ ہی بالجملہ حکم اخیر کہہ کر یہ فرماتے ''بالفرض اگر بہ ہزار وقت کوئی بچتی ہوئی صورت نکل بھی سکی تو یہ بالجزم بین ومبین وصریح وظاہر کہ وہ اپنے ان اقوال کے سبب عامہ علمائے دین وجماہیر آئمہ کاملین کے نزدیک کافر، اور اس پر احکام ارتداد جاری''۔ اھ

تنبیہات: (۱) ہر فرض اعتقادی، اجماعی ضرور ہے لیکن اس کا عکس نہیں۔ یونہی ہر فرض اعتقادی، قطعی معتبر فی اصول الدین ضرور ہے لیکن اسکا عکس نہیں مثلاً امور عقلیہ جیسے دو اور دو کا چار ہونا، امور حسیہ جیسے چینی کا میٹھا ہونا، اخبار متوترہ ماسوائے احادیثِ مبارکہ جیسے شہر بغداد کا موجود ہونا، یہ سب قطعیات ہیں مگر انکا منکر کافر نہیں۔ ہاں اگر ان میں سے کوئی امر قرآن، حدیث متواتر، اجماع قطعی قطعی الدلالات سے ثابت ہو تو پھر اسکا منکر مکذب شارع ہونے کے سبب کافر ہوگا۔

(۲) دین اسلام کے علاوہ تمام ادیان والوں مثلاً مشرکین، ھنود، یہود، نصاریٰ وغیرہ سب کو بلا تعیین کافر ماننا ضروریات دین سے ہے اور بالتعیین فردِ معین کو کافر ماننا اجماعی ضرور ہے کیونکہ اس میں کوئی عام، خاص اختلاف نہیں کرتا لیکن ادلہ قطعیہ ثلاثہ سے ثابت نہ ہونے اور قطعی عام و خاص کا مصداق نہ ہونے کے سبب ضرورت دینی و قطعی معتبر فی اصول الدین نہیں ورنہ لازم آئے گا کہ جو مشہور کافر، ایمان لا چکا ہو اور ابھی اس نے اس کا اظہار نہ کیا ہو یا اظہار تو کیا ہو لیکن ہمیں اس کا علم نہ ہو یا ایمان لانے کے بعد اپنی قوم سے خوف کے سبب واپس لوٹنے کا اظہار کیا ہو یا کسی مسلمان نے کسی غرض سے کفار کا حلیہ اختیار کیا ہو جیسا کہ شیخ سعدی کے بارے میں منقول ہے یا کسی مسلمان نے کفر کا جھوٹا اقرار کیا ہو تو اس وقت وہ عند اللہ مؤمن اور ہمارے نزدیک کافر ہوگا یوں اس صورت میں ضرورت دینی و قطعی معتبر فی اصول الدین میں خطاء کا وقوع جائز ہوگا حالانکہ قطعیات معتبرہ کا اس سے منزہ ہونا ضروری ہے۔

(۳) تکفیر کے کلیات و جزئیات میں فقہاء و آئمہ کا بکثرت اختلاف ہے جیسے جہالت کے مانع تکفیر ہونے میں اختلاف، عدم ارادہ قلبی کے مانع تکفیر ہونے میں اختلاف، اکراہ ناقص کے مانع تکفیر ہونے میں اختلاف، تاویل غیر صحیح کے مانع تکفیر ہونے میں اختلاف، کسی امان یا ولی کی ناقابل تاویل عبارت کے از قبیل متشابہات ہونے میں اختلاف، کسی قول کی قائل کی طرف نسبت میں اختلاف، کسی معنی کے کفر ہونے میں اختلاف، کسی عبارت کے صریح ہونے میں اختلاف، کسی تاویل کے مقبول ہونے میں اختلاف، قائل کا رجوع ماننے میں اختلاف وغیرہ۔

(متاع کارواں بہاولپور، اپریل ۲۰۱۷ء ص ۴۵ تا ۴۷)

اس مضمون میں دیگر بھی بڑے دلچسپ اصول خان صاحب کی کتب سے نقل کئے گئے ہیں ہم نے بقدر ضرورت چیدہ چیدہ چیزیں پیش کر دی ہیں مکمل مضامین کیلئے اصل ماخذ کی طرف رجوع کیا جائے۔

مصباحی ورامپوری حضرات کیلئے چند حوالہ جات

آج کل انڈیا کے مصباحی و رامپوری بریلوی حضرات اگر چہ علمائے دیوبند کی ان عبارات سے کلی متفق نہیں لیکن وہ حسام الحرمین کو بھی تسلیم نہیں کرتے اور علمائے دیوبند کی ان عبارات پر خان صاحب بریلوی کے فتوے کی روشنی میں تکفیر کا فتوی نہیں دیتے۔ جس پر وہاں کہ رضاخانی ان کی تکفیر کرتے ہیں کہ حسام الحرمین کا منکر کافر ہے۔ ایسے مصباحی و رامپوری حضرات کیلئے ماقبل کے مضمون میں بھی کافی حوالہ جات ہیں کہ خود خان صاحب نے شخصی تکفیر بلکہ کفر التزامی کی بنیاد پر کافر کہلائے جانے والے اشخاص کے کفر سے انکار کیا۔ مزید رضاخانی فقیہ النفس نائب مفتی اعظم ہند اور اپنے دور کے مفتی اعظم ہند شریف الحق امجدی کی چند عبارات ملاحظہ ہو:

''ہر مفتی اپنے علم کا مکلف ہے ایک قول کسی مفتی کے سامنے پیش ہوا وہ واقعی مفتی ہے اس پر اس نے حتی الوسع پورا غور و خوض کیا اسے اس

قول میں کوئی تاویل سمجھ میں نہیں آئی نہ قریب نہ بعید جس کی بنا پر قائل کو کافر کہا مگر وہی قول دوسرے مفتی کے حضور پیش ہوا انہیں اس قول میں کوئی تاویل سمجھ آ گئی اور انہوں نے کف لسان فرمایا اس میں کیا استحالہ ہے"۔ (فتاوی شارح بخاری، ج ۳ ص ۳۱۸)

تو اگر مصباحی حضرات کو علمائے دیوبند کی عبارات میں صحیح محمل نظر آتا ہے تو امجدی صاحب کی عبارت کی روشنی میں اس میں محال کیا ہے؟ کیونکہ ہر مفتی اپنے علم کا مکلف ہے نہ کہ خان صاحب کی حسام الحرمین کا۔

ایک اور جگہ لکھتا ہے:

"ایک مفتی کے سامنے ایک قول پیش ہوا اور یہ مفتی واقعی مفتی ہے صحیح العقیدہ بھی ہے، خدا ترس بھی ہے، دین دار بھی، ذہین وفطین بھی ہے اس کی طبعیت اخاذ اور اس کا ذہن وقاد بھی ہے، اس نے اس کلمہ میں حتی الوسع پورا پورا غور وخوض کیا اسے اس کلمہ میں کوئی اسلام کا پہلو نہیں ملا اس میں اس کو تاویل قریب تو قریب بعید تاویل بھی سمجھ میں نہیں آئی۔ جس کی بنا پر اس نے اس کلمہ کو اپنی صوابدید کے مطابق کفری معنی میں متعین جانا ایسی صورت میں مفتی پر فرض ہے کہ وہ یہ فتوی دے کہ اس کلمہ کا قائل کافر ہے ایسا کہ جو اس کے کفر پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ مانے وہ بھی کافر ہے۔

لیکن وہی قول کسی اور مفتی کے سامنے پیش ہوا اس مفتی کو اس کلام میں کوئی تاویل سمجھ میں آئی اور قائل کی نیت معلوم نہیں تو اسے یہ حق ہے کہ احتیاطا اس کے قائل کی تکفیر سے کف لسان کرے"۔

(فتاوی شارح بخاری، ج ۳ ص ۴۱۶)

ہوسکتا ہے کہ کوئی رضا خانی کہے کہ ہمارے اعلی حضرت تو بہت بڑے فقیہ آدمی تھے لہذا ان سے اختلاف کیلئے بھی ان کے پائے کا کوئی آدمی ہو۔ تو یہ آپ اور مصباحی حضرات کا ذاتی معاملہ ہے کہ وہ خان صاحب کو کیا سمجھتے ہیں؟ لیکن تفریح طبع کیلئے ہم امجدی صاحب کا ہی حوالہ نقل کر دیتے ہیں کہ تکفیر کے معاملے میں برابری کی شرط نہیں بلکہ چھوٹا بڑے سے اس معاملے میں اختلاف کر سکتا ہے۔

"ایسا بہت ہوتا ہے کہ بعض دفعہ بڑوں بڑوں کا ذہن ایک طرف منتقل نہیں ہوتا مگر ان سے کم درجے کے دوسرے فرد کا ذہن اس طرف منتقل ہو جاتا ہے اس کی صدہا مثالیں موجود ہیں"۔

(فتاوی شارح بخاری، ج ۳ ص ۴۱۸)

تو بقول آپ کے اگر بڑوں سے بھی بڑے خان صاحب بریلوی کی "عقل شریف" میں کوئی بات سمجھ نہ آئی اور کسی چھوٹے کی عقل میں آ گئی تو اس میں کیا استحالہ ہے؟

اہل السنۃ والجماعۃ کا اختلاف اہل بدعت کے ساتھ اصول پر مبنی ہے

آپ نے ما قبل میں ملاحظہ فرمایا کہ اہل بدعت کا اہل حق کے ساتھ اختلاف محض تعصب، ضد وعناد پر مبنی ہے۔ جبکہ اس کے مقابلے میں اہل حق کا اختلاف اہل بدعت فرقہ رضائیہ کے ساتھ اصول پر مبنی ہے۔ اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ ہمارے جتنے مسائل ان کے ساتھ اختلافی ہیں مثلاً علم غیب، حاضر وناظر، مختار کل، نور و بشر، سنت و بدعت کبھی بھی میدان مناظرہ میں اس کے منکر پر کفر، گمراہی، فسق و فجور کا حکم نہیں لگائیں گے۔ اہل بدعت کی بہت سی کتب میں ان مسائل کے بارے میں وضاحت کی گئی ہے کہ ہم اس کے منکر پر فسق کا حکم بھی نہیں لگاتے چہ جائیکہ کفر۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اہل بدعت کو معلوم ہے کہ اسلاف ان مسائل میں اہل حق کے ساتھ ہیں۔ اگر ہم نے کوئی کفر کا فتوی لگایا تو چودہ سو سال کے اسلاف سے ہاتھ دھونا پڑیں گے۔

آج سعید اسد صاحب رضاخانی مختلف لوگوں کے پاس جا کر کہتے ہیں کہ دیوبندیوں کا ہمارے ساتھ شرک و بدعت کا اختلاف ہے۔ وہ ہمیں مشرک و بدعتی کہتے ہیں لہذا یہ شرک و بدعت کی تعریف کردیں اس کے بعد ہم اس تعریف پر اپنے اعمال وعقائد پیش کرتے ہیں اگر واقعی ایسا ہوا تو ہم توبہ کرلیں گے۔ افسوس کہ اس حوالے سے مولانا سعید اسد صاحب کی ملاقات متکلم اسلام حضرت مولانا گھمن صاحب کے ساتھ آخری ملاقات ثابت ہوئی اور اس ملاقات میں جس کی مکمل تفصیل ویڈیو کی صورت میں نیٹ پر موجود ہے اس کی ایسی مٹی پلید ہوئی کہ دوبارہ اس حوالے سے سعید اسد کو نہ تو گھمن صاحب کے پاس آنے کی جرات ہوئی نہ کسی دوسرے دیوبندی کے پاس۔

مناظر اسلام حضرت مولانا ابوایوب قادری صاحب زید مجدہ نے اسی وقت چند نوٹس اس حوالے سے تیار کئے تھے تاکہ اگر اس موضوع پر ان سے مناظرہ ہو تو ہم ان کے گھر سے ہی ثبوت دے دیں کہ مشرک و بدعتی تو تم خود اپنے گھر کے فتاوی سے ہی ثابت ہوتے ہو ہم سے کیا مناظرہ؟ ہم قارئین کرام کے فائدے کیلئے ان تمام نوٹس کو مزید اضافہ جات کے ساتھ یہاں پیش کر رہے ہیں ملاحظہ فرمائیں اور فیصلہ کریں کہ جو دعوی ہمارا ان پر ہے وہ ان کے گھر سے بھی ثابت ہے لہذا ہمارا ان سے "اختلاف" ہے "خلاف" نہیں اور رضاخانیوں کا ہمارے ساتھ "خلاف" ہے "اختلاف" نہیں۔

(والفرق بين الخلاف والاختلاف : ان الاختلاف مستعمل فى قول بنى على دليل .والخلاف فى ما لادليل عليه ۔(البنایہ، ج۱ص۲۴۱)

نوٹ: اختلاف وخلاف میں یہ فرق محض علمی نکتہ کے طور پر بیان کیا گیا ہے ورنہ ہمارے ہاں دونوں قسم کے اختلاف کیلئے عموماً اختلاف کا لفظ ہی استعمال ہوتا ہے۔

بسمہ الکریم

سنی اور بریلوی اتحاد کی کوششیں

اور

ہماری چند تجاویز

مؤلفہ: مناظر اسلام، حامی سنت حضرت مولانا

ابوایوب قادری صاحب زید مجدہ

ناشر


[redacted]